ہندستانی

ہندستانی اکیڈمی کا تِماہی رِسالہ

سنہ ۱۹۴۰ء

ہندستانی اکیڈمی صوبۂ متحدہ، الہ آباد

سالانہ چندہ چار رُپے

فہرست مضامین

صفحہ

هندستانی

هندستانی اکیڈیمی کا تماہی رسالہ

جلد ۱۰ } جنوری سنہ ۱۹۴۰ع { حصہ ۱

زہریلے گیس

[از جناب شبیر احمد خاں غوری ' ایم. اے.' ال ال. بی.' پی. ٹی ایچ.']

(۱)

جنگ اور جنگ کی تباہ‌کاریوں کو مہذب دنیا میں آج بھی وہی اہمیّت حاصل ہےجو دنیا کے عالم طفولیّت میں تھی - لیکن یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ ایک جانب جنگ کے مقاصد اور دوسری جانب جنگ کے نبرد-آزما زمانۂ قدیم کے جنگی مقاصد اور پہلوانان جنگ سے مختلف ہوگئے ہیں - آج لڑائی '' چھتریوں '' کا کام نہیں ہے ! بلکہ '' برہمنوں '' کا حصہ ہے ! یعنی آج جنگ اور جنگ کی تبہ‌کاریاں' سپاہیوں کے دست و بازو کی مرہون منّت نہیں ہیں ؛ بلکہ عقلاے قوم (سائنس‌دانوں) کی دماغی کاوشوں کا نتیجہ ہیں ! چنگیز اور تیمور کے مظالم کی خونیں داستان' بےرحم و نا آشناے تہذیب تاتاریوں اور مغلوں کی چیرہ دستی اور ظلم و تعدّی کا نام ہے - لیکن جنگ عظیم کی قیامت خیز اور انسانیت سوز تباہ‌کاریاں' عقلمند اور مہذب سائنس‌دانوں کی ''سائنٹفک ریسرچ'' کا کرشمہ ہیں !

شامتِ اعمال '' عالم '' صورتِ '' سائنس '' یافت !

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جنگ اور جنگ کی فتح و شکست ، سپاہیوں کی تیغ‌زنی پر موقوف نہیں ہے ؛ بلکہ اسلحہ اور دیگر جنگی تیاریوں کے کمال پر مبنی ہے ' جو سائنس‌دانوں کے زیر ہدایت تیار ہوتے ہیں - آج " فتح " اِس امر کی مقتضی نہیں ہے کہ حریف جتنا بہادر ہے' ہم بھی اُتنی ہی پامردی دکھائیں؛ بلکہ یہ کہ حریف نے ہماری تباہی کے لیے جو آلات و وسائل اختیار کیے ہیں' ہم اُن کا اُتار یا توڑ دریافت کریں؛ اور اُنہیں جیسے مگر اُن سے زیادہ مؤثر آلات و وسائل سے جن کا اُتار یا توڑ غنیم نہ معلوم کرسکے' ہم اُسے تباہ و برباد کردیں - یہ طریقۂ جنگ اگر غور سے دیکھا جائے تو افسانوں اور جادوگروں کی لڑائیوں سے زیادہ مشابہ ہے ! جن میں ہر ایک جادوگر اپنی بہادری سے نہیں' بلکہ اپنے کمال علمی سے اپنے حریف کو زیر کرتا تھا ! اور کیوں نہ ہو' بیسویں صدی میں جنگ کا ایسا کون‌سا پہلو ہے جو جادوگروں کی لڑائی سے مشابہ نہیں ہے ! جادوگر ہوا میں اُڑا کرتے تھے اور آن کی آن میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے تھے - کیا ہوائی جہازوں نے اِس افسانوی تخیل کو آج حقیقت نہیں بنادیا ؟ وہ ایک دوسرے پر ایسا منتر پڑھتے تھے کہ حریف کی سپاہ لڑ ہی نہ سکتی تھی - کبھی اُنہیں آنکھوں سے سجھائی نہ دیتا تھا - کبھی اُن کے پیٹ میں درد ہو جاتا تھا - کبھی اُن کے سامنے ایک سیاہ دیوار کھڑی ہو جاتی تھی ؛ جس سے حریف کو جنگی کارروائیوں کا پتا نہیں چل سکتا تھا - آج زہریلے گیسوں نے اُن خیالی افسانوں کو سچ کر دکھایا ہے !

غرض بیسویں صدی میں خصوصاً جنگ عظیم کے زمانے میں' جنگی کارروائیوں کے اصلی مراکز ' فوج کے ہیڈ کوارٹر یا وزیرجنگ کے دفاتر نہیں تھے؛ بلکہ سائنس‌دانوں کی لیبوریٹریاں تھیں ' جہاں وہ بیٹھے ہوئے نت نئے سامان جنگ ' آتشیں اسلحہ ' زہریلے گیس اور اُن سے بچنے کے نقاب

(Gas mask) اور خدا جانے کن کن انسانی مصائب کی ایجاد و اختراع میں مشغول رہتے تھے ! باوجودیکہ جنگ ختم ہوگئی تھی' بڑی بڑی طاقتوں نے لڑائی نہ لڑنے کے عہد کرلیے تھے' لڑائی کے تلخ تجربات کا سب کو اندازہ ہوگیا تھا ' لیکن ایک آنے والی جنگ کا سب کو اُتنا ہی یقین رہا جتنا کہ سامی اقوام کو حیات ما بعد الممات کا ! اِسی اندیشے میں ہر ملک کے سائنس‌دانوں میں حربی کیمیائی سامان (Chemical warfare) کی تکمیل اور تیاری کا خبط روز بروز بڑھتا رہا - کیونکہ ہر قوم جانتی تھی کہ دوسری قوم اُس کی بربادی کے لیے خدا معلوم کیا کیا مصیبتیں لےکر اُٹھے گی [1] - لہذا اپنی مدافعت اور حریف اقوام کی تخریب و تبہ‌کاری کے لیے وہ ہر ممکن کوشش کرتی رہی - اِس کوشش کا مرکز " جنگی کیمیا " کے ماہرین کی لیبوریٹریاں تھیں !

چونکہ ہمارا موضوع " زہریلے گیس " ہیں ' لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اُن کی ماہیت اور ایک مختصر سی تاریخ پیش کردی جائے -

(۲)

زہریلے گیسوں کے تاریخی ارتقا پر بحث کرنے سے قبل بہتر ہوگا کہ اُن کی حقیقت پر روشنی ڈالی جائے - " زہریلا گیس " ایک نہایت ہی وسیع لفظ ہے جس کا اطلاق نہ صرف اُن گیسی زہروں (Gaseous poisons) پر ہوتا ہے جو دوران جنگ میں استعمال کیے جاتے ہیں؛ بلکہ اُن تمام منجمد اور سیّال اشیا پر ہوتا ہے جنھیں ماہرین حرب استعمال کرتے ہیں' اور جو اپنے کیمیائی عمل کے ذریعے حریف سپاہ کے بدن پر یا بدن میں ایسا قوی اثر پیدا کرتے ہیں جس سے وہ جنگ کرنے

1—مثلاً موجودہ جنگ کی مقناطیسی سرنگ یا (Magnatic mines) کی تباہی و بربادی کا برطانوی و فرانسیسی ارباب جنگ کو وہم و گمان تک نہ تھا -

کے قابل نہیں رہتی ؛ یا حریف کے سامنے ایک دخانی حجاب برپا کردیتے ہیں ؛ یا حریف کے مستقر پر آتش باری کرتے ہیں - ظاہر ہے کہ یہ تمام چیزیں کیمیاوی گیس کی شکل میں نہیں ہوتی ہیں - اکثر اُن میں سے منجمد اور بعض رقیق ہوتی ہیں‘ جو مختلف ذرائع سے اُس فضا میں جو حریف مقابل کو محیط ہوتی ہے‘ منتشر کردی جاتی ہیں - پس جنگی زاویۂ نگاہ سے یہ گیس مقاصد ذیل کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں :—

(۱) حریف کی سپاہ میں عارضی یا مستقل حوادث پیدا کیے جائیں تاکہ وہ لڑنے سے بیکار ہوجائے -

(۲) حریف کی سپاہ کو دق کیا جائے -

(۳) حریف کے سامنے ایک دخانی حجاب برپا ہوجائے جس سے وہ فریق ثانی کی نقل و حرکت کو فیلڈ گلاسز وغیرہ کی مدد سے دیکھ نہ سکے -

(۴) حریف کے مستقر میں آگ لگادی جائے - (اِسی ضمن میں Explosive بھی شامل ہیں) -

ا — حادثے پیدا کرنے" والے گیسوں میں بعض تو حریف کی ہلاکت ہی کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں‘ اور بعض اُسے عارضی طور پر جنگ کے ناقابل بنانے کے لیے - بعض گیسوں کا اثر مخصوص اعضا پر ہوتا ہے؛ جس سے اُس عضو میں مخصوص بیماری فوراً پیدا ہوجاتی ہے - اور بعض کا اثر کئی اعضا پر ہوتا ہے - اپنی تاثیر کی وجہ سے گیسوں کی تقسیم فزیولوجیکل اثرات کی بنا پر اِس طرح کی گئی ہے -

(الف) پھیپھڑے پر غیرملائم اثر ڈالنے والے گیسوں میں وہ گیس شامل ہیں‘ جو آلات تنفس پر مضرت‌رساں اثر پہنچاتے ہیں - فاسفوجین اِس اعتبار سے بہت زیادہ مؤثر ہے -

(ب) جِلد پر خراش ڈالنے والے عاملوں (Blistering agents) میں وہ گیس شامل ہیں جو آبلے پیدا کرتے ہیں ؛ مثلاً مسٹرڈ گیس جو اکثر اعضا پر اثر ڈالتا ہے - اِس سے بدن سُوج جاتا ہے ' آبلے پڑ جاتے ہیں ' آلات تنفس اپنا کام نہیں کرسکتے ' آنکھوں میں سُوجن آجاتی ہے ! خراش ڈالنے والے گیس' اکثر تو لشکر مقابل میں حادثے پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں' لیکن یہ دق کرنے اور غیر محفوظ جگہوں سے حریف کو ہٹانے کے لیے بھی مفید ہیں -

(ج) آنکھوں پر خراش ڈالنے والے یا اشک‌آور گیس (Tear Gas) وہ گیس ہیں جو آنکھوں میں فوری تکلیف پیدا کردیتے ہیں؛ اور حریف آنکھیں بند کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے - یہ دق کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں - کلوریسٹوفینول (Clorestophenol) اِس باب میں مشہور ہے -

(د) ناک میں خراش ڈالنے والے' یا معطّس وہ گیس ہیں جن سے چھینکیں آتی ہیں' اور دماغی تکلیف ہوتی ہے؛ جیسے ڈائی فینل لیمینی کلوروسین (Diphenelameni chlorosine) -

(ہ) مفلج وہ گیس ہیں جو نظام عصبی (Nervous system) پر اثر ڈالتے ہیں اور فالج پیدا کر دیتے ہیں؛ جیسے ہائڈروسائنک ایسڈ -

(و) بعض گیس دوران خون کے عمل کو درہم برہم کر دیتے ہیں - کیونکہ خون پھیپھڑوں سے آکسیجن حاصل نہیں کر سکتا ؛ جیسے کاربن مانو اوکسائڈ

۲—دق کرنے کے لیے بالعموم اشک‌آور گیس (Tear Gas)

استعمال ہوتا ہے- خود ہمارے یہاں ہندوستان میں بعض صوبوں میں سرکش عوام کو منتشر کرنے کے لیے یہ گیس نہایت کامیابی سے استعمال کیا گیا ہے - اِس کے استعمال سے لاٹھی چارج اور فائرنگ کے مذموم طریقے اختیار کرنے کی زحمت نہیں اُٹھانی پڑتی ! کبھی کبھی خراش ڈالنے والے گیس بھی اِس غرض سے استعمال ہوتے ہیں ؛ تاکہ حریف دق ہوکر مطلوبہ مقام چھوڑ دے -

۳—وہ گیس جو چھپنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں' اُن کی غرض یہ ہوتی ہے کہ حریف کے سامنے دھوئیں کا ایک پردہ قائم کردیں؛ تاکہ وہ فریق ثانی کی نقل و حرکت پر مطّلع نہ ہوسکے - اِس مقصد کے لیے سنکھیا (Arsenic)' انٹی مونی (Antimony) ' ٹن (Tin) اور فاسفورس (Phosphorus) کے کلورائڈز (Chlorides)[1] ' اور نیز کلوروسلفیونک ایسڈ (Chloro-sulphunic acid) کام میں لائے جاتے ہیں - یہ چیزیں نم آلود ہوا میں سے نمی لے کر بہت بھاری اور گہرا بادل بنا دیتی ہیں ! جس میں سے کچھ نظر نہیں آسکتا ؛ اور فریق ثانی کی نقل و حرکت دشمن کی نگاہ سے مخفی رہتی ہے -

۴—وہ گیس جو آتش‌باری اور دشمن کے مستقر اور مال و متاع میں آگ لگانے کی غرض سے استعمال ہوتے ہیں' اُن میں بم (Bomb) اور متصادم گولے (Explosives) شامل ہیں؛ جیسے دھماکو روئی (Gun cotton) ' نٹرو گلیسرین (Nitro-glycerine)' پکرک ایسڈ (Picric acid)' ڈائنامائٹ (Dianamite) ' کورڈائٹ (Cordite) ' ٹری نٹرو تولون (Tri nitro tolune) وغیرہ - چونکہ بم اور " Explosive " کی بحث فی نفسہ مستقل ہے' لہذا ہم اِس مقالے میں اُس کو نہیں چھیڑتے !

1—کلورین کا مرکب = کلورین' زردی مائل سبز اور بدبو گیس ہے - [ادارہ]

(۳)

جنگی دنیا کو سب سے پہلے زہریلے گیس سے' اپریل سنہ 1915ء میں سابقہ پڑا تھا - جب کہ یارپس (Yarpse) واقع بلجیم میں' جرمن افواج نے ایک گیس متحدہ افواج پر پھینکا تھا - اِس گیس کی ترکیب نہ معلوم ہوسکی - لیکن اِس کے سرخ جھاگوں سے اِتنا پتا چلتا تھا کہ یہ برومین (Bromine) کے بخارات تھے؛ جن میں کم و بیش کلورین ملی ہوتی تھی - یا نائٹرک پراوکسائڈ (Nitric peroxide $= N_2 O_4$) ہوگا ' جو نائٹرک ایسڈ کے ضمن میں اُس زمانے میں جرمنی میں' بمب اور "Explosives" بنانے کے لیے بہت استعمال ہو رہا تھا - اِس کے بعد اور گیس اِس مقصد کے لیے استعمال کیے گئے؛ مثلاً سلفر ڈائی اوکسائڈ ' گندھک ' فاسفورس' اور سنکھیا کے کلورائڈز وغیرہ - اِسی اثنا میں فاسفوجین (Phosphogyne) استعمال کیا گیا اور بہت کامیابی ہوئی - فاسفوجین یا کاربونائل کلورائڈ جیسا کہ اُس کا کیمیائی نام ہے (Cocl$_2$ = Carbonyal Chloride) اُس زمانے میں جرمنی کے کیمیائی مصنوعات میں بہت زیادہ مستعمل تھا -

یہ تو ظاہر ہے کہ گیسی مواد میں منجمد اور مائع اشیا کے برخلاف انتشار اور پھیلنے کی بڑی قوت ہوتی ہے - یہ بہت جلد فضا میں پھیل جاتے ہیں اور پھر اوپر چڑھ جاتے ہیں؛ جس سے اُن کا اثر زائل ہو جاتا ہے - اِس نقص کو دور کرنے کے لیے سائنس‌دانوں نے صرف اُنھیں گیسوں کو منتخب کیا جو ہوا سے بھاری تھے' تاکہ وہ ہلکائے بغیر ایک معتدبہ عرصے تک کافی فاصلے پر سطح زمین کی ملحقہ فضا میں پھیل کر اُسے انسانی بود و باش کے ناقابل بنادیں - نیز یہ گیس ہائڈروجن کلورائڈ کی طرح پانی میں حل نہ ہوسکیں؛ تاکہ نمی آلود مقامات طے کرنے میں' یہ نمی کے اندر جذب نہ ہو جائیں -

لیکن جو سائنس تخریب کے نت نئے ڈھنگ نکال سکتی ہے ' وہ تعمیر کے راستے بھی ڈھونڈھ لیتی ہے - اگر ایک جانب جارحانہ رویّہ اختیار کرتی ہے تو دوسری جانب مدافعت کا طریقہ بھی معلوم کرلیتی ہے - تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ گیس ' قلوی (Alkaline) اشیا مثلاً کپڑے دھونے کا سوڈا (Sodium Carbonate) اور سوڈیم تھیوسلفیٹ (Sodium Theosulphate) وغیرہ کے ساتھ ' تعامل کھا کر اپنے سمّی اثرات کھو بیٹھتے ہیں - لہذا اُن گیسوں کی سمیّت سے بچنے کے لیے ایسے نقاب یا دمکش (Gas mask) بنائے گئے جن کے اندر قلوی اشیا میں خوب بھگویا ہوا ' نمدا رکھا ہوتا تھا - گیس' قلوی محلول (Alkaline Solution) میں جذب ہوکر غیر مضرت رساں رسوب کی شکل میں نقاب کے باہر جم جاتا ہے - قلوی اشیا تازہ ہونے کی حالت میں کیمیائی تعامل کے لیے بہت زیادہ مؤثر ہوتی ہیں ؛ لیکن اُن‌کی تاثیر محدود ہے؛ لہذا اُن نقابوں کو وقتاً فوقتاً بدلنے کی ضرورت ہوتی تھی - اِس کے علاوہ فاسفوجین کے متعلق معلوم ہوا کہ یہ معمولی قلوی اشیا کے ساتھ بڑی دیر میں تعامل کھاتا ہے اور اِس طرح اِس کا کچھ حصہ نقاب کے اندر چلا جاتا ہے' جو ضرر رساں ثابت ہوتا ہے ؛ اِس لیے نقابوں میں معمولی قلوی محلول کے بجائے ایک نئے قلوی مرکب کو استعمال کیا گیا - یہ سوڈیم فینیٹ (Sodium Phenate) تھا -

اب دول متحدہ کو بھی اِس قسم کے زہریلے گیسوں کے استعمال کی ضرورت محسوس ہوئی ؛ اور تھوڑے ہی عرصے میں دونوں جانب سے مختلف اقسام کے زہریلے گیس استعمال کیے گئے - اِن میں کاربن‌بائی سلفائڈ ' سلفرڈائی آکسائڈ ' سنکھیا ' انٹی‌مونی' اور ٹن کے کلورائڈز اور اِن سب سے بڑھ کر ایک طیران‌پذیر گیس کلورو پکرین (Chloro picrine)

تھا جو آنکھوں میں بہت زیادہ تکلیف پیدا کر دیتا تھا -

لیکن اِن سب سے زیادہ مہلک، کمبخت؛ مسٹرڈ گیس (Mustard Gas) تھا ' جسے جولائی سنہ ۱۹۱۷ع میں جرمنی نے دول متحدہ کے خلاف استعمال کیا تھا - یہ ایک سیّال مادہ تھا جس میں براے نام بُو تھی؛ لیکن اِس کے بخارات کے تماسؔ سے شدید نمونیا عارض ہو جاتا تھا - نیز عارضی اور مستقل اندھے پن کا باعث ہوتا تھا - کیمیاوی زبان میں اِسے ڈائی‌کلوروتھیل سلفائڈ (Dichlorotheyal Sulphide) یا $\{(CH_2\ Cl.\ CH_2)_2S\}$ کہتے ہیں - اِس کی ایجاد اور اِس کے ذریعے تخریب عالم کا فخر، ایک جرمن سائنس‌داں پروفیسر وکٹریر کو حاصل ہے- جرمنی میں یہ غیر سائنٹفک طریقے پر تیار ہوتا تھا ؛ لیکن جلد ہی برطانوی کیمیکل اسٹاف نے ایک طریقہ معلوم کر لیا ' جس سے وہ جرمنی سے تیس چالیس گنا زیادہ تیار کرنے لگے - لیکن سب سے مشکل کام جو درپیش تھا ' وہ اُس سے مدافعت کا ذریعہ ڈھونڈھنے کا تھا - تحقیقات سے معلوم ہوا کہ نباتی کوئلہ ہر قسم کے بخارات کو جذب کرنے اور اپنے اندر رکھنے کی خاصیت رکھتا ہے - لہذا اب نئے نقابوں اور دمکشوں کو اِس طرح بنایا گیا کہ بٹن کے خولوں میں سوڈا ' لائم ' پرمنگنیٹ ' اور کوئلہ تہ بتہ چڑھایا گیا - یہ خول خودوں پر ٹھیک آ جاتے تھے - اِس طرح اِس کمبخت، دشمن انسان، مسٹرڈ گیس سے نجات ملی - دوسرا مشہور گیس پروشک ایسڈ (Prussic acid) تھا ' جو اُتنا مؤثر ثابت نہ ہوا جتنی اُس سے توقع کی گئی تھی !

حریف کی نگاہ سے بچنے کے لیے سلکھیا ' ٹن ' انٹی مونی ' اور فاسفورس کے کلورائڈز استعمال کیے گئے - نیز کلوروسلفیونک ایسڈ استعمال کیا گیا - یہ چیزیں، نم‌آلود ہوا کی موجودگی میں، بہت بھاری

بادل بنا دیتی ھیں' جو بڑی دیر میں صاف ھوتے ھیں - غنیم دیکھ نہیں سکتا اور دوسرا فریق خاطرخواہ جنگی کارروائی کر جاتا ھے - یہ بادل اِس قدر بھاری ھوتے ھیں کہ اُن میں سے آگ بھی نظر نہیں آتی ؛ اور اِس لیے سمندروں میں جہازوں پر استعمال ھوتے ھیں -

آتش باری اور آتش زنی کے لیے بم اور Explosive استعمال کیے گئے -

جنگ چار سال تک جاری رھی ؛ اور ھر قوم کے بہترین دماغ' ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر زھریلے گیسوں کی دریافت میں مشغول و منہمک رھے - سنہ ۱۹۱۸ع میں جنگ ختم ھوگئی ؛ لیکن اُس کے ساتھ یہ "مہذب" ریسرچ ختم نہیں ھوئی ! بلکہ ابھی تک جاری ھے ! اور خدا معلوم کب تک جاری رھے گی ! سنہ ۱۹۱۵ع سے لے کر اب تک جنگی کیمیا نے تقریباً ۳۰۰۰ اِس قسم کے "انسانیت سوز" مرکبات دریافت کیے ھیں - لیبوریٹریز (Laboratories) میں تو اُن کی کامیابی مشکوک نہیں ھے- لیکن امتحانی اُستوانی (Test Tube) کی بات اور ھے؛ اور میدان جنگ کا نقشہ اور ھے - اُن ۳۰۰۰ میں سے شاید ۳۰ مرکبات اِس قابل ھیں کہ میدان کارزار میں استعمال ھوسکیں - اور اُن میں سے بھی صرف دس پندرہ ایسے ھوں گے جنھیں بڑے پیمانے پر تیار کیا جاسکتا ھے - ھر ایک میں کوئی نہ کوئی نقص ھے - اور مکمل زھریلا گیس' پارس پتھر (Philosopher's Stone) کی طرح' ابھی تک یا جنگی کیمیا کے ماھرین کے نظریوں (Theories) میں موجود ھے؛ یا ارباب جنگ کی " تمنا آباد " میں سکھ کی نیند سو رھا ھے -

(۴)

اِدھر تو یہ کوششیں ھو رھی ھیں ' اور اُدھر یورپ و امریکا کے

اخبارات ' عامۃالناس کو لرزہ بر اندام کرنے کے لیے ' آئے دن مختلف اقسام کے زھریلے گیسوں اور متصادم بموں کی ایجاد و اختراع پر رائے زنی کرتے رھتے ھیں - جس سے ھر امن‌پسند شہری' یہ سمجھنے لگا ھے کہ خدامعلوم جنگی کیمیا کی لیبوریٹری میں' اُس کی تباھی و بربادی کے لیے کیا کیا اسلحہ اور گیس تیار ھیں - اِدھر جنگی مشینری کا بٹن دبا اور اُدھر یہ سب حشرات‌الارض کی طرح عالم اور اھل عالم کی تخریب و بیخ‌کنی کے لیے میدان کارزار میں اُتر آئے !

لیکن اِتنا خوف و اندیشہ بےکار ھے- انسان' قدرت کی صنعتگری کی تکمیل ھے ! اور سائنس کے عفریت‌سیرت کرشمے ' تعمیر خداوندی کو اِس آسانی سے منہدم نہیں کرسکتے ! زھریلے گیس' حیات انسانی کےلیے مہلک سہی' لیکن سب میں نقائص موجود ھیں - یہ خیال کہ " اگر کوئی ایسا مکمل زھریلا گیس مل جائے' جس میں کوئی بھی نقص نہ ھو؛ تو وہ اھل عالم کی تباھی کے لیے بےنظیر ھوگا " بالکل صحیح ھے - لیکن یہ خیال ھی خیال ھے - اِس کا عمل میں آنا تقریباً ناممکن ھے ! اِس مسئلے کی توضیح یوں ھوگی کہ فرض کیجیے ' ھمیں ھمارا مطلوبہ "مکمل گیس" دستیاب ھوگیا ' تو ھم اُس کی تکمیل کا امتحان ' مختلف اعتبارات و ملاحظات کی بنا پر کریں‌گے - یہ اعتبارات و ملاحظات گیسوں کے طبعی (Physical) ' کیمیاوی (Chemical) ' عضوی (Physiological) خواص پر مبنی ھیں -

طبعی اعتبارات

۱—مطلوبہ گیس کے لیے ضروری ھے کہ وہ ھوا سے زیادہ بھاری ھو - اگر گیس ھوا سے زیادہ ھلکا ھوگا ' تو بہت جلد ھوا میں مل جائیگا ' اور اُس سے خاطرخواہ فائدہ حاصل نہ ھو سکے گا - گیس کے لیے

ضروری ہے کہ جب وہ منتشر کیا جائے ' تو عرصے تک سطح زمین سے قریب رہے ؛ تاکہ دشمن اُس فضا میں نہ آسکے - ہائڈروجن سائنائڈ (Hydrogen cynide) اور اُس سے بھی بڑھ کر ' کاربن مانو اوکسائڈ (Carbon Mono Oxide) اپنے مسموم اثرات کے لیےمحتاج بیان نہیں - لیکن چونکہ یہ گیس ہوا سے قدرے ہلکے ہوتے ہیں ' لہذا خاطرخواہ عرصے تک فضا کو اپنے زہریلے اثرات سے ناقابل بود و باش نہیں رکھ سکتے -

۲—وہ گیس آسانی سے دریافت نہ ہوسکے - اگر گیس معمولی طریقے سے تشخیص کرلیا جائیگا ' تو غنیم اُس سے بچنے کےلیے فوری تدابیر اختیار کرلے گا - اور گیس کا اصلی مقصد پورا نہ ہوسکے گا - لہذا یہ ضروری ہے کہ اُس کی موجودگی کسی طریقے سے بھی تشخیص نہ کی جاسکے ؛ اور وہ اپنا اثر بھی کرجائے - کاربن مانو اوکسائڈ ' اِس اعتبار سے معیار پر پورا اُترتا ہے ؛ نہ اُس میں رنگ ہوتا ہے ' نہ بو ' نہ مزا - مسٹرڈ گیس (Mustard Gas) کا بھی بخاری (Gaseous) حالت میں کوئی رنگ نہیں ہوتا ' لیکن اُس کی بو بڑی تیز ہوتی ہے - اگرچہ ایک آدھ منٹ سونگھنے کے بعد' قوت شامہ عارضی طور پر بالکل بےکار ہوجاتی ہے' تاہم غنیم کو اُس کی موجودگی کا پتا چل جاتا ہے ؛ اور یہ مطلوبہ گیس کے مکمل ہونے کے منافی ہے -

۳—ثبات (Stablity) - مطلوبہ گیس کے لیے ثبات نہایت ہی ضروری شرط ہے - قومی تحفظ (National Defence) کا اقتضا یہ ہے کہ سامان جنگ' ہر وقت کافی مقدار میں تیار رہے؛ تاکہ اگر جنگ چھڑ جائے تو سامان جنگ کی عدم موجودگی کی بنا پر خسارہ نہ اُٹھانا پڑے - لہذا مطلوبہ گیس ایسا ہونا چاہیے کہ معمولی رگڑ (Friction) اور صدموں سے دوسرے مرکبات میں تحلیل نہ ہوسکے ؛ بلکہ عرصے تک

اُسی حالت میں رکھا جاسکے - ھائڈروجن سائنائڈ نہایت ھی مہلک ھے، لیکن اُس میں یہ نقص ھے کہ کافی عرصے تک اپنی ھلاکت آفریں حالت میں نہیں رکھا جاسکتا -

۴- آخری شرط یہ ھے کہ گیس آسانی سے نقل و حرکت میں لائے جاسکیں - طبعی (Physical) خواص میں سب سے زیادہ اھم شرط یہی ھے ! لڑائی جب چھڑتی ھے تو ایک ھی جگہ نہیں ھوتی - لہذا سامان جنگ کے لیے ضروری ھے کہ وہ ھر محاذ پر آسانی سے بھیجا جاسکے - اِس کے لیے یہ ضروری ھے کہ گیس آسانی سے مائع (Liquid) حالت میں لایا جاسکے- اگر کوئی گیس مائع نہیں بنایا جاسکتا تو وہ کافی تعداد میں مطلوبہ محاذ پر استعمال نہیں ھوسکتا - کلورین کی سب سے بڑی خوبی یہی تھی کہ وہ بہ آسانی مائع بنایا جاسکتا تھا ؛ اِس وجہ سے جنگ عظیم کے موقع پر متحدہ اور وسطی طاقتوں نے مغربی محاذ پر اُسے بکثرت استعمال کیا - کاربن مانو اوکسائڈ، اور اعتبارات سے مکمل ھے ؛ لیکن یہ مائع نہیں بنایا جاسکتا - نیز یہ ھلکے غباروں میں بھر کر نہیں لے جایا جاسکتا - بلکہ بھاری دھات کے نلوں میں بھر کر اِسکو لے جاتے ھیں - نقل و حرکت کی اِن مشکلات کی بنا پر، کاربن مانو اوکسائڈ خاطر خواہ استعمال نہیں کیا جاسکا - یہ بھی ضروری ھے کہ گیس کی نقل و حرکت محفوظ طریقے پر ھوسکے ؛ اور راستے میں معمولی صدموں کی بنا پر اُس کا ظرف دھماکے کے ساتھ پھٹ نہ جائے -

کیمیاوی اعتبارات

۱—چونکہ گیس بالعموم دھات کے نلوں میں لے جائے جاتے ھیں ؛ لہذا اِن گیسوں کی طبیعت ایسی ھونی چاھیے کہ یہ دھاتوں کو کھا نہ سکیں ؛ یعنی "corrosive" نہ ھوں - کیوں‌کہ جب گیس دھات کے

ساتھ تعامل کھاتے ھیں تو اُس تعامل (Reaction) میں اُن کا ایک معتدبہ حصہ خرچ ھوجاتا ھے؛ اور محاذ جنگ پر جنگی ضرورتوں کےلیے کافی مقدار میسر نہیں آسکتی - مثلاً بروم بنزل سائنائڈ (Brombenzyl cynide) دھاتی نلوں میں بند نہیں کیا جاسکتا ' کیونکہ یہ لوھے اور فولاد کے ساتھ تعامل کھا جاتا ھے؛ جس سے اِس کے اثرات زائل ھوجاتے ھیں - اِس لیے اِسے شیشے یا کچّی مٹّی کے خاص نلوں میں رکھا جاتا ھے - اِسی طرح جرمنی کا ٹی-اسٹوف (T-Stoff) شیشے کے مخصوص نلوں میں بند ھوکر محاذ جنگ تک پہنچایا جاتا تھا - ظاھر ھے کہ نلوں کا بوجھ ' بجائے خود ایک سدّ راہ ھے -

۲ —گیس کے لیے ضروری ھے کہ وہ گیسی نقاب (Gas Masks) میں بہ آسانی داخل ھوسکے - اوائل جنگ میں جو گیس استعمال کیے جاتے تھے' وہ قلوی (Alkaline) اشیا کے ساتھ تعامل کھا جاتے تھے - اُس کے بعد فاسفوجین استعمال کیا گیا - لیکن اُس سے بچنے کے لیے متحدہ طاقتوں نے سوڈیم فینیٹ میں تر کیے ھوئے نمدے کے گیسی نقاب پہننے شروع کیے - اُس کے بعد مسترد گیس سے حفاظت کے لیے نباتی کوئلے ' سوڈا ' لائم ' اور پرمنگیٹ کی تہوں کے تن کے خول ' بنائے گئے - غرضکہ زھریلے گیس اور اُن سے تحفظ کے لیے گیسی نقاب سنہ ۱۹۱۵ع سے لے کر آج تک پہلو بہ پہلو بنائے جاتے رھے ھیں - ھر قوم نے محفوظ سے محفوظ گیسی نقاب تیار کیے ھیں اور اُن مہلک گیسوں سے بچنے کے لیے نہایت ھی مفید سامان تحفظ ایجاد کیا ھے - لہذا مطلوبہ گیس کے لیے ضروری ھے کہ وہ بہت زیادہ غیر متعامل ھو؛ تاکہ اُن گیسی نقابوں کے مانع دخول مادّوں کے ساتھ تعامل کھائے بغیر' اندر داخل ھوجائے- اور غنیم کے آلات تنفس اور بدن کے دوسرے حصوں پر' غیر ملائم اثرات ڈالے - کلورین (Chlorine)

اگرچہ بہت زیادہ زہریلا گیس ہے؛ لیکن یہ بہ آسانی دوسری چیزوں کے ساتھ تعامل کیا جاتا ہے؛ اور گیسی نقاب میں داخل نہیں ہوسکتا - کلوروپکرین البتہ معمولی گیسی نقابوں کے مانع دخول مادّوں کے ساتھ تعامل نہیں کھاتا ؛ لہذا یہ دمکش کے اندر داخل ہوجاتا ہے اور خاطرخواہ کام کرتا ہے - اِن اُمور کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ گیس، صرف ایک عضو پر ہی نہیں بلکہ تمام اعضا پر، غیر ملائم اور مضر صحت اثر ڈالے ؛ مثلاً پھیپھڑوں، ناک ، آنکھ ، جلد وغیرہ پر تکلیف دہ اثرات پیدا کرے ؛ تاکہ حریف ، سر سے لے کر پیر تک، اپنے آپ کو گیسی نقاب میں لپیٹنے پر، مجبور ہوجائے - ظاہر ہے کہ یہ قد آدم نقاب ، صرف تھوڑی دیر پہنا جا سکتا ہے - اور اگر پہن لیا جائے تو سپاہی لڑنے کے قابل نہیں رہتا - اِس سے اور نہ سہی تو حریف کی سپاہ کو دق ہی کرسکتے ہیں - اِس اعتبار سے مسٹرڈ گیس بہت زیادہ کارگر ثابت ہوا ہے -

جنگی و حربی اعتبارات

کہنے کو تو یہ کہا جاتاہے کہ ذرا سے گیس نےغنیم کے پورے کیمپ کو ہلاک کرڈالا - لیکن یہ ذرا سا گیس بھی، غنیم کے کیمپ تک پہنچانا ، بہت دشوار ہے- جب منوں اور ٹنوں گیس ہوا میں منتشر کیا جاتا ہے، تب کہیں جا کر ، چھٹانک اور سیر گیس ، مطلوبہ مقام تک پہنچتا ہے - اِس لیے ضروری ہےکہ جو ذرا سا گیس غنیم تک پہنچے، وہ اُس کی ہلاکت و بربادی کے لیے کافی ہو - یہ زہریلے مادّے اِس قدر سمی اور طاقت‌ور ہوں کہ اُن کی ناقابل قیاس، چھوٹی سے چھوٹی مقدار بھی، غنیم کی فوج میں حوادث پیدا کرنے یا اُسے دق کرنے یا اُس سے زمین خالی کرانے کے لیے خاطر خواہ طور پر مؤثر ثابت ہو سکے -

ڈاکٹر رڈولف ھنسلیان کا قول ھے کہ فاسفوجین کی نہایت ھی قلیل مقدار یعنی ایک اونس کا $\frac{1}{25}$ حصہ ' اگر ایک ھزار مکعب فٹ میں منتشر کردیا جائے ؛ تو غنیم کے آلات تنفس اور آنکھوں پر ناقابل برداشت تکلیف پیدا کردیگا - اِس کے معنے یہ ھیں کہ اگر فضا میں ' اُس کے ایک لاکھویں حصے کے برابر ' یہ ھلاکت‌آفریں گیس موجود ھو ' تو تنفس اور بصارت بالکل بےکار ھوجاتے ھیں - اگر دو چار منٹ اِس مسموم فضا میں سانس لی جائے ' تو موت یقینی ھے - آنسوؤں کا گیس یعنی کلوریسٹو فینول (Chlorestophenol) اِس سے بھی کم مقدار میں ' آنکھوں کو بند کردیتا ھے ؛ یعنی ایک ھزار مکعب فٹ میں $\frac{3}{10000}$ اونس - بروم بینزل سائنائڈ کی $\frac{1}{1250}$ اونس کے برابر مقدار ' اگر ایک ھزار مکعب فٹ میں ملا دی جائے ' تو اُس مسموم فضا میں انسان ۳ منٹ سے زیادہ آنکھ کھلی نہیں رکھ سکتا - اِن اُمور کی وجہ سے اشک‌آور گیس جنگی نقطۂ نظر سے اِس قدر مقبول ثابت ھوا ھے - اگرچہ اِس سے مستقل طور پر انسان ناقابل جنگ تو نہیں ھو جاتا ؛ لیکن یہ غنیم کی سپاہ کو دق کرنے ' اور اُس کی جنگی کارروائیوں کو معرض التوا میں ڈالنے کے لیے بہت زیادہ مفید ثابت ھوا ھے -

مسٹرڈ گیس ' اِس اعتبار سے بھی معلومہ زھریلے گیسوں میں سب سے بڑھ چڑھ کر ھے - ۰٫۰۰۵ سے لےکر $\frac{1}{5}$ اونس تک اگر یہ گیس ' ایک ھزار مکعب فٹ فضا میں ملادیا جائے ' تو کم و بیش عرصے میں‌نمونیا کی شدید شکایت ھو جاتی ھے - اگر فضا کے $\frac{1}{1500000}$ حصے کے برابر ' یہ گیس ھوا میں ملا ھوا ھو ' تو بصارت جاتی رھتی ھے - اِس کی بُو اِتنی تیز ھوتی ھے کہ فضا کے کروڑویں حصے کے برابر ' اگر یہ گیس ھوا میں ملا ھوا ھو ' تو بھی اِس کی بو آئے گی ؛ اور جلد پر تو اِس کا یہ اثر ھوتا ھے کہ اگر کسی

مقام پر مسٹرڈ گیس ، کئی دن سے پڑا ہو اور اُس کی بو بھی زائل ہوگئی ہو ، تو بھی آبلے پڑ جاتے ہیں -

اِن تمام اعتبارات و ملاحظات کی بنا پر ضروری ہے کہ مطلوبہ گیس اِس قدر مؤثر ہو کہ مسٹرڈ گیس سے بھی کہیں کم مقدار میں ، ہوا کو اِس درجہ مسموم بنادے کہ اُس میں بود و باش ناممکن ہو جائے - لیکن خدا کا شکر ہے کہ با وجود سائنس کی مساعی نا مشکور کے ، مسٹرڈ گیس سے بڑھ کر اور کوئی گیس دریافت نہیں ہوا -

اقتصادی اعتبارات

۱ — گیس کی سب سے بڑھ کر عمدگی اُس کی اقتصادی (Economic) سہولتوں پر مبنی ہے - گیس کیسا ہی مہلک کیوں نہ ہو ؛ لیکن اگر وہ کافی تعداد میں دستیاب نہیں ہوسکتا تو جنگی مقاصد کے لیے بےکار ہے - ماہرین کیمیا کی امتحانی اُستوانی (Test Tube) میں گیس کا آجانا اور بات ہے ؛ اور میدان جنگ میں کیمیکل انجینیروں کا بےدریغ گیس کے کُپّے اور نل کھول کر منتشر کرنا دوسری بات ہے - اگر ماہر کیمیا کسی مہلک‌ترین گیس کے کچھ پونڈ دریافت کرلے تو وہ جب تک اہمیت نہیں رکھتا جب تک کہ کیمیکل اسٹاف اُس کے من اور ٹن مہیّا نہ کرلے - جنگ کے دوران میں جرمن سائنس‌دانوں نے ابتدا میں مسٹرڈ گیس کے ۵۰۰۰ ٹن تیار کیے ، لیکن آخر میں وہ روزانہ اِس تباہی-خیز گیس کے ۶۶۰۰۰ پونڈ تیار کرتے تھے - انگریزی سائنس‌داں بھی سنہ ۱۹۱۶ع میں اِس سے واقف ہو گئے تھے ؛ لیکن اُن کے کیمیکل انجینیر آخر جنگ تک اِس گیس کو بڑے پیمانے پر تیار نہ کرسکے - سنہ ۱۹۱۸ع میں جاکر کہیں ، برٹش کیمیکل اسٹاف اِس قابل ہوا تھا کہ اِس گیس کو

اپنے یہاں تیار کر کے جرمن افواج پر استعمال کرسکے - لہذا " مطلوبہ مکمل گیس" کے لیے ضروری ہے کہ وہ کافی مقدار میں مہیّا ہوسکے -

۲—اِس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ مطلوبہ گیس آسانی سے اور بغیر مخصوص آلات کے تیار ہوسکے - پیچیدہ اعمال اور مخصوص آلات کے معنے ہیں زیادہ خرچ - لہذا جس گیس کی تیّاری پیچیدہ اعمال اور مخصوص آلات سے ہوتی ہے وہ مہنگا بھی پڑتا ہے - لڑائی سونے کے سکّوں سے لڑی جاتی ہے - اور یہ صحیح ہے کہ جنگ میں پیسہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے- لیکن پیسے کی بھی حد ہوتی ہے- لہذا ضروری ہےکہ مطلوبہ گیس حتی‌الامکان سستے داموں میں تیار ہوسکے- گیس کیسا ہی مہلک کیوں نہ ہو ' اور اُس میں کیسی ہی آسانیاں کیوں نہ ہوں ' اگر مہنگا ہوگا تو میدان جنگ میں استعمال نہیں ہوسکے گا -

۳—بجٹ کے اندازے کے بعد ضروری شرط یہ ہے کہ گیس کی اشیاء خام اپنے ہی ملک میں دستیاب ہوسکیں - وہ گیس جو ایسی خام اشیا سے تیار کیے جاتے ہیں جو بیرونی ممالک سے لائی جائیں ' قابل اعتماد نہیں ؛ کیونکہ اِن اشیا کی در آمد' بحری طاقت اور بیرونی محافظت پر مبنی ہے - جنگ عظیم کے دوران میں انگلستان کو کافی برومین (Bromine) نہیں مل سکی - جس کی وجہ سے وہ " اشک آور گیس" تیار نہ کرسکا - لہذا اُس نے آئوڈین (Iodine) کے مرکبات خصوصاً ایتھل آئوڈائٹ کو اِس غرض سے استعمال کیا - اب وہاں برومین سمندر کے جھاگوں سے بنایا جاتا ہے اور یہ گیس کافی تیار ہونے لگا ہے -

اِن تمام ملاحظات و اعتبارات سے معلوم ہوا ہوگا کہ ہر ایک گیس میں کچھ نہ کچھ نقائص ضرور ہیں؛ اور " مکمل گیس" فلسفیوں کے عالم خیال کی طرح " موجود فی المعدوم" ہے ! تاہم گیسوں کی تیاری میں

کیسی ھی مشکلات کیوں نہ ھوں، اور اُن سے بچنے کے لیے کیسے ھی مفید اور محفوظ گیسی نقاب کیوں نہ تیار کر لیے جائیں، لیکن اِن کی تخریب اور بربادی سے ھرگز انکار نہیں کیا جاسکتا - گیسی نقاب اور دیگر اسباب تحفظ صرف میدان جنگ میں جانے والے سپاھیوں کے لیے ھیں - امن پسند شہریوں کے لیے اِن ھلاکت آفریں زھریلے گیسوں سے بچنے کا "لطف ایزدی" کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ھے -

---

علم و فضل

کندی اپنے زمانے کا سب سے بڑا عالم تھا - اُس کے ہمپایہ ہر زمانے میں بہت ہی کم پیدا ہوئے ہیں - کارڈن نے اُس کو دنیا کے بارہ سب سے بڑے دقیق النظر فلسفیوں میں شمار کیا ہے!![1]

ارسطو اور کندی کا موازنہ

ارسطو اور کندی کا موازنہ حسب ذیل طریقوں سے ہو سکتا ہے :—

(۱) ارسطو اپنے زمانے کے بہت سے علوم سے واقف تھا - ۴۰۰ ق م میں دنیا میں جتنے علوم رائج تھے، اُن میں سے علوم ریاضیہ کو چھوڑ کر سب پر ارسطو نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے - اُس کی تصنیفات تین حصوں میں تقسیم کی جا سکتی ہیں -

i—علوم نظریہ یا علمیہ - یعنی آسمان، اجرام، فطرت، نباتات، نفس، اجناس، نیند، جوانی، بڑھاپا، حیات، موت اور تاریخِ حیوانات کی بحثیں -

ii—علوم عملیہ یا ادبیہ - یعنی ماورائے مادہ، فلسفۂ اولیٰ، اخلاق، تدبیرِ منزل، سیاست مدن کے مباحث -

iii—علوم عقلیہ و شعریہ - یعنی شعر، خطابت، سفسطہ، جدل، برہان، تحلیل قیاس اور عبارت -

کندی اپنے اور قدیم زمانے کے تمام علوم سے واقف تھا - ارسطو کے ۱۲۰۰ برس بعد تک دنیا نے علوم و فنون کے جو خزانے جمع کیے تھے، وہ سب اُس کے سامنے تھے ! اُس کی تصنیفات گزشتہ تین تقسیموں کے

1—تاریخ فلسفۂ اسلام، ص ۱۱۹ -

علاوہ' چوتھی تقسیم یعنی ''علوم ریاضیہ'' پر بھی ہیں - اور یہ وہ علوم ہیں جن میں ارسطو بالکل کورا تھا !

(۲) کتاب خوانی کے لحاظ سے' ارسطو اور کندی کا کوئی مقابلہ نہیں ! کندی نے کالجوں میں جتنے علوم نصاب میں پڑھے تھے' اُتنے شائد ارسطو کے زمانے مین پیدا بھی نہیں ہوئے تھے !

(۳) کندی کے علوم کی وسعت کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ ارسطو نے طبیعیات پر دو تین کتابین لکھی تھیں - لیکن کندی نے اِس علم کی کم از کم بارہ شاخوں پر (۵۳) رسالے تصنیف کیے ! فلسفے میں ارسطو یونان سے باھر نہ جا سکا - لیکن کندی پر یونان' ایران اور ھندوستان کے فلسفوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے ! ریاضیات میں ارسطو کچھ نہ تھا - لیکن کندی اُن کی تمام شاخوں کا ماہر تھا ! ارسطو کی تصنیفات چند علوم میں محدود ہیں - لیکن کندی نے (۵۰) سے زائد علموں پر کتابیں لکھی ہیں !

(۴) کندی طبیعیات' فلکیات' فلسفہ' ریاضیات' موسیقی' میکانیات اور کیمیا کا دنیا میں سب سے بڑا عالم تھا ! اور اِتنے علوم میں ارسطو کو یہ درجہ حاصل نہ تھا !

(۵) فکر و نظر کے لحاظ سے ارسطو کی منطق کے مقابلے میں' کندی کا مسئلۂ اضافیت ، علم دوربین ، علم بُعدپیمائی ، اور مذھب استحضار ارواح ھے ! اِن چیزوں کی معنوی گہرائی اور عملی افادیت ، ارسطو سے کہیں زیادہ ھے ! وہ ایک علم کا موجد تھا - یہ چار علموں اور متعدد نظریوں کا بانی ھے ! وہ ساکن دماغ تھا - یہ انقلابی دماغ ھے ! اُس نے قدیم نظریات کو مدون کیا تھا - اِس نے قدیم نظریات کی بیخ کنی کی ھے ! وہ نظری علوم سے آگے نہیں بڑھا - اِس نے عملی علوم کی

دنیا سامنے کردی ! اُس کے علوم صرف پرانے دماغ کی ایک تاریخ ہیں - اِس کے علوم نے ایک ایسا نیا دورِ تاریخی پیدا کیا ہے جس میں ۱۲۰۰ برس بعد کے علوم کی جھلک بھی نظر آرہی ہے !!

تبحّر علمی

ابنِ ندیم کا قول ہے :—

فاضل دھرہ و واحد عصرہ فی معرفة العلوم القدیمة بأسرھا -

تمام علوم قدیمہ کے جاننے میں اپنے زمانے کا فاضل اور یکتا -

ابنِ جلجل کہتا ہے :—

و کان عالماً بالطب و الفلسفة و علم الحساب و المنطق و تالیف اللحون و الهندسة و طبائع الاعداد و الهیئة -

وہ ، طب ، فلسفہ ، حساب ، منطق ، موسیقی ، ہندسہ ، اعداد کی فطرت ، اور ہئیت کا عالم تھا -

صاعد لکھتا ہے :—

فممن اشتھر منھم باِحکام العلوم و التوسّع فی فنون الحکمة یعقوب بن اسحاق الکندی فیلسوف العرب و احد ابناء ملوکها -

اُن (خواص) میں سے جس کو علوم کی پختگی ، اور اقسام فلسفہ میں وسعتِ نظر ، کے لحاظ سے شہرت حاصل ہوئی ، وہ یعقوب بن اسحاق کندی ، عرب کا فیلسوف اور اُس کے بادشاہوں کا ایک بیٹا ہے -

قفطی کا اعتراف ہے :—

المشتھر فی الملّة الاسلامیة بالتبحّر فی فنون الحکمة الیونانیة و الفارسیة و الھندیة ؛ متخصّص بأحکام النجوم و أحکام سائر العلوم -

ملتِ اسلامی میں ، یونانی ، فارسی اور ہندوستانی اقسامِ فلسفہ کے تبحر میں مشہور ؛ أحکامِ نجوم اور تمام علوم کے أحکام کا عالمِ خصوصی -

عراق میں ابنِ ندیم (۳۷۷ ھ) اور ابن القفطی (۶۴۶ھ) ' اور اسپین میں ابن جلجل (۳۷۲ ھ) اور قاضی صاعد (۴۶۲ ھ) ' اگر ایسی شہادتیں دے رہے ہیں ؛ تو مشرق اور مغرب کی یہ شہادتیں بس کرتی ہیں !

تقابلی مطالعہ

کندی کی ہمہ گیری اور جامعیّت نے اُس کو تقابلی مطالعے (Comparative Study) کے قابل بنادیا تھا ! یہ وہ کمال ہے جو کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے- اُس نے تقابلی فلسفہ' تقابلی ریاضیات ' تقابلی فلکیات ' تقابلی آلہیات ' تقابلی جغرافیہ ' اور تقابلی طب کی بنیاد رکھی ہے -

وسعت نظر

تبحر اور تقابلی مطالعے کا لازمی نتیجہ وسعتِ نظر ہے ! تاریخ میں اُس کی وسعتِ نظر ' مسعودی جیسے مورخ کو تسلیم تھی ! ایک جگہ وہ اِس بات کا ذکر اِس طرح کرتا ہے[1] :—

و قد ذکر ذو العنایة بأخبار المتقدّمین -	قدما کے حالات پر " بہت توجہ کرنے والے " نے ذکر کیا ہے الخ

پھر آگے چل‌کر کندی کا نام بھی لیا ہے -

قفطی نے ' اقلیدس کے حالات میں ' کندی کی وسعتِ معلومات کا یوں اعتراف کیا ہے[2] :—

قال یعقوب بن اسحاق الکندی فی بعض رسائله و کان کثیر الاطّلاع -	یعقوب بن اسحاق کندی نے اپنے بعض رسالوں میں کہا - اور وہ بڑا باخبر تھا -

1—مروج الذہب ' ص ۲۲۳ ' ج ۲ - 2—اخبارالحکماء -

جدت و اجتہاد

کندی کی جدّتِ طبع کے نمونے ' اُس کے علوم میں نظر آتے ہیں ؛ اس لیے اُس کے علوم پر مختصر سا تبصرہ کیا جاتا ہے -

(۱) طبیعیات کا وہ اپنے زمانے میں سب سے بڑا عالم تھا ! اُس نے رفتارِ نور ' حرکت ' چار سے زائد عناصر ' ابطالِ جزء لایتجزیٰ' موسم' فضا ' مدّ و جزر ' زمانہ ' عالَم ' فلک ' وغیرہ پر کثرت سے رسالے لکھے ہیں - اِن میں رفتارِ نور ' چار سے زائد عناصر ' آسمان کا رنگ ' اور جزء لایتجزیٰ کا انکار ' ایسے عظیم‌الشان نظریے ہیں ' جن سے دنیا میں بہت بڑا ذہنی انقلاب پیدا ہوا ہے ! یورپ کی موجودہ سائنس کی بنیاد اِسی قسم کے مسائل پر رکھی گئی ہے !

(۲) فلسفہ - کندی' فلسفے کا بھی اپنے زمانے میں سب سے بڑا عالم تھا ! اُس کو یونان ' ایران اور ہندستان کے مختلف فلسفوں پر عبور حاصل تھا -

'' یونانی فلسفہ '' دو حصوں میں تقسیم ہے : (۱) فلسفۂ اولیٰ طبیعیہ' جو فیثاغورس کا تھا - (۲) فلسفۂ مدنیہ' جس کا بانی سقراط تھا ؛ اور افلاطون و ارسطو پیرو تھے -

i—کندی نے فلسفۂ اولیٰ کے متعلق دو کتابیں لکھی ہیں - ایک اِس فلسفے کے طبیعیات پر ہے - اور دوسری میں طبیعیات اور توحید کے علاوہ اور علوم ہیں -

ii—فلسفۂ مدنیہ پر اُس نے ایک کتاب لکھی ہے - جس میں اِس فلسفے کے منطقی' مشکل اور مافوق الطبیعی مسائل بیان کیے ہیں -

iii—اِس سلسلے میں اُس نے بانی فلسفۂ مدنیہ' یعنی سقراط پر اِس قدر لکھا ہے کہ کسی دوسرے شخص پر نہیں لکھا - سقراط پر اُس کے پانچ رسالے ہیں -

iv—ارسطو پر بھی خاص توجہ کی - ارسطو کی آٹھ کتابیں کندی کے اختصار' تشریح اور اصلاح کی بدولت عربی میں منتقل ہوئیں - ارسطو کی تصنیفات کی مقدار ' ترتیب اور اغراض پر رسالہ لکھا - اُس کے قاطیغوریاس کی تشریح کی اور اُن کا مقصد ظاہر کیا -

v—اِس سلسلے میں کندی نے بالمقابل ' اپنے قاطیغوریاس ترتیب دیے -

'' ایرانی فلسفہ '' پر اُس رسالے میں مواد ملتا ہے جو فرقۂ منانیہ کی تردید میں ہے -

'' ہندوستانی فلسفہ '' پر اِن دو رسالوں میں مواد ہے :—

۱—الردّ علی الثنویۃ -

۲—رسالتہ فی افتراق الملل فی التوحید -

اُس نے فلسفۂ '' سکوت '' پر بھی ایک رسالہ لکھا ہے -

(۳) ریاضیات - کندی کے برابر ریاضیات کا جاننے والا اُس زمانے میں کوئی نہ تھا ! اُس کے یہاں ریاضیات کی تمام قسمیں (حساب' ہندسہ' جبر و مقابلہ) بحد کمال ملتی ہیں -

۱—اُس نے ریاضیات کو فلسفہ ' طب' طبیعیات ' نجوم' موسیقی' فلکیات' اور میکانیات' سب میں داخل کیا - آج کل جو ریاضیات کو ہر علم و فن میں داخل کیا جا رہا ہے ' اِس کی ابتدا کندی نے کی تھی ! اُس کا خیال تھا کہ ریاضی کے بغیر کوئی شخص فلسفی نہیں ہو سکتا !

۲—'' حساب '' وہ یونانی اور ہندستانی' دونوں جانتا تھا - یونان کی ارتھمیٹک پر پانچ مقالوں کا رسالہ' اور ہندستانی حساب پر چار مقالوں کا رسالہ ' اُس نے تصنیف کیا ہے -

۳—'' ہندسہ '' اُس کا خاص فن تھا -

(a) اُس نے ابلونیوس کے " مجسمات خمس " پر ایک مستقل رسالہ لکھا -

(b) اقلیدس کی کتاب اِنھیں مجسمات کا مقدمہ ھے - اس لیے اُس کے اغراض واضح کیے - اور اُس پر اصلاح دی ! اقلیدس کا چودھواں اور پندرھواں مقالہ ' چونکہ بعد میں بڑھایا گیا ھے ؛ اس لیے اِن دونوں پر الگ اصلاح دی !

(c) ارشمیدس نے دائرے کے محیط اور قطر کی مقدار میں جو تناسب رکھا ھے' اُس کو ایک علحدہ رسالے میں سمجھایا -

۴ —" جبر و مقابلہ " کا موجد اگرچہ محمدؐ بن موسیٰ خوارزمی ھے ' جو کندی کا ایک معاصر تھا - تاھم کندی نے موسیقی کے دو رسالوں میں جبر سے جو کام لیا ھے' وہ خود محمد بن موسیٰ بھی نہیں لے سکا تھا ! اِس بنا پر موسیقی کے مسائلِ جبریہ کا موجد کندی ھے !

۵ —اُس کی بدولت علم ھندسہ میں " ابعادیات " کا اضافہ ھوا - اِس علم پر اُس نے آٹھ کتابیں لکھی ھیں؛ جن میں سیّاروں' چاند' پہاڑوں کی چوٹیوں ' اقالیم کی مسافتوں' اور تمام نظر آنےوالی چیزوں (معاینات) کے بُعد لکھے ھیں ! اِسی شاخ پر آج کائنات کی سائنٹفک تحقیق کا دارمدار ھے !

۶ —اُسی کی وجہ سے ھندسے میں "کریات" کا اضافہ ھوا - اُس کے آٹھ رسالوں نے زمین اور عالم مادی کے چپٹے ھونے کا نظریہ بدل دیا ! یہ شاخ بھی آج عظیم الشان تحقیقات سے مالا مال ھے ؛ جس میں سب سے بڑا مسئلہ آئنسٹائن کا مسئلۂ اضافیت ھے !

۷ —نہروں وغیرہ کی پیمائش پر اُس نے الگ ایک کتاب لکھی ھے -

اِن تمام باتوں کے بعد؛ اب کندی کے ایک رسالے کا اقتباس پیش کیا

جاتا ہے - اُس نے جس رسالے میں علم ہندسہ کی مشہور کتاب " اسطروشیا " کا مقصود ظاہر کیا ہے ، اُس کا نام " رسالۃ فی اغراض کتاب اقلیدس " ہے ؛ اُس میں وہ لکھتا ہے[1] :—

ان ہذا الکتاب الّفہ رجل یقال لہ ابلینس النجار ، و انہ رسمہ خمسۃ عشر قولاً ، فلما تقادم عہد ہذا الکتاب و انہمل ، تحرّک بعض ملوک الاسکندرانیین لطلب علم الہندسۃ ، و کان علیٰ عہدہ اقلیدس ، فامرہ با صلاح ہذا الکتاب و تفسیرہ ، ففعل ، (و فسّر منہ ثلثۃ عشر مقالۃ) فنسب الیہ - ثم و جد بعد ذٰلک بسقلاوس تلمیذ اقلیدس مقالتین وہی الرابعۃ عشرۃ و الخامسۃ عشرۃ - فاہداہما الیٰ الملک ، و انضافت الیٰ الکتاب ، و کل ذٰلک بالاسکندریۃ -

اِس کتاب کو ایک شخص نے تالیف کیا جو ابلینس نجّار کہلاتا تھا - اور اُس نے ۱۵ مقالے لکھے تھے - جب زمانہ زیادہ گزر گیا اور یہ کتاب طاق نسیاں میں رکھ دی گئی ، تو اسکندریہ کے ایک بادشاہ کو علم ہندسہ سیکھنے کی تحریک ہوئی - اُس کے زمانے میں اقلیدس تھا - اُس نے اقلیدس کو اِس کتاب کی اصلاح اور شرح پر مامور کیا - اُس نے کام انجام دیا ، (اور ۱۳ مقالوں کی شرح لکھی)- اور یہ کام اُسی سے منسوب ہو گیا ! اِس کے بعد اقلیدس کے شاگرد بسقلاوس نے دو مقالے (۱۴واں اور ۱۵واں) پائے - اور بادشاہ کو نذر کیے - وہ بھی کتاب میں ملا دیے گئے- اور یہ سب اسکندریہ میں ہوا -

قفطی نے اُس کی یہ عبارت بھی درج کی ہے :—

قال یعقوب بن اسحاق الکندی فی | یعقوب بن اسحاق کندی نے بعض

1—الفہرست ، ص ۳۷۲ -

بعض رسائله.....ان بعض ملوک
الیونانیین وجد فی خزائن الکتب
کتابین منسوبین الی أبلونیوس
النجّار ، ذکر فیها صنعة الاجسام
الخمسة التی لاتحیط کرة باکثر منها -
فطلب من یفکّ له الکتابین ، فلم
یجد فی ارض یونان من یعلم ذٰلک،
فسئل القادمین علیه من الاقالیم،
فاخبره بعض المسئولین انه رأی
رجلاً بصور اسمه اقلیدس و صنعته
النجارة، یتکلّم فی هذا الفن و یقوم
به - فکاتب الملکُ ملکَ الساحل
یومئذ و سیّر الیه نسخة کتابین
المقدمً ذکرهما - و طلب منه
سؤال اقلیدس عن فکّهما - ففعل ملک
الساحل ذٰلک - و تقدّم الی اقلیدس
به - وکان اقلیدس اعلم اهل زمانه
بالهندسة ، فبسط له امر الکتابین،
و شرح له غرض ابلونیوس فیهما -
ثم و ضع له صدراً للوصول الی معرفة
هذه المجسمات الخمس؛ فقام من
ذٰلک المقالات الثلاث عشرة المنسوبة
الی اقلیدس - و وصله بعد اقلیدس

رسالوں میں لکھا ھے ... ایک یونانی
بادشاہ کو کتاب‌خانے میں دو کتابیں
دستیاب ھوئیں، جو ابلونیوس
نجّار کی طرف منسوب تھیں - اُن
میں اُن پانچ اجسام کے علم کا ذکر
تھا جن سے زیادہ کا کوئی کرہ احاطہ
نہیں کرسکتا - اُس کو ایسے شخص
کی تلاش ھوئی جو دونوں کتابوں کو
حل کرے - یونان میں ایسا آدمی
نہیں مل سکا - اب اُس نے دوسرے
ممالک کے آنے والوں سے ذکر کیا -
ایک نے بتایا کہ صور میں اُس نے
ایک شخص دیکھا ھے جس کا نام
اقلیدس ھے - نجّاری کا پیشہ کرتا
ھے - وہ یہ فن جانتا ھے - بادشاہ نے
اُس وقت کے ساحل کے بادشاہ سے
خط و کتابت کی - اور دونوں کتابیں
اُس کے پاس بھجوادیں - اور
درخوست کی کہ اقلیدس سے اِن کو
حل کرادے - اُس نے تعمیل کی -
اقلیدس اپنے زمانے میں ھندسے کا
سب سے بڑا عالم تھا - اُس نے دونوں
کتابوں کے حال اور ابلونیوس کے

من وصله بمقالتين ، ذكر فيها ما لم يذكره ابلونيوس من نسب بعض هذه المجسمات الخمس الى بعض و رسم بعضها فى بعض - و منهم من ينسب هاتين المقالتين الى غير اقليدس و انهما أُلحِقتا بالكتاب -

مقصد کی تشریح کی - اُس کے بعد مجسمات خمسہ کو جاننے کے لیے ایک آغاز لکھا - یہی وہ ۱۳ مقالے ہیں جو اقلیدس کی طرف منسوب ہیں - اقلیدس کے بعد کسی نے دو مقالے اور ملا دیے ؛ جن میں اِن مجسمات خمسہ کی باھمی نسبتیں ایسی بیان کی گئی ہیں جو ابلونیوس نے نہیں بیان کی تھیں - بعض لوگ اِن دو مقالوں کو اقلیدس کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرتے ہیں ؛ اور کہتے ہیں کہ یہ الحاقی ہیں -

(۴) جغرافیہ - کندی، یونانی جغرافیے میں، بطلمیوس اور ثاوذوسیوس کی کتابوں سے واقف تھا - اُس نے اپنی کتابوں میں نئی تحقیقات درج کر کے اِس علم میں شاندار اضافہ کیا ہے -

۱—اُس نے اِس علم میں ریاضی کی ایک شاخ " ابعادیات " کو داخل کیا - "رسالتہ فی المساکن" اور "رسالتہ فی ابعاد مسافات الاقالیم" اِسی قسم کے رسالے ہیں -

۲—وہ پہلا شخص ہے جس نے شمالی ناروے اور قطب شمالی کے سمندر کی ہم کو اطلاع دی - شمالی ناروے کا ذکر اُس نے تولیہ کے نام سے کیا ہے ، جو بطلمیوس کے جزیرۂ ثولی سے جداگانہ چیز ہے - بطلمیوس کا ثولی "شاصلند" تھا ! اور اِس سے آگے کا اُس کو کچھ پتا نہ تھا ! کندی نے

قطب کے نیچے تک سمندر کی اطلاع دی ؛ جو تیسری صدی هجری کے اوائل میں تلاش و جستجو کا عظیم‌الشان کارنامہ ہے !

مسعودی کہتا ہے [1] :—

ورأیت فی بعض الکتب المضافة الی الکندی و تلمیذہ السرخسی صاحب المعتضد باللّٰہ ان فی طرف العمارة فی الشمال بحیرة عظیمة تحت قطب الشمال - و ان بقربها مدینة لیس بعدها عمارة ، یقال لها تولیة -

اور میں نے بعض کتابوں میں جو کندی اور اُس کے شاگرد سرخسی مصاحب معتضد باللہ سے منسوب ہیں ، یہ دیکھا ہے کہ شمال میں آبادی کے کنارے ، ایک بڑا سمندر ہے ، قطب شمالی کے نیچے ! اور اُس کے قریب ایک شہر ہے جس کا نام تولیہ ہے - اُس کے آگے آبادی نہیں ہے -

۳—کندی نے جزیرۂ صقلیہ کے آتش‌فشاں پہاڑ کا ذکر کرتے ہوئے بعض تاریخی معلومات بھی فراہم کیے ہیں - مسعودی لکھتا ہے [2] :

اطمة صقلیة - و فی هذه الاطمة هلک فرفوریوس صاحب کتاب ایساغوجی و هوالمُدخِل الی کتب ارسطاطالیس فی المنطق - و قد ذکر ذٰلک غیر واحد ممن تقدّم و تأخر ، منهم یعقوب بن اسحاق الکندی و احمد بن الطیب فی اول مختصرہ لکتب المنطق -

سسلی کا اطمہ [3] - اِسی میں فرفوریوس ہلاک ہوا ، جو ایساغوجی کا مصنف تھا - یہ کتاب ارسطو کی منطقی تصنیفات کا راستہ (Entrance) ہے - اِس کا تذکرہ متقدمین اور متاخرین میں سے کئی نے کیا ہے ؛ جن میں یعقوب بن اسحاق کندی ، اور احمد بن الطیب

1—مروج الذهب ، ص ۲۷۵ ، ج ۱ -
2—کتاب التنبیہ والاشراف ، ص ۶۰ -
3—الاَطیمة مَوقِدُ النار - لسان‌العرب ص ۲۸۵ ، ج ۱۴ - یعنی وہ جگہ جہاں آگ روشن ہو -

بھی ھے ' جس نے کتب منطق کے اختصار کے شروع میں اِس کو لکھا ھے -

۴—بطلمیوس نے بحرالھند کا طول ۸ ھزار میل ' اور شمال میں عرض ۱۹۰۰ میل' تسلیم کیا ھے - کندی نے بھی " جزر و مد " والے رسالے میں اِس کی تائید کی ھے - مسعودی لکھتا ھے [1] :—

و ممن ذھب الی ھذا القول ابطلمیوس وغیرہ ممن تقدّم عصرہ و تأخر عنه - و آخر من ذھب الی ذٰلک فی الاسلام یعقوب بن اسحاق الکندی فی رسالة له فی البحار و المدّ و الجزر و غیر ذٰلک ' و تلمیذہ احمد بن الطیب فی رسالة له ایضاً فی منافع البحار و الجبال و الانھار -	اور یہ قول بطلمیوس کا تھا ؛ اور بعض متقدمین اور متاخرین کا - اسلام میں سب سے آخر' یہ خیال یعقوب بن اسحاق کندی نے اُس رسالے میں ظاھر کیا ھے جو سمندروں' اور مد و جزر وغیرہ پر ھے - اور اُس کے شاگرد احمد بن الطیب نے بھی (اِس کو) اپنے اُس رسالے میں لکھا ھے جو سمندروں ' پہاڑوں اور دریاؤں کے منافع پر ھے -

(۵)- علم نجوم - فنی حیثیت سے کندی ' نجوم کے ۹ ستونوں میں ایک تھا ! بونر کہتا ھے [2] :—

"He was numbered among the nine Judices of astrology."

"Judices" لاتینی لفظ ھے - اِس کے معنے تقریباً "Authority" کے ھیں -

1—کتاب التنبیه والاشراف ' ص ۵۱ - 2—انسائیکلوپیڈیا آف اسلام -

۱—وہ پہلا شخص ہے جس نے نجوم کے ظنّیات اور اوہام کو باطل قرار دیا ! اور اِس فن کو صحیح فلکیّاتی پیمایشوں اور اندازوں سے مالامال کرکے، مشاہدے اور تجربے سے حاصل شدہ حقیقتوں پر ، مبنی کیا !

۲—اُس نے اِس علم میں طبیعیات، نفسیات، تاریخ اور طبائع اعداد سے کام لیا -

۳—اُس کے منجمانہ حسابات کی صحت اِس سے ظاہر ہے کہ سنہ ۲۵۷ھ میں اُس نے خلافت عباسیہ کی بقا کے متعلق جو پیشیں‌گوئی کی تھی ؛ وہ بالکل صحیح ثابت ہوئی !

اِس جگہ اُس کے ایک نظریے کا حوالہ دیا جاتا ہے ؛ جس میں ''آفتاب و ماہتاب کا اِس عالم پر اثر'' ظاہر کیا گیا ہے -

مسعودی کہتا ہے [1] :—

و لبطلمیوس......ثم لمن طرا بعد ظهور الاسلام مثل الکندی و بنی المنجم و احمد بن الطیب ...... و غیر هؤلاء ممن عنی بعلوم الهیئة ، علوم کثیرة فی هذا المعنی - و انما ینقل من ذٰلک الی هذا الکتاب لمعاً ، طلباً للاختصار و الایجاز -

اور بطلمیوس...پھر ظہور اسلام کے بعد آنے والوں؛ مثلاً کندی، بنو منجم اور احمد بن الطیب...وغیرہ علماے ہئیت کے، اِس معنے میں بہت سے علوم ہیں - اور اِس کتاب میں اُن میں سے چند تابشیں (جگمگاتی عبارتیں) نقل کی جاتی ہیں ؛ کیونکہ اختصار مدّ نظر ہے -

(۹) موسیقی - کندی نے

(a) علم‌النفس کی مدد سے ، نغموں کی ترکیب پر غور کیا تھا ! اور اِس میں بڑی دقت نظر حاصل کرلی تھی ! غالباً اِس حیثیت سے وہ دنیا

1— مروج الذهب ، ص ۴۴۳ ، ج ۳ -

میں موسیقی کا سب سے بڑا جاننے والا تھا ! فیثافورس کو بھی ایسا کمال حاصل نہیں ہوا تھا !!

(b) اُس نے موسیقی میں ریاضی سے کام لیا ؛ اور موسیقی کے اجزاے جبری متعین کیے -

(c) اُس نے گانے والے باجوں سے ' بولنے والی مشینوں کے لیے راستا صاف کیا -

(۷) طب - کندی اپنے زمانے کا مشہور طبیب تھا - سکتے کے علاج میں دنیا میں اُس سے بڑا کوئی طبیب موجود نہ تھا ! بغداد کے ایک بڑے تاجر کے بیٹے کو سکتہ ہوگیا ' تو لوگوں نے کہا :—

انت فی جوار فیلسوف زمانہ و اعلم الناس بعلاج ھذہ العلّۃ !	تم اُس شخص کے پڑوسی ہو' جو اپنے زمانے کا فلسفی ہے- اور اِس مرض کے علاج کا تمام دنیا میں سب سے بڑا جاننے والا ہے !

اُس نے اِس فن کی متعدد خدمتیں کی ہیں :—

۱—بقراط کی طب پر ایک رسالہ لکھا -

۲—جالینوس کی ادویۂ مفردہ پر جوامع تیار کیے -

۳—طب میں نجوم کو ملاکر ثابت کیا کہ نجوم کی وجہ سے طبی دلائل کتنے قوی ہو جاتے ہیں - اور اِس علم کا فائدہ کتنا بڑھ جاتا ہے !

۴—ایک رسالے میں انسانی جسم کے '' عضو رئیس '' اور عقلوں پر گفتگو کی -

۵—ایک خاص رسالہ ''دماغ'' کی کیفیت پر لکھا -

۶—مرگ مفاجات (Heart failure) کا سبب ایک الگ رسالے میں بیان کیا - میرا خیال ہے کہ وہ اِس کو بلغمی امراض میں شمار کرتا تھا !

۷—بگڑے ہوئے حیوانی جسموں سے '' تناسب حیات '' کا پتا چلایا -

۸—جذام اور اُس کے علاجوں پر رسالہ لکھا -

۹—غذا کو غیر عناصر سے مرتب کر کے ، نیز بگڑی ہوئی غذا سے ''تناسب حیات '' پر استدلال کیا -

۱۰—مرکب دواؤں پر ایک کتاب لکھی ، جس میں دکھایا کہ متناسب اجزا ملنے سے دواؤں کا زور و اثر کس قدر بڑھ جاتا ھے -

۱۱—قرابادین تیار کی -

۱۲—جنون پر ایک رسالہ لکھا -

۱۳—گونگوں کے علاج پر ایک رسالہ لکھا - گونگے دو طرح کے ہوتے ہیں - اخرس وہ ھے جو پیدائشی گونگا ہو ؛ جیسے بہائم - ابکم وہ ھے جو بول تو سکتا ہو؛ لیکن اچھی طرح نہ بول سکے اور نہ جواب دے سکے !

قال الازہری بین الاخرس و الابکم فرق فی کلام العرب - فالاخرس الذی خُلِق ولا نطق لہ کالبہیمۃ العجماء - و الابکم الذی للسانہ نطق وھو لا یعقل الجواب ولا یُحسِن وجہ الکلام[1] -

چونکہ ''اخرس'' میں سلب نطق ہوتا ھے ، اِس لیے اُس کا علاج بہت مشکل ھے ! لیکن کندی نے اِس مشکل کو ''رسالۃ فی اللثغۃ للاخرس'' میں حل کیا ھے! ''لثغہ'' گفتگو میں زبان کے بھاری پن (ثقل اللسان بالکلام) کو کہتے ہیں[2] - اِس رسالے کا منشا یہ معلوم ہوتا ھےکہ اگر ایسی علامت کسی اخرس میں موجود ہو ؛ تو اُس کی صحت کی اُمید ہوسکتی ھے !

(۸) فلکیات میں کندی اپنے زمانے کے تمام علما سے سبقت لے گیا تھا ! اُس نے اپنی تحقیقات سے اِس فن کو ایسی ترقی دی کہ یہ اُس کے الفاظ میں ''الصناعۃالعظمیٰ'' (Great Art) بن گیا !

1—لسان العرب، ص ۳۶۳ ، ج ۷ - 2—ایضاً ، ص ۳۳۲ ، ج ۱۰ -

(i) اُس نے نجوم کو فلکیات سے ملا دیا -

(ii) اِس علم کے حسابات میں ھندسی دلائل سے کام لیا -

(iii) ستاروں کے طلوع و غروب کو ھندسے سے ثابت کیا -

(iv) چھوٹے سیّاروں کا ایک نظام دریافت کیا !

(v) ایک بڑے سیّارے (یوریذس) کا پتا چلایا !

(vi) زھرہ کا گہن اور مدار دیکھا -

(vii) چوٹی والے ستاروں (کوکب‌ذی‌ذؤابہ) پر ایک رسالہ لکھا -

(viii) بطلمیوس کے فلکیات، جداگانہ لکھے -

(ix) مطالع کی نسبت ابسقلاوس کے خیال کی تصحیح کی !

(۹) منطق میں کندی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ھے کہ :

۱—اُس نے اِستخراج کے بجاے ''استقراء'' پر زیادہ زور دیا ! اُس کے توحید والے رسالے میں ' جو منطقی انداز کا ھے ؛ تمام دلائل استقراء پر مبنی ھیں -

۲—اُس نے منطقیات ارسطو میں سے چھے کتابوں کا ترجمہ ' شرح اور خلاصہ کیا -

۳—ایساغوجی کو مختصر کیا -

۴—دو طویل اور مختصر رسالوں میں منطق کا تعارف کرایا -

۵—برھان منطقی پر ایک بڑا رسالہ لکھا -

(۱۰) جدلیات میں کندی نے

(a) ایک خاص انداز بحث کی بنیاد رکھی ھے - اُس نے توحید کے مسئلے کو نفسیات اور تاریخ کے اندر سے نکال کر ثابت کیا ھے کہ وہ تمام انسانوں میں مشترک ' اور بالکل فطری عقیدہ ھے ! اِس طرز استدلال نے ' جو ایک حکیم (سائنٹسٹ) کا ھے ؛ عقل و نقل کی ٹکر روک دی ! اور علم

کلام کا خاتمہ کر دیا ھے ! ردّ تثلیث والے رسالے میں، اُس نے ایساغوجی کی بنیادوں پر، خالص منطقی انداز سے بحث کی ھے - مجادلے اور مناظرے کا رنگ نہیں آنے پایا ھے -

(b) یہ بحث کہ انسانی ''قوت فعل'' فعل سے پہلے موجود تھی، یا ساتھ ساتھ پیدا ہوئی ؟ اُسی کی پیدا کی ہوئی ھے !

(c) اُس کو مختلف مذاھب سے واقفیت تھی- منانیہ ' ثنویہ، نصاریٰ، سوفسطائیہ، ملحدین، متجسدہ ' متکلمین، سب سے اُس نے مباحثے کیے ھیں-

(d) عدل، مبدع اول، فاعل اول اور فاعل مجازی ' اثبات رسالت ' پر اُس نے فلسفیانہ رنگ میں رسالے لکھے ھیں -

(۱۱) کیمیا - کندی پہلا شخص ھے جس نے کیمیا کی نسبت دنیا کے رجحان کو بدلا ! اُس نے ''عمل'' اور ''نظریہ'' کو باھم متحد کر دیا ! جس سے کیمیا نے حقیقی سائنس کی حیثیت حاصل کرلی ! یہ اُس کا نہایت ھی بڑا کارنامہ ھے !

کیمیا کے دو حصے ھیں ' نظری اور تجربی -

۱—نظری کیمیا ' یونانیوں کا فن تھا - اُس سے کندی کو کوئی تعلّق نہیں - وہ اُس سے سخت بیزار تھا - اُسی کے خلاف کندی نے اپنی آواز بلند کی ھے -

۲—تجربی کیمیا ' اھل مصر کا فن تھا - اُن کو فلزکاری، شیشہ و رنگ کی صنعت ' عطر اور ادویات کی تیاری کے متعلق کافی معلومات حاصل تھیں - کیمیا کی اصطلاح بھی مصری لفظ کیمی (Chemi) سے ماخوذ ھے -

کندی نے :

(الف) Al-Chemi میں شیشہ اور رنگ کی صنعت ' زنگ دفع کرنے، کپڑوں کے دھبے دور کرنے ' اور روشنائی بنانے پر رسالے لکھے ھیں -

(ب) طبّی کیمیا میں خوشبوؤں کی تحلیل و ترکیب ' تصعیدات (Sublimations) ' دواؤں اور غذاؤں پر رسالے تصنیف کیے ہیں -

(ج) گیسوں کی کیمیا کے سلسلے میں' ہوا کی اصلاح کرنے والے بخارات اور ایذا رساں رائحوں پر الگ الگ رسالے لکھے -

(د) طبیعی کیمیا میں ' جو اب ایک مستقل شعبہ ہے ؛ اُس نے جوہری کیمیا ' ضیائی کیمیا اور حیاتی کیمیا کی نسبت کئی رسالوں میں اشارات کیے ہیں !

(ہ) جزء لایتجزی کا انکار اور بقاے مادہ کے کلیے پر تجربہ کر کے اُس نے جدید کیمیا کا سنگ بنیاد ' لیوازے (سنہ ۱۷۴۳—۱۷۹۴ع) سے ساڑھے نو سو برس پہلے رکھ دیا تھا ! اِس سے کیمیا "کمّی" (Quantitative) علوم کے زمرے میں داخل ہوا -

(و) اُس نے پراوست (Proust) سے بہت قبل "مستقل تناسبات" پر' ڈالٹن (Dalton) سے پیشتر "ضعفی تناسب" پر ' اور رشٹر (Richter) سے سیکڑوں برس پہلے "وزن معادل" پر اپنے خیالات ظاہر کیے -

(ز) اُس نے پانی میں ڈوبنے والے اجسام پر ایک بڑا رسالہ لکھا -

(۱۲) علم دوربین (Telescopy) - یہ علم ' خاص کندی کا ایجاد کردہ ہے ! تلسکوپ یا تلسکوپی' یونانی لفظ ہے - مگر یونان سے اِس کو کوئی تعلّق نہیں - یونانی اِن چیزوں سے واقف نہ تھے ! سترھویں صدی عیسوی کے شروع میں گلیلیو نے "دوربین" کے لیے یونانی نام "تلسکوپ" تجویز کیا تھا - جو اُس کا خود وضع کیا ہوا تھا !

کندی نے چونکہ اپنی "دوربین" کا کوئی نام نہیں رکھا تھا ' اس لیے اِس علم کا بھی کوئی نام نہ رکھ سکا ! اُس کا وہ رسالہ جو دوربین کی ساخت (Mechanism) پر تھا' اِس نام سے موسوم تھا : "رسالتہ فی عمل آلۃ یعرف بھا

بُعد السعایات"۔ یہ دُوربین کے میکینزم پر دنیا میں سب سے پہلا رسالہ تھا۔

(۱۳) میکانیات (Mechanics)، علم الحیل یا حیلیات میں کندی کے بہت ہی نمایاں کارنامے ہیں - آلات کی ایجاد کے لحاظ سے اُس کا شمار دنیا کے بڑے موجدوں میں ہوسکتا ہے! اُس نے اِس فن پر گیارہ رسالے تصنیف کیے ہیں؛ جن میں بہت سے آلات بنانے کی ترکیبیں، اور اُن کے استعمال کے طریقے لکھے ہیں - وہ دُوربین اور بُعدپیما کا موجد ہے! قمقم نبّاح اور جامعہ بھی اُسی کے دماغ کا اختراع ہیں! اسطرلاب ذات الحلق، رخامہ، ساعۃ، آتشیں شیشے اور ذات الشعبتین پر بھی اُس کے رسالے ہیں۔

اُس نے میکانیات میں بھی ریاضی سے کام لیا! گھڑی کے ڈائل اور ہندسے کی طرح، اُس نے اسطرلاب بھی ہندسے کے مطابق بنایا! اسطرلاب، ارتفاع اور سمت جاننے کا آلہ تھا، لیکن ہندسے کے مطابق نہ تھا!

(۱۴) متفرق علوم میں، کندی نے شعوذۃ (Jugglery)، علم الابعاد (Telemetry)، علم الکریات [1]، صوتیات (Phonetics)، حیاتیات (Biology)، نباتیات (Botany)، علم الکون و الفساد (Cosmology)، استحضار ارواح (Spritualism) [2]، اخلاقیات (Ethics)، فراست (Physiognomy)، انسانیات (Anthropology)، لسانیات (Philology)، علمیات (Epistemology)، علم ترتیب الاغذیۃ (Dietetics)، جواہرات (Jewels)، علم الحشرات (Entomology)، علم الطیور (Ornithology)، سیاسیات (Politics)، عطریات (Perfumeries)، معما (Riddles)، فال (Omens)، بیطاری (Veterinary medicine)، اسپ دوانی (Horsemanship)، عضویات (Physiology)، اضافیت (Relativity) [3]، ماوراء الطبیعۃ

1—یہ درزوں علم اُس کی ایجاد تھے - 2—یہ علم بھی اُسی کی ایجاد تھا -
3—اِس کا بھی وہی موجد تھا -

(Metaphysics)' غسل' تلوار ' پتھر ' ادب اور اِنشا وغیرہ پر بکثرت رسالے لکھے ھیں !

عربی زبان

کندی' عربِ عرباء کی یادگار تھا ! جو عربی زبان کے موجد کہلاتے ھیں ! وہ سہلِ ممتنع لکھتا تھا ! سادہ ' بے تکلف ' برجستہ ' شستہ ' فصیح و بلیغ عبارت ؛ اور بلند مضامین ؛ اُس کی عبارت کے تحلیلی اجزا ھیں ! اُس کے بعض اِقتباسات ھم نقل کر چکے ھیں- یہاں "رسالتہ فی ملک العرب و کمیتہ" سے شروع کی عبارت درج کی جاتی ھے :—

اعانک اللّٰہ علیٰ قبول الحکمۃ' والھمک استشعار الفلسفۃ ' و سھّل لک سبیلھا ' و سلّس لک طرقھا ' و لا أراک مکروھاً برحمتہ ! سألتَ اکرمک اللّٰہ ان اذکر لک الکلام الذی سمعتنی' اُخبر بہ من کتاب اللّٰہ عزّ و جلّ فی علم کمیۃ ملک العرب - و قد اتیتُ من ذٰلک حسب مرضاتک ' و ماظننۃ کافیاً بقدر موضعک من النظر - وانا اسأل اللّٰہ باریء الطبیعۃ و منشیء الخلیقۃ ان یسدّد فھمک و یلطّف ذھنک علیٰ فھم مستورات الحقائق !

خدا حکمت کے قبول کرنے میں تیری مدد کرے' اور فلسفے کو شعار بنانا تجھے الھام کرے' اور اُس کی سبیل تیرے لیے آسان کرے' اور اُس کے راستے تیرے لیے سلیس (ھموار) کرے' اور اپنی رحمت سے تجھے برائی نہ دکھائے ! تونے' خدا تجھے عزت دے' سوال کیا ھے کہ میں تیرے لیے وہ بات ذکر کروں جو تونے مجھ سے سنی تھی ! میں خداے بزرگ و برتر کی کتاب سے سلطنت عرب کی مدت بتاؤں ! اور میں نے تیری مرضی کے مطابق اُس کو یہاں بیان کیا ھے اور اِتنا میرے خیال میں تیرے نظر اور فور

کرنے کے لیے کافی ہے - اور میں اللہ سے سوال کرتا ہوں ' جو فطرت کا خالق اور مخلوق کا موجد ہے' کہ وہ تیری سمجھ کو درست کرے اور مخفی حقیقتوں کی فہم کے لیے تیرے ذہن کو لطیف کرے -

اور زبانیں

کندی ' عربی کے علاوہ ' کم از کم چار زبانیں اور جانتا تھا ! یونانی' فارسی' سنسکرت ' اور سریانی !

ارسطو کی تصنیفات یونانی سے' اور بعض کتابیں سریانی سے ترجمہ کیں - فارسی کا اثر اُس کے بعض رسالوں کے ناموں سے ظاہر ہے؛ مثلاً " رسالة فی تصحیح عمل نمودارات المواليد و الهيلاج و الکتخداه " - سنسکرت کا جاننا اِس لیے یقینی ہے کہ وہ ہندوستان کے مختلف فلسفوں اور ریاضی سے واقف تھا !

اِن میں سے بعض زبانوں میں وہ ایسا ماہر تھا کہ مترجموں کی غلطیاں نکالتا ؛ اور اُن کے ترجموں پر اِصلاح دیتا تھا !

ترجمے کا کمال

کندی' اسلام کے دو سب سے مشہور مترجموں میں کا دوسرا تھا - ابو معشر نے لکھا ہے [1] :

حذاق الترجمة فی الاسلام اربعة' حنین ابن اسحاق و یعقوب بن اسحاق الکندی و ثابت بن قرة الحرانی و عمر بن الفرخان الطبری -	اسلام میں چار حاذق مترجم ہیں - حنین بن اسحاق ' یعقوب بن اسحاق کندی' ثابت بن قرة حرانی' عمر بن فرخان الطبری -

ابن جلجل کا قول ہے [2] :—

1— طبقات الامم ' - 2— عیون الانباء ' ص ۲۰۷' ج ۱ -

و ترجم من کتب الفلسفة الکثیر، و اوضح منها المشکل و لخّص المستصعب العویص -

اُس نے فلسفے کی بہت سی کتابیں ترجمہ کیں - اُن میں سے مشکل کو واضح کیا اور سخت دشوار کتابوں کی تلخیص کی -

شاعری

کندی شاعر بھی تھا - اُس کے سات شعر ابن ابی اصیبعہ نے "کتاب الحکم والامثال" مصنفۂ ابو احمد حسن عسکری سے نقل کیے ہیں - عسکری نے یہ اشعار بہ یک واسطہ ' احمد بن الطیب سرخسی سے روایت کیے ہیں ؛ جو کندی کا مشہور ترین شاگرد تھا - اُس کو خود کندی نے یہ اشعار سنائے تھے -

انشدنی یعقوب بن اسحاق الکندی لنفسه !

یہ اشعار بحر متقارب میں ہیں ؛ اور حکیمانہ ہیں - لیکن میرا خیال ہے کہ یہ "شہرآشوب" کے طور پر لکھے گئے ہیں ؛ اس لیے اِن کی حیثیت سیاسی بھی ہے - ممکن ہے یہ اُس زمانے کی تصنیف ہوں جب کندی معتوب تھا ! وہ کہتا ہے :—

(۱) اناف الذنابی علی الارؤس فغمّض جفونک او نکّس

(طائر کی) دُم ' چند سَروں پر بلند ہے - یا پیچھے چلنے والے ' (یعنی معمولی لوگ) چند رئیسوں کے سر چڑھے ہوئے ہیں - اب (اگر تو یہ حالت نہیں دیکھ سکتا تو) اپنے پپوٹے (آنکھیں) بند کر لے یا سرنگوں ہو جا -

(۲) وضائل سوادک واقبض یدیک و فی قعر بیتک فاستجلس

اور اپنی پرچھائیں (یا شخص) کو چھوٹا کر دے اور اپنے ہات سمیٹ لے - اور اپنے گھر کے تہخانے میں جاکر بیٹھ جا -

(۳) و عند ملیکک فابغ العلو و بالوحدۃ الیوم فاستانس

اور اپنے بادشاہ (خدا یا خلیفہ) کے پاس بلندی ڈھونڈھ - اور وحدت (یا خلوت و تنہا نشینی) سے آج مانوس ہو جا -

(۴) فان الغنٰی فی قلوب الرجال   وان التعزّز بالانفس

کیوں‌کہ بے‌نیازی مَردوں کے دلوں میں (ھوتی) ھے - اور مغرور بننا ، نفوس کے ساتھ (متعلّق) ھے -

(۵) وکاٰیّن تریٰ من اخی عسرۃٍ   غنّی ، و ذی‌ثروۃ مفلس

اور کتنے غریبوں کو تو امیر دیکھے‌گا - اور کتنے امیر ، مفلس نظر آئیں گے -

(۶) و من قائم شخصہ ، میّت   علیٰ انہ بعد لم‌یرمس

اور کتنے اپنے "شخص" کو کھڑا کرنے والے (یعنی زندہ) مردہ ھیں - علاوہ بریں (مزید عبرت کے لیے) یہ ھے کہ وہ ابھی تک دفن نہیں ہوئے ھیں !

(۷) فان تطعم النفس ماتشتھی   تقیک جمیع الذی تحتسی

اگر تو نفس کو وہ چیز کھلائےگا جسے وہ چاھتا ھے ؛ تو وہ تجھے اُس تمام (نئے نئے غم کے گھونٹ) سے بچائے گا جس کو تو پیتا ھے -

جس انداز کے یہ اشعار ھیں ، اُس سے کندی کے شاعرانہ مذاق کا اندازہ ہوا ہوگا - وہ دوسرے شاعروں کے اشعار بھی ، اِسی قبیل کے ، پسند کرتا تھا - اور داد بھی حکیمانہ دیتا تھا ! " کتاب فرائد الدرر " میں ابو محمد عبداللّٰہ بن قتیبہ نے ایک گمنام شخص کا قصہ لکھا ھے ، جس نے کندی کے پاس جاکر کسی شاعر کے یہ دو شعر پڑھے :—

وفی اربع منّی، حلت منک اربع   فما انا ادری ایّھا ھاج لی کربی

میری چار چیزوں میں تیری چار چیزیں حلول کر گئی ھیں -
میں نہیں جانتا کہ اُن میں سے کس نے میرے درد کو اُبھار دیا !

أوجھک في عینی أم‌الطعم فی‌فمی   أم النطق فی‌سمعی أم الحب فی‌قلبی

تیرا چہرہ میری آنکھ میں ، تیرا مزا میرے منہ میں ، تیری بات میرے کان میں ، تیری محبت میرے دل میں ؟ (حلول کیے

ہوئے ہیں، اب بتا! کہ اِن میں سے کس نے میرے عشق میں ہیجان پیدا کیا ہے!)

کندی نے سنا تو یہ داد دی[1] :—

واللّٰہ لقد قسمھا تقسیماً فلسفیاً	خدا کی قسم! فلسفیانہ تقسیم کی ہے -

طرز تحریر

کندی کے طرز تحریر میں

(۱) نفسی تحلیل اور ظاہری ترکیب کے لحاظ سے ارسطو کی جھلک ہے! اُس کا استدلال منطقیانہ اور انداز بیان فلسفیانہ ہے- وہ اپنے خیالات کتابوں اور رسالوں میں ظاہر کرتا ہے - یہی خصوصیتیں ارسطو میں تھیں - اِسی بنا پر ابن جلجل نے کہا ہے [2] :—

احتذیٰ فی توالیفہ حذو ارسطو طالیس -	وہ اپنی تصنیفات میں ارسطو کے قدم بہ قدم تھا -

اِس سے مراد خیالات اور فلسفے کی تقلید نہیں ہے!

(۲) وہ اپنے نظریات کو مفصل اور مجمل، الگ الگ کتابوں اور رسالوں میں بیان کرتا ہے- اِس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ذہین اور کند - ذہن، مصروف اور غیر مصروف، ہر طرح کے آدمی فائدہ اُٹھا سکیں- دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ نئی تحقیقات برابر ہوتی رہتی تھی، اس لیے رسالوں کے لکھنے کا کام بھی ہمیشہ جاری رہتا تھا -

(۳) وہ فصیح و بلیغ عبارت میں اپنے خیالات ظاہر کرتا ہے - معانی کی وسعت اور الفاظ کا اختصار، اُس کی عبارت میں اعجاز پیدا کرتے ہیں - چند اقتباسات جو اصلی لفظوں میں درج کیے گیے ہیں، اور چند شعر اور مقولے، یہ سب میرے دعوے کا ثبوت ہیں -

---

1—عیون الانباء، ص ۲۰۸، ۲۰۹ - 2—ایضاً، ص ۲۰۷، ج ۱ -

(۴) وہ تحلیل (Analysis) کے پیچھے اپنا وقت خراب نہیں کرتا ' بلکہ ترکیب (Synthesis) سے کام لیتا ہے - اِسی لیے اُس کی کتابیں مبتدیوں کے لیے نہ تھیں ؛ اور نہ کودن اُن سے مستفید ہو سکتے تھے - قاضی صاعد کو اُس کی منطقی تصنیفات میں یہی کمی محسوس ہوئی ہے - جس کی اُس نے سخت شکایت کی ہے ! لیکن کندِی اپنے خیالات اور مضامین کی رَو میں ' ایسے لوگوں کی کیا پروا کرسکتا تھا ؟

(۵)—وہ نظریات کے ثبوت میں اپنے " تجربات " لکھتا ہے ! یہ چیز شائد اُس وقت تک علمی دنیا میں روشناس نہیں ہوئی تھی - لوگ منطقی دلائل سے دعوے کو ثابت کرنے کے عادی تھے - صاعد نے اِسی بنا پر اُس کے اکثر رسالوں کی ہجو کی ہے - اُس کو نہ تو کندی کے تازہ خیالات سے اتفاق ہوسکتا تھا ؛ اور نہ اِس جدید طرز استدلال سے ! کیونکہ اُس کے دماغ میں ارسطو اور منطق اور تقلید جامد کے سوا کچھ نہ تھا !

دی بوئر نے کندی کے رسالۂ جزر و مد کی نسبت چند سطریں لکھتے ہوئے ' اِس خصوصیت کی طرف اشارہ کیا ہے :—

"The author tested experimentally the principles of the theory."

(۶)—وہ اپنے سائنٹفک نقطۂ نظر کی وجہ سے' منطقی دلائل میں بھی "استقراء" سے کام لیتا ہے - جس کو بعد میں بیکن نے اہمیت دی ! ارسطو کی استخراجی منطق کا طلسم اُس کے دلائل میں نظر نہیں آتا -

علمی استفتے

کندی کے پاس علمی سوالات آیا کرتے تھے' جن کے وہ جوابات لکھ کر بھیجا کرتا تھا - ایسے استفتے درج ذیل ہیں :—

(۱)—نجوم میں تین آدمیوں نے اُس سے سوالات کیے :—

۱—ابو معشر نے جو دریافت کیا تھا ، اُس کا جواب اِس نام سے بھیجا گیا : " رسالته فی جواب مسائل طبیعیة فی کیفیات نجومیة " -

۲—ایک رسالہ یہ تھا : " رسالته فی مسائل سُئِل عنها من احوال الکواکب " -

۳—ایک رسالہ یہ تھا : " رسالته فیما سُئِل عنه من شرح ما عرض له الاختلاف فی صور المواليد " -

(۲)—طب میں ایک استفتے کا پتا چلتا ہے - اُس کا جواب اِس نام سے گیا : " رسالته الی رجل فی علّة شکاها فی بطنه و یده " -

(۳)—ریاضیّات کے نفع پر کسی نے چند سوالات کیے تھے، اُن کا جواب اِس رسالے میں دیا گیا : " کتاب مسائل سُئِل عنها فی منفعة الریاضیّات " -

(۴)—کندی کے ایک بھائی نے طبیعیات کے چودہ مسئلے پوچھے تھے؛ اُن کا جواب اِس نام سے بھیجا گیا : " رسالته فی جواب اربع عشرة مسئلة طبیعیات سأله عنها بعض اخوانه " -

(۵)—ایک شخص نے تین باتیں دریافت کی تھیں ، جو غالباً طبیعیات سے متعلّق تھیں، مگر اُن میں اور حیثیتیں بھی تھیں - اُن کا جواب اِس نام سے لکھا : " رسالته فی جواب ثلث مسائل سُئِل عنها " -

ناقدین

کندی کے ناقدین میں، قاضی صاعد نے اُس کی " کتاب التوحید " کے دلائل کو سفسطہ اور خطابت سے تعبیر کیا ہے - لکھتا ہے [1] :—

فمن کتبه المشهورة کتاب التوحید، | اُس کی مشہور کتابوں میں کتاب

1—طبقات الامم، ص ۸۲ -

المعروف بغیر الذهب - ذهب به الی مذهب افلاطون من القول بحدوث العالم فی غیر زمان - و نصر هذا المذهب بحجج غیر صحیحة ، بعضها سوفسطائیة و بعضها خطابیة !	التوحید ہے ، جو " دهانِ زریں " کہلاتی ہے - اِس میں اُس نے افلاطون کا مذہب ، " غیر زمان میں حدوث عالم " اختیار کیا ہے - اور اِس مذہب کی ایسی دلیلوں سے تائید کی ہے جو صحیح نہیں ہیں - اُن میں سے بعض سوفسطائی ہیں اور بعض خطابی -

اُس کے جواب میں قفطی ، اِسی کتاب کے متعلّق ابن جلجل کا یہ قول نقل کرتا ہے [1] :—

علی سبیل اصحاب المنطق :	یعنی یہ منطقیانہ انداز کی کتاب تھی -

لطف یہ ہے کہ سفسطے [2] کا اِلزام اُس شخص کو دیا گیا ہے جس نے سفسطے کی تردید میں مستقل رسالہ لکھا تھا !

صاعد نے کندی کے اکثر رسائل کے متعلق یہ راے دی ہے [3] :—

وله بعد هذا رسائل کثیرة فی علوم ظهرت له فیها آراء فاسدة و مذاهب بعیدة من الحقیقة !	اور اِس کے بعد (یعنی اِس کے علاوہ) اُس کے بہت سے رسالے مختلف علموں میں ہیں ، جن میں اُس سے فاسد رائیں اور حقیقت سے دُور مذہب ظاہر ہوئے ہیں -

لیکن بارہ سو برس کے بعد خود زمانے نے ثابت کردیا کہ صاعد کا خیال کس قدر غلط تھا !

1 —اخبار الحکماء - 2—مغالطہ - 3 - طبقات الامم ، ص ۳ ، -

صاعد، کندی کی منطقی تصنیفات کے متعلّق کہتا ہے [1] :—

و منها کتبه فی المنطق - و هی کتب قد نفقت عند الناس نفاقاً عاماً - و قلّما ینتفع بها فی العلوم ؛ لانها خالیة من صناعة التحلیل التی لا سبیل الیٰ معرفة الحق من الباطل فی کلّ مطلوب، الا بها - و اما صناعة الترکیب، و هی التی قصد یعقوب فی کتبه هذه الیها ؛ فلا ینتفع بها الا من کانت عنده مقدمات، فحینئذٍ یمکن الترکیب - و مقدمات کل مطلوب لا توجد الا بصناعة التحلیل - ولا ادری ما حمل یعقوب علیٰ الاضراب عن هذه الصناعة الجلیلة؟ هل جهل مقدارها، او ضَنّ علیٰ الناس بکشفه ؟ و اَیّ هذین کان فهو نقص فیه !

اور اُنھیں میں اُس کی منطقی تصنیفات ھیں - اور وہ ایسی کتابیں ھیں جن کا لوگوں میں عام طور پر رواج ھے - اور اُن سے علوم میں بہت کم فائدہ حاصل ھوتا ھے، کیونکہ وہ تحلیل سے خالی ھیں، جس کا وجود ھر چیز کے صواب و خطا معلوم کرنے کے لیے، ضروری ھے -

رھی ترکیب، جو اِن کتابوں میں یعقوب کے مدنظر ھے، تو اُس سے وھی فائدہ اُٹھا سکتا ھے جس کے پاس مقدمات ھوں ؛ کیونکہ اُسی وقت ترکیب ممکن ھے - اور ھر مقصد کے مقدمات صرف تحلیل سے وجود میں آتے ھیں - میں نہیں سمجھتا کہ یعقوب نے اِس عظیم‌الشان صناعت (تحلیل) سے روگردانی کیوں کی ؟ آیا اُس کے درجے سے ناواقف تھا یا لوگوں کو اُس کے بتانے میں بخل کیا ؟ اِن دو باتوں میں سے جو بھی ھو، یہ بہر حال، اُس کا ایک نقص ھے -

1 — طبقات الامم، ص ۸۲ -

صاعد نے کتاب التوحید ، اورمنطقی کتابوں پر جو اعتراض کیے تھے ، جمال الدین قفطی نے اُن کو یکجا کرکے دُھرا دیا ہے - کہتا ہے [1] -

و کان مع تبحرہ فی العلم یأتی بما یصنفہ مقصّراً - فیذکر مرةً حججاً غیر قطعیّة و یأتی مرةً باقاویل خطابیة و اقاویل شعریة ؛ و اھمال صناعة التحلیل التی لا یتحرر قواعد المنطق الا بھا - فان لم یکن جَھِلَھا فھو نقص عظیم - و ان یکن ضَنّ بھا فلیس ذٰلک من شیم العلماء - و اما صناعة الترکیب التی قصدھا فی توالیفہ فلا ینتفع بھا الا المنتھی الذی ھو فی غنیً عنھا ، بتبحرہ فی ھذا النوع -

علم میں متبحر ہونے کے باوجود ، تصنیفات میں کوتاہی کرتا ہے - کبھی غیر قطعی دلیلیں بیان کرتا ہے - اور کبھی خطابت اور شاعری کی قبیل کی چیزیں لے آتا ہے - تحلیل سے کام نہیں لیتا ، جس کے بغیر منطق کے قواعد لکھے ہی نہیں جاسکتے - تو اگر وہ (تحلیل سے) ناواقف نہ تھا تو یہ بڑی کمی ہے - اور اگر بخل سے کام لیا ، تو یہ علما کا شیوہ نہیں - رہی ترکیب ، جس کا اُس نے اپنی تصنیفات میں التزام کیا ہے ، تو اُس سے صرف منتہی مستفید ہو سکتا ہے ، جو اِس سے بےنیاز ہے ؛ کیونکہ وہ خود اِن چیزوں کا عالم ہوتا ہے -

منطقی کتابوں پر اعتراض کا جواب ، ابن ابی اصیبعہ نے یوں دیا ہے [2] :—

اقول ، ھذا الذی قد قالہ القاضی صاعد عن الکندی ، فیہ تحامل

میں کہتا ہوں ، یہ جو قاضی صاعد نے کندی کی نسبت کہا ہے ، اِس

1 — اخبارالحکماء - 2 — عیون الانباء ، ص ۲۰۸ -

کثیر علیه ! و لیس ذٰلک مما یحطّ من علم الکندی ! ولا مما یصدّ الناس عن النظر فی کتبه و الانتفاع بها -	میں اُس پر بہت بڑی زبردستی ہے- لیکن اِس سے کندی کی عالمانہ شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا ! اور نہ اُس کی کتابوں کے استفادے سے لوگ رُک سکتے ہیں !

علامہ نے جس چیز کو مبہم رکھا ہے ' اُس کی تشریح یہ ہے کہ صاعد درسی کتابیں چاہتا تھا ! جو فارابی نے لکھیں ! اِسی بنا پر صاعد نے فارابی کی کتابوں کی بہت تعریف کی ہے - کہتا ہے [1] :—

ان الفارابی اخذ صناعة المنطق عن
یوحنا بن جیلان......فبذ جمیع
اهل الاسلام فیها و اربی علیهم فی
التحقق بها - فشرح غامضها و کشف
سرها و قرب تناولها و جمع ما یحتاج
الیه منها فی کتب صحیحة
العبارة ' لطیفة الاشارة ' منبهة علی
ما اغفله الکندی وغیره من صناعة
التحلیل و انحاء التعلیم !

مشہور طبیب ' محمد بن زکریا رازی نے کندی کے اِس خیال کی تردید کی ہے کہ معدنی سونے چاندی کے علاوہ ' کیمیاوی ترکیب سے یہ چیزیں نہیں بن سکتیں - اُس نے کندی کے دوسرے نظریات کے رَد میں دو اور رسالے بھی لکھے ہیں !

ثابت بن قرۃ نے مسئلۂ حرکت میں کندی کا رد لکھا ہے -

1—عیون الانباء ' ص ۱۳۶ ' ج ۲-

ابوالعباس عبداللہ بن محمد الناشی نے یونان کے نسب کی نسبت، کندی سے اختلاف کیا ھے - اور اِس سلسلے میں اُس کی ھجو لکھی ھے -

احمد بن الطیب سرخسی نے جزء لایتجزیٰ کے انکار میں کندی کا ساتھ دیا ھے اور اِس پر ایک رسالہ لکھا ھے - اُس نے اور مسائل میں بھی کندی کی تائید کی ھے !

کتب خانہ

کندی کا ذاتی کتب خانہ بہت بڑا تھا - متوکل کے زمانے میں بنو موسیٰ بن شاکر نے اُس کے تعلّقات دربار خلافت سے منقطع کرادیے، تو متوکل نے عتاب کرکے یہ کتب‌خانہ ضبط کرلیا؛ اور بنو موسیٰ کے قبضے میں دے دیا - بنو موسیٰ نے تمام کتابیں اُس کے گھر سے نکال کر ایک مستقل کتب خانے میں رکھیں، جس کا نام ''کندیہ'' رکھا گیا - ابن ابی اصیبعہ کہتا ھے :—

و افردها فی خزانة سمّیت الکندیة -

آلات متحرکہ

کتب‌خانے کی ضبطی کے سلسلے میں '' آلاتِ متحرکہ '' کا نام بھی آگیا ھے ' جو کندی کے مکان میں موجود تھے - یہ آلاتِ رصد تھے ؛ جو اُس کی رصدگاہ کا ایک جزء لاینفک تھے -

رصد گاہ میں دو طرح کے آلات ھوتے ھیں - ایک وہ جو ایک جگہ پر نصب کردیے جاتے ھیں ؛ اور ھٹائے نہیں جاتے - دوسرے وہ جو ھٹائے جاسکتے ھیں ! آلاتِ متحرکہ دوسری قسم میں شامل ھیں - اِن کو بھی بنو موسیٰ نے ضبط کرلیا تھا -

''آلاتِ متحرکہ'' میں بہت ممکن ھے کہ یہ آلات بھی شامل ھوں :—

۱ — دُوربین (تلسکوپ) -

۲ — بُعد پیما -

۳ — اسطرلاب ' ۹ حلقوں والا -

۴—جامعہ -

۵—القمقم النّباح -

۶—ذات الشعبتین -

۷—دو قسم کی گھڑیاں بھی تھیں :—

(۱) ساعة -

(۲) رخامة -

اِن میں نمبر ۱، ۲، ۴ اور ۵ خاص اُس کی ایجاد ہیں ! اور نمبر ۳ اُس کی ترقی دی ہوئی صورت ہے - پہلے ۶ حلقوں کا اسطرلاب نہیں ہوتا تھا -

———

کندی کا فلسفہ

کندی پر

۱—جی ' فلوگل نے ۱۸۵۷ع میں

۲—اے ' ناگے نے ۱۸۹۷ع میں

۳—ایچ ' سوتر نے ۱۹۰۰ع میں

۴—تی ' جے ' دی بوئر نے ۱۹۰۱ع میں

۵—پی ' مانڈونٹ نے ۱۹۱۱ع میں

۶—سی ' دی واکس نے ۱۹۲۳ع میں

جو کچھ لکھا تھا ' اُس کو سامنے رکھ کر انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مضمون-نگار نے کندی کے فلسفے کی نسبت یہ رائے ظاہر کی ھے [1] :—

" Kindi's philosophy is a combination of Aristotelian and Neo-Platonic elements."

یعنی کندی کا فلسفہ ' ارسطوطالیسی اور نوفلاطونی عناصر کا ایک اتحاد ھے !

یہ خیال سب سے پہلے بوئر کے دماغ میں آیا - اُس نے اِس کو بلاثبوت لکھا ھے - اور ھم حوالوں سے اِس کا ثبوت پیش کرتے ھیں -

(۱) کندی نے " کلام فی المبدع الاول " میں یہ دکھلایا ھے کہ دنیا خدائے تعالیٰ کی پیدا کی ھوئی ھے - یعنی "عدم" سے وجود میں آئی ھے -

(۲) اُس نے ذیل کے تین رسالوں

i—کتاب فی الفاعلة و المنفعلة من الطبیعیات الاولیٰ -

1—ص ۳۸۵ ' ج ۱۳ -

۴—جامعہ -

۵—القسقم الملّباح -

۶—ذات الشعبتین -

۷—دو قسم کی گھڑیاں بھی تھیں :—

(۱) ساعة -

(۲) رخامة -

اِن میں نمبر ۱، ۲، ۴ اور ۵ خاص اُس کی ایجاد ہیں ! اور نمبر ۳ اُس کی ترقی دی ہوئی صورت ہے - پہلے ۶ حلقوں کا اسطرلاب نہیں ہوتا تھا -

---

کندی کا فلسفہ

کندی پر

۱—جی ' فلوگل نے ۱۸۵۷ع میں

۲—اے ' ناگے نے ۱۸۹۷ع میں

۳—ایچ ' سوٹر نے ۱۹۰۰ع میں

۴—ٹی ' جے ' دی بوئر نے ۱۹۰۱ع میں

۵—پی ' مانڈونٹ نے ۱۹۱۱ع میں

۶—سی ' دی واکس نے ۱۹۲۳ع میں

جو کچھ لکھا تھا ' اُس کو سامنے رکھ کر انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مضمون-نگار نے کندی کے فلسفے کی نسبت یہ رائے ظاہر کی ھے [1] :—

" Kindi's philosophy is a combination of Aristotelian and Neo-Platonic elements."

یعنی کندی کا فلسفہ ' ارسطوطالیسی اور نوفلاطونی عناصر کا ایک اتحاد ھے !

یہ خیال سب سے پہلے بوئر کے دماغ میں آیا - اُس نے اِس کو بلاثبوت لکھا ھے - اور ھم حوالوں سے اِس کا ثبوت پیش کرتے ھیں -

(۱) کندی نے " کلام فی المبدع الاول " میں یہ دکھلایا ھے کہ دنیا خدائے تعالیٰ کی پیدا کی ھوئی ھے - یعنی "عدم" سے وجود میں آئی ھے -

(۲) اُس نے ذیل کے تین رسالوں

i—کتاب فی الفاعلة و المنفعلة من الطبیعیات الاولیٰ -

1—ص ۳۸۵ ' ج ۱۳ -

ii—رسالتہ فی الفاعل الحقّ الاول التامّ و الفاعل الثانی بالمجاز -

iii—رسالتہ فی الابانۃ عن العلّۃ الفاعلۃ القریبۃ للکون و الفساد فی الکائنات الفاسدات -

میں یہ بتایا ھے کہ آفرینش کے فعل میں ' خدا اور عالَم کے درمیان ' اوپر سے نیچے تک ' بہت سے واسطے ھیں - ھر اعلیٰ چیز اپنے سے ادنیٰ چیز کی علّت ھے - لیکن کوئی معلول ' اُس چیز پر اثر نہیں ڈال سکتا ' جو سلسلۂ وجود میں اُس سے اوپر ھے -

اِن دونوں نظریوں کو ' انسائیکلوپیڈیا کا مضمون نگار اپنے دعوے کے ثبوت میں اِس طرح پیش کرتا ھے :—

"He stresses the unity of God, whose influence on the world he believes to be transmitted through intermediate agencies, the lowest of which is the human soul."

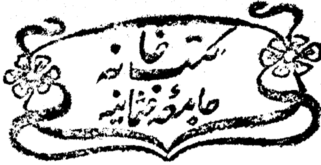
(۳) غالباً کندی کے " رسالتہ فی تقدمۃ المعرفۃ بالاستدلال بالاشخاص العالیۃ علیٰ المسائل " کی بنیاد پر ' بوئر نے ' نظریۂ نمبر ۲ پر متفرّع کرکے یہ بات پیدا کی ھے کہ اگر ھم کسی علّت (مثلاً اجرامِ فلکی) کے تغیّر کا علم رکھتے ھوں ' تو ھونے والے واقعات کی پیشین‌گوئی کرسکتے ھیں -

(۴) اِس کے بعد بوئر نے ایک اور اقتباس دیا ھے ' جس کا ماخذ مجھ کو معلوم نہیں ھوسکا - وہ یہ ھے [1] :—

" اگر ھم کسی ایک ذات کا کامل عرفان حاصل کرلیں ' تو وہ ھمارے لیے ایک آئینہ بن جاتی ھے' جس میں ھمیں تمام عالم کا باھمی ربط نظر آتا ھے - "

یہ کندی کے فلسفے کا ایک رخ ھوا -

1—تاریخ فلسفۂ اسلام ' ص ۱۱۹ -



دوسرا رخ ' بوئر نے اِس طرح پیش کیا ھے ! :—

" کندی اور اُس کے معاصرین کا اصلی فلسفہ ' ریاضی اور فلسفۂ فطرت ھے ! جس میں نوفیثاغورثی اور نوفلاطونی عناصر مخلوط ہوئے ھیں - اُس کے نزدیک کوئی شخص بغیر ریاضی کی تحصیل کے فلسفی نہیں ہوسکتا - "

یہ خیال کندی کے حسبِ ذیل رسالے سے ماخوذ ھے : " رسالتہ فی انہ لاتنال الفلسفۃ الا بعلم الریاضیّات - "

دی بوئر نے فلسفۂ کندی کا تیسرا رخ یہ دکھایا ھے کہ وہ ارسطو کی صدائے بازگشت ھے ! ایک جگہ کہتا ھے [2] :—

" راویوں نے بالاتفاق اُسے اولِ پیروِ ارسطو کہا ھے " -

دوسری جگہ لکھتا ھے [3] :—

" تاہم روایات سے یہ معلوم ہوتا ھے کہ وہ پہلا شخص تھا جس نے اپنی تصانیف میں ارسطو کی پیروی کی ! اور سچ پوچھیے تو یہ قول بےبنیاد نہیں ھے - اُس کی کتابوں کی طویل فہرست میں معتدبہ حصہ ارسطو کے ذکر کا ھے - وہ صرف ترجمے پر اکتفا نہیں کرتا تھا - بلکہ جن کتابوں کا ترجمہ کرتا ' اُن کا دقّتِ نظر سے مطالعہ ' اُن کی اصلاح اور شرح بھی کرتا تھا - بہر حال ارسطو کی طبیعیات اور سکندر افرودیسی کی شرح کا اُس پر گہرا اثر ہوا ھے - اِس کا پتا اِس طرح کے اقوال سے چلتا ھے کہ " دنیا اصل میں بالفعل نہیں' بلکہ بالقوۃ قدیم ھے" - " حرکت دائمی ھے" وغیرہ وغیرہ - اُس زمانے کے فلاسفۂ فطرت اور اخوان الصفا کہتے تھے کہ "حرکت بھی عدد کی طرح دائمی نہیں ھے " -

یہ عجیب و غریب رائے ھے ! کسی مسلمان مصنف نے کندی کی

1—تاریخ فلسفۂ اسلام' ص ۱۱۸ - 2—ایضاً' ص ۱۱۵ - 3—ایضاً' ص ۱۲۳ -

شان میں ایسی گستاخی نہیں کی ہے !! قاضی صاعد سے بڑھ کر اُس کا دشمن کون ہوسکتا تھا ؟ مگر وہ بھی یہ الزام نہیں لگاسکا ! کندی کے " اجتہاد " پر بوئر کا ایمان لانا ' اِس لیے مشکل ہے کہ وہ ایک جگہ لکھ چکا ہے : " وہ ذہن خلّاق نہیں رکھتا تھا " !

بوئر کا خیال کس قدر غلط ہے ؟ اِس کے لیے قدما کی رائیں دو بارہ پڑھ لیجیے' جو اوپر نقل ہو چکی ہیں - یہاں اِس زمانے کے بعض مشاہیر کی رائیں پیش کی جاتی ہیں -

مولانا شبلی نعمانی[1] :—

" یعقوبِ کندی جو اُس کے دربار کا بڑا مترجم تھا ' مسلمانوں میں ارسطو کا ہمپلّہ تسلیم کیا گیا ہے ! ......اُس نے یونانی حکما کی غلطیاں ثابت کی ہیں" -

دوسری جگہ فرماتے ہیں[2] :—

" مامون نے تصنیفاتِ ارسطو کے ترجمے پر یعقوب بن اسحاق کندی کو مامور کیا ؛ جو مختلف زبانوں کے جاننے اور تحقیقاتِ علمی میں عموماً بےنظیر مانا جاتا تھا " -

مرزا محمد بن عبدالوہاب قزوینی[3] :—

" یعقوب بن اسحاق کندی از اعظمِ فلاسفہ و حکما و اشہرِ اطبّا و ریاضیینِ عرب بود - در تبحّر در غالبِ علومِ متداولہ ' و کثرتِ تألیف در بیشتر از فنونِ معمولہ ' در عرضِ ارسطو و شیخ ابوعلی سینا و امثالہما منسوب است " !

جرجی زیدان[4] :—

1—المامون ' ص ۱۶۹ - 2—ایضاً ' ص ۱۲۶ - 3—حواشی چہار مقالہ -
4—تاریخ التمدن الاسلامی' ص ۱۷۳ ' ج ۳ -

" وقد الّف الکندی فی معظّم العلوم الدّخیلة کتباً کثیرة ...... و اکثر هذه الکتب قد ضاع - و یتضّح من مراجعة اسمائها انّ الرجل کان کثیر التضلّع فی هذه العلوم حتیٰ انتقد اصحابها و خطّأهم"-

یہ ہیں وہ باعظمت الفاظ ' جن میں کندی کی شخصیت کو کسی حد تک صحیح طور پر' جلوہ گر کرنے کی کوشش کی گئی ہے !

بوئر نے اپنے دعوے کی تائید میں' جو تصنیفاتِ ارسطو پر توجہ ' اور اُن کی تشریح وغیرہ کو پیش کیا ہے؛ یہ اِس لیے غلط ہے کہ سقراط ' بقراط ' ارشمیدس' اقلیدس' بطلمیوس' سب پر کندی نے تھوڑا بہت لکھا ہے- لیکن کسی مصنّف کی تصنیفات سے اعتنا ' ایسا جرم تو نہیں ہے کہ اُس کی بنا پر اعتنا کرنے والے کو اجتہادی قوّت و بصیرت سے محروم تسلیم کرلیا جائے ! ارسطو کی طبیعیّات کا اثر ' کندی کے جن خیالات میں دکھایا گیا ہے' اُن کا پتا مجھ کو نہیں چل سکا - عالم کے متناہی ہونے کی نسبت ' کندی نے جو خیال ظاہر کیا ہے ؛ شاید اُسی کو غلطی سے بوئر یہاں بیان کردیا ہے ! دوسرا خیال یعنی حرکت کا دوام' ممکن ہے کہ ارسطو سے ماخوذ ہو ؛ مگر مسئلۂ حرکت پر جس جامعیّت کے ساتھ کندی نے لکھا ہے' اُس سے ارسطو کی تصنیفات خالی ہیں -

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مضمون نگار نے ایک بات اور لکھی ہے :-

" He was one of the earliest translators and commentators of Aristotle, but like Fārābī appears to have been superseded by Avicenna."

ہم اِس ہمدردی کے شکرگزار ہیں ! لیکن اِتنا ضرور عرض کریں گے کہ کندی صرف اِسی قدر نہ تھا ! ارسطو کی کتابیں ترجمہ کرنے سے' یہ کہاں لازم آتا ہے کہ وہ نِرا مترجم ہوکر رہ گیا تھا ؟

حقیقت یہ ھے کہ کندی کو ارسطو کے پیمانے سے ناپنا سخت بےانصافی ھے! وہ اِس پیمانے سے نہیں ناپا جاسکتا!! افلاطون و ارسطو کے خیالات میں تطبیق دینا ' یا قدما کی رائیں نقل کرنا ' ایک علمی خدمت ھے ؛ لیکن اِس سے یہ نتیجہ تو نہیں نکلتا کہ کندی اُن پر اعتقاد بھی رکھتا تھا -

کندی کا فلسفہ ' مختلف علوم کے نظریّات کا مجموعہ ھے - اُس کی امتیازی خصوصیّت " تجربہ " اور " عمل " ھے! اِسی لیے ابنِ ندیم نے کندی کو فلاسفہ کے کسی طبقے میں ذکر نہیں کیا ھے - بلکہ جلالتِ شان کی وجہ سے فلاسفۂ طبیعیین کے بالکل دوش بہ دوش اُس کو جگہ دی ھے! کندی نے اپنے فلسفے میں ارسطرخس اور ارسطو ' کوپرنیکس اور گلیلیو ' سر ولیم کروکس اور لیوازے' آئنسٹائن اور اڈیسن ' کو جس طرح یکجا کیا ھے ؛ اُس کا اندازہ آگے کے اوراق میں ھوگا!!

دوربین

(Telescope)

عام خیال یہ ہے کہ دوربین اہلِ یورپ کی ایجاد ہے ! سب سے پہلے تقریباً ۱۶۰۸ع میں ہالینڈ کے تین شخصوں نے ' جن میں ایک جیمس میتھیوس (James Metius) بھی تھا ' اُس کو بنایا - ۱۶۱۲ع میں گلیلیو (Galileo) نے اُس کا نام "تلسکوپ" رکھا ! ہرشل (Herschel) المتوفی ۱۸۲۲ع نے اُس کی خامیاں درست کیں ؛ جس سے وہ موجودہ حالت تک پہنچی ! ۱۸۷۵ع میں ایک دوربین ' پیرس میں ایسی بنائی گئی ' جس سے چاند ۳۰ فرسخ (۹۰ یا ۱۸۰ میل) کے فاصلے پر دکھائی دیتا تھا [1] !

ظاہر ہے کہ ایسی چیز ' نظامِ عالم کا عقدہ کھولنے کے لیے ' کس قدر ضروری تھی ! بطلمیوس پر ' کوپرنیکس کی فضیلت کا راز یہی ہے کہ اِس کے نظام کو' گلیلیو نے دوربین کے ذریعے سے تقویت دی ! لیکن یہ معلوم کرکے بہت سے لوگوں کو حیرت ہوگی کہ میتھیوس سے " ۷۵۰ " سال پیشتر ' کندی نے دوربین ایجاد کرلی تھی ! اور وہ اُس سے رصد میں کام لیتا تھا -

کندی نے اپنے اِس " آئینۂ مناظر " (Object-glass) کا کیا نام رکھا تھا ؟ اِس کا پتا نہیں چلتا - تاہم اُس نے علمِ دوربین (Telescopy) پر جو رسالہ تصنیف کیا تھا ' اُس کا نام یہ تھا : " رسالتہ فی عمل آلة یُعرف بہا بُعْد المعاینات " - یعنی اُس کا رسالہ اُس آلے سے کام لینے میں

1—انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا و دائرۃ المعارف -

جس سے معاینات کا بُعد (دیکھ کر) "پہچانا" جاتا ہے! معاینات وہ چیزیں ہیں، جو نظر آتی ہیں - اُن کا بُعد دکھلانے والا آلہ " نِظارۃ البُعد " یعنی تلسکوپ تھا!

ثابت ستاروں کے چمکدار " بیک گراؤنڈ " پر، متحرک سیارۂ زھرہ کے گول، خوبصورت دائرے کا مشاھدہ، اِس دُوربین کا اھم‌ترین کارنامہ ھے! اِسی سے یہ بھی معلوم ھوا کہ زھرہ نے " ۹۱ " روز میں آفتاب کا زمین کے سامنے والا تقریباً چوتھائی (یعنی نصف کرے کا چوتھائی) حصہ طے کیا - اِس سے زھرہ کی رفتارِ حرکت اور آفتاب کے اِس چوتھائی حصے کی مسافت کا اندازہ بھی ھوا -

اِس کے اور مشاھدات میں آفتاب اور زھرہ کے اجسام میں چھوٹائی بڑائی کا تناسب ؛ اجرامِ فلکی (اور زمین) کا قطبین کے پاس چپٹا ھونا ؛ چار سے زائد عناصر کی دریافت اور جزء لایتجزیٰ کا انکار ؛ ایسے درخشاں کارنامے اور شاندار اکتشافات ھیں ؛ جو قدما کو میسر نہیں آئے !

بُعد پیما

(Telemeter)

دوربین سے اجرام کا صرف فاصلہ ، دکھائی دیتا تھا ؛ لیکن اُس کا اندازہ لگانے کے لیے حساب کی ضرورت پیش آتی تھی - اِس غیر معمولی ایجاد نے یہ ضرورت بھی پوری کردی ! یہ آلہ فاصلے کو ناپ دیتا تھا - اِس قسم کے آلات آج کل بہت سے ہیں -

اِس کے میٹر سے ، پہاڑوں کی چوٹیاں؛ کنوؤں کی گہرائی ؛ نہروں کی چوڑان ؛ سب کے بُعد دریافت ہو جاتے تھے - کندی نے اجرامِ سماوی کے بُعد کا حساب بھی اِسی آلے کے ذریعے سے لگایا تھا - اور زمین سے چاند کے مرکز تک کا فاصلہ اِسی سے ناپا تھا !

جس رسالے میں " بُعد پیما " کے میکینزم اور اُس کے بنانے اور کام لینے کی ترکیبیں بتائی گئی ہیں ، اُس کا نام کندی نے یہ رکھا تھا : رسالتہ فی استخراج آلۃ و عملھا ، یستخرج بھا أبعاد الاجرام " - یعنی اُس کا رسالہ ، اُس آلے کے نکالنے اور اُس سے کام لینے میں ، جس سے اجرام فلکی کے بُعد نکالے (حساب لگاکر معلوم کیے) جاتے ہیں -

---

القُمقُم النَّبّاح

(Barking Bottle)

یورپ میں گانے والے باجوں کی ابتدا ۱۸۵۷ع سے ھوئی - سب سے پہلے "Leon Scott" نے " فونا تو گراف " بنایا - لیکن کندی نے اُس سے ۹۵۰ برس پہلے، اِس قسم کا ایک باجا ایجاد کر لیا تھا !

اب "القمقم النبّاح" کے لفظی معنے سمجھ لیجیے : " قمقم " تنگ منہ کی، تانبے کی ھانڈی کو کہتے تھے؛ جس میں پانی گرم کیا جاتا تھا - اِس کے دوسرے معنے خوشبو کی بوتل کے بھی ھیں - "نبّاح" کے معنے بہت بھونکنے والا - بھونکنا کُتّے کی آواز کو کہتے ھیں - اب دونوں لفظوں کو ملا کر یہ معنے ھوتے ھیں : " وہ بوتل جس سے کُتّے کی آواز نکلتی ھے ! "

اِس باجے کا ' آواز کا صندوق "Sound Box" قمقم کی شکل کا تھا - یعنی بوتل کی طرح ؛ جس کی ساخت پر ' بعض دُوربینیں یورپ میں بنائی گئیں - یا تنگ منہ والی ھانڈی کی طرح ؛ جو بوتل کی بالکل ھمشکل، یا چوپہل، لانبی اور تنگ منہ والی ھوتی تھی - صندوق کے اندر مشین تھی ' جو بہت شور کرتی تھی ! اِسی لیے بعض کتابوں میں اِس کو "القمقم الصیّاح" (Shouter Bottle) کہا گیا ھے ! ابن ندیم نے جو کندی سے نسبتاً قریب تھا ؛ "النّباح" کا لفظ لکھا ھے، جس سے آواز کی کیفیّت بھی معلوم ھوتی ھے -

اب سوال یہ ھے کہ کیا اِس باجے سے کُتّے کی صرف آواز نکلتی تھی،

یا کوئی گانا تھا جس میں گانے والے کی آواز کا اُتار-چڑھاو کُتّے کی آواز سے مشابہ تھا ؟ ہم اِس کا جواب ایک واقعے کے ذریعے سے دینا چاھتے ھیں !

"طرطوشی" ایک مسلمان سیّاح تھا ' جس نے "ڈنمارک" کا سفر کیا تھا ! اُس نے وھاں کے حالات لکھے ھیں - جن کا اِقتباس زکریا قزوینی نے "آثارالبلاد" میں دیا ھے - اُسی میں یہ واقعہ بھی ھے - طرطوشی کہتا ھے [1] -

وقال لم اسمع غناءً اقبح من غناء اھل سلشویق - و ھی دندنة تخرج من حلوقھم کنباح الکلاب و اوحش منه -

میں نے اب تک سلشویق والوں سے زیادہ بُرا گانا کسی کا نہیں سنا - وہ بھن‌بھناھٹ ھے جو اُن کے گلوں سے نکلتی ھے ' جیسے کُتّے بھونکتے ھیں ؛ بلکہ اُس سے بھی وحشت ناک !

چونکہ ھارون الرشید کے زمانے میں ' فرانس کے بادشاہ سے دوستانہ تعلقات قائم ھوگئے تھے؛ اور اھلِ یورپ ' بغداد آتے جاتے تھے؛ کیا عجب ھے' کندی کو سلشویق (Schleswig) والوں میں سے کسی سے سابقہ پڑگیا ھو ! اور اُس نے گانے کے ذریعے سے کندی کی "سامعہ نوازی" کی ھو ! اُسی کو لطیفے کے طور پر کندی نے باجے میں بھر دیا !

اگر یہ صورت تھی' تو " القمقم النبّاح" ایک بولنے والی کَل "Talking Machine" تھی ! وہ گراموفون " Gramophone " تھا - یعنی حرف کی آواز تھی ! جس میں گانوں کی آواز کا اُتار-چڑھاو کُتّے کی آواز سے مشابہ تھا ! اور اگر کُتّے کی محض آواز نکلتی تھی' تب بھی یہ مشین' بولنے والی کلوں کا سنگِ بنیاد تھی ! فوناٹوگراف' فونوگراف' گرافوفون اور گراموفون' سب اِسی کے اصول پر ترقی دے کر بنائے گئے !

1—زانپل ' اخبار امم‌المجوس' ص ۱۲۱ -

اِس باجے اور کُتّے میں ایک اور مناسبت بھی ھے ! ''ھز ماسٹر وایس'' کے اِشتہار اور پوسٹر ' آپ نے دیکھے ھوں گے ! اُن میں گراموفون کے بھونپو (Horn) کے پاس ایک ''کُتّا'' بیٹھا ھوا نظر آیا ھوگا !

کندی نے اِس باجے کا کام' اور استعمال کا طریقہ' ایک رسالے میں بتایا ھے' جس کا نام یہ ھے : ''رسالۃ فی عمل القمقم النّباح'' - تقی الدین راصد نے' بعد کے زمانے میں ''المشبھۃ بالناطق '' کے نام سے جو آلہ ایجاد کیا تھا ؛ میرے خیال میں اُس کی اصل کندی کا یھی آلہ اور رسالہ ھے - جرجی زیدان نے ابجد العلوم کے حوالے سے اِس آلے کا ذکر کیا ھے -

———

جامعہ

(Collector)

" القمقم النبّاح " میں اگر محض کُتّے کی آواز ' یا اُس آواز سے مِلتا جُلتا گانا ' بھرا ہوا تھا ؛ تو صوتیّات (Phonetics) کی مزید تحقیقات نے کندی کو بہت جلد " جامعہ " کی ایجاد کے قابل بنا دیا ؛ جس سے " القمقم النبّاح " کی تکمیل ہوگئی -

جس رسالے میں جامعہ سے کام لینے کا تذکرہ ہے ' اُس کا نام الفہرست میں یوں درج ہے : " رسالتہ فی عمل آلة مُخرِجة الجوامع "- لیکن اِس نام سے مصنف کو بڑی غلط فہمی پیدا ہوگئی ! اُس نے اِس کو منطق کی کتاب سمجھ لیا - اور اِسی لیے " منطقیات " میں اِس کا ذکر کر دیا ! حالانکہ ابن ابی‌اصیبعہ نے اِس رسالے کا نام ' یہ بتایا ہے : "رسالة فی العمل بالآلة المسمّاة الجامعة"- اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ جامعہ ' فن منطق نہ تھا ! بلکہ ایک میکانیکی ایجاد تھی !

کندی کے ایک معاصر ' قسطا بن لوقا نے بھی اِس قسم کے ایک آلے پر ایک کتاب لکھی تھی ' جس کا نام یہ تھا : "کتاب فی عمل الآلة التی تُرسَم علیها الجوامع و تُعمَل منها النتائج " - اِس کا تذکرہ ابن ابی اصیبعہ نے کیا ہے [1] -

اِن ناموں سے "جامعہ" پر یہ روشنی پڑتی ہے کہ وہ ریکارڈ (Record) کی طرح کی کوئی چیز تھی - جس طرح ریکارڈ پر اُٹھی ہوئی

1—عیون الانباء ' ص ۲۴۵ ' ج ۱ -

لکیریں ہوتی ہیں ' اور جب مشین میں وہ لگا دیا جاتا ہے اور سوئی لکیروں پر پہنچتی ہے ' تو گانے کی آواز نکلنے لگتی ہے ؛ ٹھیک اِسی طرح جامعہ میں ''جوامعِ فکریہّ'' (نثر یا نظم' تقریر یا اشعار) نقش ہوتے تھے - ''رَسمْ'' کے معنے اُبھرے ہوئے اثر کے ہیں - ریکارڈ کی اُبھری ہوئی لکیروں کی طرح ' جامعہ کی پلیٹ پر بھی کچھ اُبھرے ہوئے نشانات ہوتے تھے !

''جامعہ'' کو مخرجۃ الجوامع کہا گیا ہے- اُس سے جوامع کس طرح نکلتے تھے ؟ آیا اُس کو القمقم الذبّاح میں لگا کر بجاتے تھے' یا وہ خود مستقل ایک باجا تھا ؟ اِن باتوں کا افسوس ہے کہ ہم کوئی جواب نہیں دے سکتے ! لفظ بہر حال' دونوں صورتوں کو شامل ہے -

———

گھڑی کا ڈایل اور ہندسہ

یونانیوں کے پاس دھوپ گھڑیاں اور ریت کی گھڑیاں عرصے سے چلی آ رہی تھیں - مسلمانوں کے زمانے میں گھڑیوں نے ترقی کی - اور مشین کی گھڑیوں کا رواج ہوا - یہ چھوٹی اور بڑی دونوں طرح کی ہوتی تھیں - بڑی گھڑی سے میری مراد گھنٹا گھر ہے !

(۱) لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِبتدا میں وقت کی گھڑیاں' دھوپ گھڑی کی طرح مسطّح جگہ پر لِٹا دی جاتی تھیں ؛ جس سے اُن کے دیکھنے میں دقت پیش آتی تھی ! کیوں‌کہ اُن کو کسی اونچی جگہ پر چڑھ کر اور جھک کر دیکھنا پڑتا تھا - کندی نے پہلا کام یہ کیا کہ گھڑی کے ڈایل کو افق کے مقابل کردیا ؛ جس سے دیکھنے والوں کو وقت معلوم کرنے میں سہولت پیدا ہوگئی - اُس نے اِس نظریے پر ایک رسالہ لکھا ہے ' جس کا نام یہ ہے :—

''رسالتہ فی عمل الساعات علیٰ صفیحتہ تُنصَب علیٰ السطح الموازی للافق ' خیر مَن غیرھا -

یعنی اوقات کسی صفحے پر بنا کر' اُس کو ایسی سطح پر نصب کرنا' جو افق کے سامنے ہو' یہ اور صورتوں سے زیادہ اچھا ہے -

(۲) ڈایل کی شکل بھی متعیّن نہ تھی - یہ کام بھی کندی ہی نے کیا - اُس نے نصف کرہ کی شکل کے (گول) ڈایل تجویز کیے - اور اِن پر بھی ایک رسالہ لکھا - اُس کے اُس رسالے کا نام یہ ہے :—''رسالتہ فی استخراج الساعات علیٰ نصف کرۃ بالھندسۃ ''- اِس نام کے آخری لفظ کی تشریح آگے آتی ہے -

(۳) چونکہ اُس وقت تک گھڑیوں نے اِتنی ترقی نہیں کی تھی؛ اس لیے اُن کے بنانے کا کوئی اصول نہ تھا - کندی نے اُن کو ھندسی اصول کے مطابق بنایا - گول ڈایل والے رسالے میں ''بالھندسة'' کا یہی مطلب ھے!

(۴) اُس نے ھندسی اصول کے مطابق' پہلا تجربہ ایک خاص قسم کی گھڑی (ساعة) پر کیا تھا؛ مگر پھر اِس اصول کو عام کردیا - ''رخامہ'' ایک قسم کی گھڑی ھوتی تھی' اُس کو بھی اِسی طرح بنایا - اِس پر بھی اُس کا ایک رسالہ ھے :—''رسالتہ فی عمل الرخامة بالھندسة'' -

غرض ڈایل کا رخ' ڈایل کی شکل' اور گھڑیوں کی باقاعدہ ھندسی صورت' جو آج نظر آ رھی ھے' یہ سب کندی کے غور و فکر کا نتیجہ اور اُسی کی ایجاد ھے!

———

حرکت

کندی کے یہاں کواکب کی حرکت ، اجرام ھابطہ کی حرکت ، (زمین کے) جسم ساتر کی حرکت ، غرض تمام اجسام کی حرکت مختلف رسالوں میں بیان ہوئی ہے - اضافی حرکت ، اسراعی حرکت ، ابطائی حرکت ، طبیعی حرکت ، عرضی حرکت ، سب کا اُس کے رسالوں میں ذکر آیا ہے - اِس لیے مسئلۂ '' حرکت '' کندی کے یہاں بہت مکمّل شکل میں موجود ہے -

کندی نے دکھایا ہے کہ

۱—کواکب جب اُفق (نقطۂ اوج) میں ہوتے ہیں تو اُن کی حرکت تیز ہوتی ہے - اور جب زیادہ اونچے (نقطۂ اوج سے دور) ہو جاتے ہیں تو حرکت سست پڑجاتی ہے -

۲—اُس نے سیارۂ زہرہ کی حرکت اور مدار معلوم کیا - اور اُس کو آفتاب کے پاس سے گزرتے ہوئے دیکھا -

۳—اُس نے یہ ثابت کیا کہ کواکب متحیّرہ (عطارد ، زہرہ ، مریخ، مشتری، زحل) کس طرح پلٹتے ہیں -

۴—اُس نے دکھایا کہ اوپر سے جو اجسام نیچے گرتے ہیں، اُن کی رفتار مختلف ہوتی ہے -

۵—اُس نے یہ بھی ظاہر کیا کہ زمین حرکت کرتی ہے -

چونکہ یہ نظریات ، رائج فلسفے کے بالکل مخالف تھے، اِس لیے اِن کی تردید میں وقت کے علما نے قلم اُٹھایا -

(ا)—ایک بحث یہ پیدا ہوئی کہ

" ان المبدعات فی حال الابداع لا متحرکۃ و لا ساکنۃ "

یعنی جس وقت چیزیں پیدا ہوتی ہیں ' اُس وقت نہ وہ متحرک ہوتی ہیں نہ ساکن ! اِس سے مقصود دائمی حرکت کا ابطال اور " سکون " کا محض ایک احتمالی پہلو پیدا کرنا تھا - یہ خیال کندی کے زمانے کے تمام علما کا تھا - اور خود اُس کا شاگرد احمد بن الطیب سرخسی بھی اِسی کا قائل تھا - اور اُس نے اِس مسئلے پر ایک رسالہ بھی لکھا تھا[1] -

کندی نے اِس خیال کی تردید میں ایک رسالہ تحریر کیا ' جس کا نام یہ ہے :

" رسالتہ فی ان الجسم فی اول ابداعہ لا ساکن و لا متحرک ' ظنّ با طل " -

زوزنی نے اپنی نافہمی سے اِس رسالے کا نام غلط لکھا ہے ؛ جو یہ ہے : " کتاب فی الجسم' و انہ لا ساکن و لا متحرک فی اول ابداعہ " - حالانکہ کندی نے اِس خیال کی تردید کی ہے !

(۲)—" سکون " ثابت کرنے کے لیے دوسرا پہلو یہ نکالا گیا کہ حرکت طبیعی و عرضی کے درمیان' سکون کا ہونا ضروری ہے - کندی نے اِس خیال کو بھی غلط قرار دیا - اِس لیے کہ حرکت و سکون کا تصور محض اضافی ہے - نہ حرکتِ مطلق کو ہم سمجھتے ہیں' نہ سکونِ مطلق کو - طبیعی اور عرضی حرکتوں کے درمیان جو وقفہ یا سکون بتایا جاتا ہے' وہ محض خیالی چیز ہے - اگر ایک جسم' زمین پر ساکن نظر آتا ہے؛ تو کیا اُس وقت وہ زمین کی حرکت سے متأثر نہیں ہے ؟ اور کیا تمام عالم کی حرکت کا اُس پر اثر نہیں پڑ رہا ہے ؟

کندی نے جس رسالے میں اپنے اِس نظریے کو لکھا تھا ' اُس کا نام یہ ہے :

1—الفہرست ' ص ۳۶۷ -

" رسالته فی بطلان قول من زعم ان بین الحرکة الطبیعیة و العرضیة سکون " -

زوزنی نے اِس رسالے کا نام بھی غلط لکھ دیا ھے - اُس میں نام یوں ملتا ھے : " کتاب فی ان بین الحرکة الطبیعیة و العرضیة سکون " - حالانکہ یہ وھی عام خیال کی ترجمانی ھے -

(۳) —" سکون " کے لیے تیسری بحث یہ پیدا ھوئی کہ اجرام فلکی اگرچہ اپنے دائروں میں متحرک ھیں' تاھم جب وہ اپنی "ھویت" میں ھوتے ھیں' تو حرکت میں وقفہ پیدا ھوتا ھے - اور یہی سکون ھے !

کندی نے اِس خیال کی بھی تردید کی - کیونکہ اجرام کے مدار یا " ھویت " (Suchness) میں ھونے سے حرکت پر کچھ اثر نہیں پڑسکتا ! حرکت مادے کے لیے لازمی ھے اور مادے کے ساتھ ساتھ وجود میں آتی ھے - اِس لیے مادے ھی کی طرح قدیم ھے ! " ھویت " میں ھونے کے وقت بھی کیا اجرام فلکی ' پورے نظام کی گردش کے اثر سے آزاد ھوجائیں گے ؟

کندی کے اُس رسالے کا نام ' جس میں اِس نظریے پر بحث ھے ؛ یہ ھے :—

"رسالته فی الرّد علیٰ من زعم ان للاجرام فی ھویتھا فی الجوّ توقفات ۔"

(۴)—ثابت بن قرة نے جو کندی کا کسی حد تک معاصر تھا ' سکون کو طبّی حیثیت سے ثابت کرنے کی کوشش کی - یہ کوشش عملی تھی - فلسفیانہ موشگافی نہ تھی - اُس نے دکھایا کہ شریان کی دو حرکتوں کے درمیان' سکون ھوتا ھے - یہ کتاب دو مقالوں میں تھی - ثابت چونکہ کندی کے سامنے کا بچہ تھا ' اِس لیے اُس سے چھپا کر سریانی زبان

میں یہ رسالہ تصنیف کیا - پھر ثابت کے ایک شاگرد نے کندی کی وفات کے بعد، عربی میں اِس کا ترجمہ کیا؛ جس کو ثابت نے اِصلاح دے کر درست کردیا - اور اب وہ شائع ہوا - یہ تمام کیفیت قفطی کی تحریر سے ظاہر ہوتی ہے - کہتا ہے [1] :—

کتابه فی سکون بین حرکتی الشریان - مقالتان - صنف هذا الکتاب سریانیا - لانه اومأ فیه الی الرّد علی الکندی - و نقله الی العربی تلمیذ له یعرف بعیسی بن أسید النصرانی و اصلح ثابت العربی-

اُس کی کتاب، شریان کی دو حرکتوں کے درمیان، سکون پر - دو مقالے ہیں - اِس کتاب کو سریانی زبان میں لکھا - کیونکہ اِس میں کندی کی تردید کی طرف اشارہ کیا تھا - اور اِس کا عربی میں ترجمہ اُس کے ایک شاگرد عیسی بن اسید نصرانی نے کیا اور ثابت نے عربی درست کی-

لیکن جب کتاب سامنے آئی تو معلوم ہوا کہ ثابت خود بھی اپنے دعوے کو ثابت نہیں کر سکا!

یہ راز ابن کرنیب (ابو احمد حسین بن اسحاق) کے اُس رسالے سے کھلتا ہے جو اُس نے ثابت کی تردید میں لکھا تھا! الفہرست میں اِس رسالے کا نام یہ بتایا گیا ہے [2] ؛ "کتاب الرّد علی ابی الحسن ثابت بن قرة فی نفیه وجوب وجود سکونین بین کل حرکتین متضادتین -"

اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ثابت نے ایک پہلو جو یہ نکالا تھا کہ " ہر دو متضاد حرکتوں کے درمیان، دو سکونوں کا وجود واجب نہیں ہے" تو یہ خود عام خیال کی تردید تھی - کیونکہ اُس زمانے کے فلسفی ایسے سکون کا وجود واجب سمجھتے تھے! چونکہ ابن کرنیب نے ثابت کی

1- اخبار الحکماء - 2 - الفہرست، ص ۳۶۷ -

تردید کرتے ہوئے رائج خیال کا اعادہ کر دیا تھا ' اِس لیے اُس کی کوشش کو بےکار قرار دیتے ہوئے قفطی نے لکھا ہے [1] :—

و قد ردّ ابو احمد الحسین بن اسحاق المعروف با بن کرنیب علیٰ ثابت فی هذا الکتاب بعد وفات ثابت بما لا فائدة فیه و لا طائل !	اور ابن کرنیب (ابو احمد حسین بن اسحاق) نے اِس کتاب میں ثابت کی تردید ' اُس کے مرنے کے بعد جس طرح کی ہے ' وہ بالکل بےفائدہ ہے !

شریان کی دو حرکتوں کے درمیان جو سکون بتایا گیا ہے' اُس کا جواب کندی کے نظریے کے مطابق یہ ہے کہ حرکت اور سکون کا تصوّر اضافی ہے - جب سارا کُل متحرک ہے' تو اُس کی حرکت سے ایک جز کس طرح غیرمتأثر رہ سکتا ہے !

کندی نے مسئلۂ حرکت کو اِس قدر ضروری قرار دیا ہے کہ وہ اُس کے قاطیغوریاس میں داخل ہے ! اُس نے متفرق رسالوں میں اِس کو بیان کیا ہے ؛ جن کے نام حسب ذیل ہیں :—

۱—رسالته فی سرعة ما یُروی من حرکة الکواکب اذا کانت فی الافق' و ابطائها کلّما علت -

۲—رسالة فی کیفیة رجوع الکواکب المتحیّرة -

۳—رسالة فی الا جرام الهابطة من العلو و سبق بعضها بعضاً -

۴—رسالة فی البرهان علیٰ الجسم الساتر و ماهیة الاضواء و الاظلام -

(۵)—سیارۂ زهرہ کی حرکت کا ذکر جعفر بن مکتفی باللّٰه (سنه ۳۷۷ھ) کے رسالے میں ہے' جس کا نام یہ ہو سکتا ہے :—

''رسالة ابن المکتفی فی ما حدث من الکواکب ذوات الاذناب فی اوقاتها ' و ما کان من تاثیراتها - '' اِس کا ذکر قفطی میں آیا ہے -

---

1—اخبار الحکماء -

حرکتِ زمین

بطلمیوس کے نزدیک ' زمین ساکن تھی ! اور یہ عقیدہ صدیوں سے بدیہیّات کی طرح ' مسلّم چلا آ رہا تھا - کندی نے اِس کے خلاف آواز اُٹھا کر یہ ثابت کیا کہ زمین بھی اور اجرامِ سماوی کی طرح گردش کرتی ہے!

کندی نے اِس مسئلے پر جس طرح بحث کی ہوگی ' اُس کا ہم کو علم نہیں - البتہ آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اِس بحث میں روشنی اور سایہ (یا رات اور دن) سے استدلال کیا ہے ! اُس نے دکھایا ہے کہ روشنیوں اور تاریکیوں کا سبب یہ ہے کہ ایک جسم درمیان میں حائل ہو جاتا ہے !!

اُس نے جس رسالے میں' اپنے اِس نظریے پر' دلیلیں پیش کی ہیں؛ اُس کا نام یہ ہے : ''رسالتہ فی البرھان علی الجسم السّاتر و ماھیة الاضواء و الاظلام'' - جسم ساتر سے مراد زمین کا وہ حصہ ہے ' جو اُس کی محوری گردش کی وجہ سے ہمارے اور آفتاب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے !

یہ خیال ایسا نیا اور عجیب تھا کہ اُس زمانے کے لوگ سمجھ نہیں سکتے تھے ! رازی (۳۲۰ھ) نے ایک رسالہ لکھا ہے ' جس میں ثابت کیا ہے کہ آفتاب اور ستارے جو غروب ہوتے ہیں' تو اِس کا سبب یہ نہیں ہے کہ ''زمین'' گردش کرکے ہمارے اور اُن کے درمیان آ جاتی ہے ! بلکہ اِس کا سبب آسمان کی حرکت ہے ! رازی کے اِس رسالے کا نام یہ ہے [1]: ''رسالتہ فی غروب الشمس و الکواکب - و ان ذٰلک لیس من اجل حرکة الارض ! بل حرکة الفلک -'' چونکہ ''جسمِ ساتر'' (چھپانے والے جسم) کا نظریہ ' کندی کے علاوہ کسی نے نہیں لکھا ہے؛ اِس لیے میرا خیال ہے کہ رازی کا یہ رسالہ ' کندی ھی کی تردید میں تھا !

1- الفہرست ' ص ۳۲۰ -

اجرام کی کرویت

کندی نے کروں پر سات رسالے لکھے ہیں ؛ جو "کریات" کے نام سے مشہور ہیں - اُن میں اُس نے مادّی عالم ، تمام اجرام ، جرمِ اقصیٰ ، عناصرِ اربعہ ، سمندر کے پانی کی سطح ، سب کو کروی بتایا ہے ! جیساکہ "اضافیت" کے عنوان میں آئے گا - لیکن اِس تحقیقات کے اندر ایک اور پہلو بھی تھا ؛ جس پر صرف اُسی کی نگاہ پڑ سکتی تھی !

"کیا تمام اجرام' بالکل گول ہیں یا قطبین کے پاس کسی قدر چپٹے ہوگئے ہیں ؟ بالفاظ دیگر اُن کی شکل گیند کی ہے یا نارنگی کی ؟"

میرا خیال یہ ہے کہ اگر کندی نے یہ بات اَور رسالوں میں نہیں لکھی ہے ' تو "رسالتہ فی الکریّات" میں ضرور لکھی ہوگی ! کیونکہ اِس نام سے علیحدہ رسالہ لکھنے کی اور کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی ! اُس کو "دوربین" کی وجہ سے اجرامِ سماوی کی شکلیں دیکھنے کی سہولت میسّر تھی ! جس سے اور لوگ محروم تھے ؛ اور سیکڑوں برس بعد تک محروم رہے !

رازی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام یہ ہے [1] :—

"رسالۃ فی فسخ ظنّ من توہّم ان الکواکب لیست فی نہایۃ الاستدارۃ " -

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال رازی سے پہلے "کسی" نے ظاہر کیا تھا کہ "ستارے بالکل گول نہیں ہیں " ! رازی نے اِس خیال کو وہم

1—الفہرست ' ص ۳۲۰ -

قرار دے کر اِس کی تردید کی ! اب سوال یہ ھے کہ یہ ''کسی'' کون تھا ؟ چونکہ دُوربین اور کسی شخص کے پاس نہیں تھی ؛ اس لیے قرین قیاس یہی ھے کہ وہ کندی تھا ! رازی کے اِس رسالے کا نام بروکلمنّ نے نہیں لکھا ھے ؛ جس سے ثابت ھوتا ھے کہ اب یہ موجود نہیں ھے ! ورنہ ممکن تھا ' یہ معلوم ھو جاتا کہ اُس کا روے سخن کس کی طرف ھے ؟

آج کل زھرہ ' مشتری اور زحل کی جو تصویریں مختلف سمتوں سے لی گئی ھیں ؛ اُن سے کندی کی حرف بہ حرف تائید ھوتی ھے ! اُن میں ''زھرہ'' کی پانچ تصویریں ھیں - تین میں یہ سیّارہ' ھلال کی شکل کا ھے- دو تصویروں میں کسی قدر کریّت معلوم ھوتی ھے- ''مشتری'' کی سات تصویریں ھیں - تین ' ۲۵ نومبر ۱۹۲۶ع کو لی گئیں - دو ' ۲۶ نومبر ۱۹۲۷ع کو ؛ اور باقی دو بھی اِسی سنہ میں کھینچی گئیں - ''زحل'' کی گیارہ تصویریں ھیں ؛ جو ۱۹۰۹ع سے ۱۹۲۷ع تک لی گئیں ! اِن سب میں یہ سیّارے ' بالکل کروی نہیں ھیں ! اور یہی کندی کا دعویٰ ھے !

زمانے کی حیرت انگیز ایجادوں کے سبب ' بیسویں صدی میں جو نظریہ ' سیّاروں کی تصویریں لے کر قائم کیا گیا ھے ؛ اُس کو گیارہ سو برس پہلے بیان کر دینا ' کندی کے علاوہ اور کس کا کام ھوسکتا تھا ؟

رفتار نور

(Velocity of Light)

" روشنی ایک معیّن رفتار سے منتشر ہوتی ہے " - یہ نظریہ سب سے پہلے سنہ ۱۶۷۶ء میں Ole Roemer نے پیرس میں ظاہر کیا تھا [1] - لیکن کندی نے اُس سے ساڑھے آٹھ سو برس پہلے اِس نظریے پر مکمل بحث کی تھی !

نور کی رفتار فی میل کتنی ہے ؟ اِس کا معلوم ہونا دو باتوں پر موقوف ہے -

(۱) روشنی یا شعاع اپنے مقام سے چل کر زمین پر کتنی دیر میں آتی ہے ؟

(۲) وہ اپنے مقام سے زمین تک کتنا فاصلہ طے کرتی ہے ؟

کندی نے اِن دونوں باتوں کا پتا لگا لیا تھا !

اِس نظریے کو ثابت کرنے کے لیے وقت اور آفتاب کے بُعد کا معلوم ہونا ضروری تھا - وقت کے لیے تو کندی کے پاس " گھڑی " موجود تھی ! اور بُعد کا پتا وہ " بُعد پیما " سے چلا لیا کرتا تھا ! اُس نے اجرامِ سماوی کے بُعد پر مستقل رسالہ لکھا ہے !

یہ متعیّن طور پر معلوم نہیں کہ اُس کو آفتاب کا بُعد معلوم تھا - تاہم اِتنا یقینی ہے کہ وہ چاند کے بُعد سے واقف تھا ! اُس نے اِس مسئلے پر یہ رسالہ لکھا ہے :— "رسالتہ فی استخراج بُعد مرکز القمر من الارض"- اِس بنا پر ہم کم از کم اِتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اُس نے رفتارِ نور سے

1—انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ، ص ۳۴ ، ج ۲۳ -

متعلق اپنے تجربات کی بنیاد ' مرکزِ قمر کے بُعد ' اور کرۂ زمین کی سطح پر رکھی ہوگی !

آج کل رفتارِ نور کی شرح ۱۸۶۳۳۰ میل فی ثانیہ تسلیم کی جاتی ہے - کندی نے اُس کی کیا شرح مقرر کی تھی ؟ اِس کا ہم کو علم نہیں ! کیونکہ اِس وقت بانکی پور میں اُس کا جو رسالہ شعاعوں پر موجود ہے ؛ اُس کے اقتباسات شائع نہیں کیے گئے ہیں !

بوئر نے کندی کے " اصلاح المناظر " کا جو خلاصہ درج کیا ہے ؛ اُس میں " رفتارِ نور " کا نظریہ ' ضمنی طور پر آگیا ہے ؛ جو بوئر کے الفاظ میں درجِ ذیل ہے [1] :—

"Light takes no time to travel."

اِس سے یہ ضرور اندازہ ہوتا ہے کہ کندی کے نزدیک بھی " رفتارِ نور سے زیادہ رفتار ناممکن ہے ! "

یہاں یہ ظاہر کردینا بھی ضروری ہے کہ بوئر کا بیان کردہ نظریہ ' کندی کا بہت ابتدائی نظریہ ہوگا ! کیونکہ بعد میں اُس نے شعاعوں پر تجربات کر کے وقت کا اندازہ لگا لیا تھا ! جیساکہ " رسالتہ فی فصل ما بین السیر و عمل الشعاع" سے ظاہر ہوتا ہے !! یہ رسالہ خاص اِسی موضوع پر لکھا گیا ہے !

رفتارِ نور کا حساب لگانے کے سلسلے میں " سالِ نوری " کی اصطلاح پیدا ہوگئی - کیونکہ رائج اعداد سے اجرامِ عالم کے بُعد کا حساب نہیں لگایا جاسکتا ! یہ متعیّن طور پر تو معلوم نہیں کہ کندی نے رفتارِ نور سے کوئی اصطلاح بنائی تھی؛ تاہم اِتنا پتا ضرور چلتا ہے کہ اُس نے بھی حسابی سہولتیں پیدا کی تھیں ! اُس کی حساب کی کتابوں میں ایک رسالے کا

1— انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' س ۱۰۱۹ ' ج ۲ -

نام یوں ملتا ہے : ''رسالتہ فی الخطوط و الضرب بعدد الشعیر '' - اِس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر معمولی اور طویل حسابات کے لیے اُس نے چند خطوط (یا نشانات) مقرر کرلیے تھے - ہر خط سے عدد کی ایک خاص مقدار سمجھی جاتی تھی - جس طرح ایک '' سالِ نوری '' ہمارے دس لاکھ سال کے برابر ہوتا ہے ؛ اُسی طرح کندی کا ایک خط ' کسی خاص مقدار پر دلالت کرتا تھا - اِن خطوط کو وہ ضرب دیتا چلا جاتا تھا !

اِسی رسالے میں ایک حسابی عمل '' جَو کے عدد '' کا ہے ! اِس کے دو مطلب سمجھ میں آتے ہیں - ایک یہ کہ '' شعیر '' کے عدد کو ضرب دیا جاتا تھا ! '' شعیر '' کے عدد (۵۸۰) ہوتے ہیں - اس لیے '' شعیر '' ایک اصطلاح تھی ' جس کی وجہ سے آٹھ دھائیوں اور پانچ سیکڑوں کی حساب میں بچت ہوجاتی تھی ؛ اور اِتنا ہی حساب کا عمل کم اور آسان ہوجاتا تھا ! یہ اعداد کا عمل ویسا ہی ہے جیسا کہ اُس نے '' رسالتہ فی ملک العرب و کمیتہ '' میں پیش کیا ہے -

دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جَو کے دانے سامنے ہوتے تھے اور اُن سے ضرب دیتے تھے ؛ جس طرح آج کاغذ یا سلیٹ پر لکھتے جاتے ہیں - یہ طریقہ بھُول سے بچنے کے لیے اختیار کیا گیا تھا - اور غالباً بچوں کو پہاڑے یاد کرانے کے بعد بتایا جاتا تھا - کیونکہ زبانی حساب بعض وقت غلط ہوجاتا ہے - اِس دوسری صورت میں یہ حساب ہماری بحث سے خارج ہے!

بہر کیف ' خطوط ہوں یا عددِ شعیر ' یہ خاص اصطلاحات ہیں ؛ جن کو کندی نے طویل حسابات کے لیے وضع کیا تھا - اجرام کے بُعد کا حساب وہ اِنہیں اصطلاحوں سے لگاتا ہوگا ! بوئر نے اُس کے اعداد و شمار سے گھبراکر لکھا ہے [1] :—

1—تاریخ فلسفۂ اسلام ' ص ۱۱۸ -

" اُس کی تصانیف میں ہندسوں اور حرفوں کے خیالی طلسم اکثر نظر آتے ہیں " -

لیکن بوئر کو مجھ سے زیادہ معلوم تھا کہ اب بھی سائنس کی کتابوں میں اِن " خیالی طلسموں " کی کمی نہیں ہے !

کندی نے رفتارِ نور اور اُس کے حسابات کو حسبِ ذیل رسالوں میں لکھا ہے :—

۱—رسالتہ فی مطرح الشعاع -

۲—رسالتہ فی الشعاعات -

۳—رسالتہ فی فصل ما بین السیر و عمل الشعاع -

۴—رسالتہ فی اخبار ابعاد الاجرام -

۵—رسالتہ فی استخراج بُعد مرکز القمر من الارض -

اِن میں سے دوسرا رسالہ بانکی پور میں موجود ہے -

———

اختلاف مناظر

کندی نے اِس موضوع پر دو رسالے لکھے تھے - ایک رسالہ' اِس نام سے تھا : "رسالتہ فی اختلاف المناظر" - یہ اِس وقت "اصلاح المناظر" کے نام سے موجود ہے ! دوسرا رسالہ خاص "آئینے" کے اختلاف مناظر پر تھا - اُس کا نام یہ ہے : "رسالتہ فی اختلاف مناظر المرآۃ "-

دی بوئر نے پہلے رسالے کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مشرق و مغرب میں پھیلا ہوا تھا - اُس کی بنیاد اقلیدس کے رسالے پر ہے ; جس پر ثاون (Theon) اسکندرانی نے اصلاح دی تھی - اقلیدس کے رسالے کا نام الفہرست میں "کتاب اختلاف المناظر" بتایا گیا ہے' لیکن ثاون کی اصلاح کا ذکر نہیں ہے !

اقلیدس نے اپنی کتاب میں جو غلطیاں کی تھیں; کندی نے اُن کی اصلاح کر کے بصریات (Optics) پر ایک عمدہ کتاب تصنیف کی - جس میں مکمل طور پر اِس علم کو پیش کیا - اُس کا رسالہ اِس علم پر دنیا میں پہلی مکمل اور جامع تصنیف ہے !

بوئر لکھتا ہے :—

"Al-kindi dealt very fully with Optics."

بصریات کی تین قسمیں ہیں -

(۱) طبعی بصریات ' اِن میں نور کی بحث بھی آ جاتی ہے - جس کی طرف کندی نے پہلے اصول میں اشارہ کیا ہے -

(۲) عضویاتی بصریات ' اِن میں نظر کا میکینزم بیان کیا جاتا ہے - اِس ذیل میں کندی کے اصول نمبر ۲ و ۳ آتے ہیں -

(۳) ھندسی بصریات ، اِنھیں پر کندی کا رسالہ مرتب ہے -

کندی کا رسالہ چار اصول پر قائم ھے :—

"In it he dealt with (1) the passage of light in straight lines, (2) the direct process of vision, (3) the process of vision by a looking-glass and (4) the influence of distances and angle of vision on sight along with optical delusions."

یہی چار اصول آج بھی بصریات کی بنیاد ھیں ! پہلا اصول یعنی "نور کی شعاعیں ھمیشہ مستقیم ھوتی ھیں " یونانی ریاضی دانوں کے وقت سے مانا جا رھا ھے - دوسرے اصول پر "Vision" اور تیسرے اصول پر "Mirror" کے عنوان میں ، کتابوں میں ، بحثیں ملیں گی - تیسرے اصول پر کندی نے خود بھی ایک مستقل رسالے میں بحث کی ھے - چوتھا اصول اِس تجربے کی بنیاد پر قائم ھے کہ آنکھ ، بصری آلے کی حیثیت سے ناقص واقع ھوئی ھے ! یہ نقائص زیادہ تر دو قسم کے ھوتے ھیں :

(۱)—کچھ منعطف سطحوں کے انحناء کے باعث پیدا ھوتے ھیں -

(۲)—کچھ اُن منعطف واسطوں کی وجہ سے نظر آتے ھیں ، جن سے روشنی منتشر ھوتی ھے -

ظاھر ھے کہ ایسی سطحوں اور واسطوں میں آنکھ اپنا صحیح عمل انجام نہیں دے سکتی - اِس پر زاویۂ نظر اور مسافتوں کا اثر مستزاد ھے !

اب ھم کندی کا نظریۂ " اختلافِ مناظر " نقل کرتے ھیں - بوئر کہتا ھے[1] :—

1—انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ص ۱۰۱۹ ، ۱۰۲۰ ، ج ۲ -

"According to him light takes no time to travel and vision takes place through a bundle of rays which, sent out from the eye expanding in the form of a cone, embrace the object. While the other four senses receive impressions from things, the sense of sight grasps its object in an active and instantaneous manner."

—— ——

عناصر

امپی ڈوکلس (Empedocles) نے کیمیا کے نظری پہلو پر توجہ کر کے چار عناصر کا نظریّہ پیش کیا تھا - اور لوگوں نے بھی حواس کی معلومات سے یہی نتیجہ نکالا ! عناصر عالم کی دریافت میں' چونکہ کیمیا اور حواس' دونوں کا کام ختم ہوچکا تھا ؛ اِس لیے مزید عناصر کا علم ہزاروں برس تک نہ ہوسکا !

کندی پہلا شخص ھے جس نے کیمیا کے عملی اور تجربی پہلو پر توجہ کی ! اِس کے علاوہ اُس کے پاس دُوربین بھی تھی ! اِن وجوہ کی بنا پر اُس نے " عناصرِ اربعہ " کے نظریے کے خلاف آواز بلند کی ! وہ چار سے زائد عناصر کا قائل ہوا ! !

اُس نے نئے اور پرانے عناصر میں فرق کرنے کے لیے' ایک اصطلاح وضع کی تھی - چار عناصر کو وہ " عناصر اولیٰ" کہتا تھا - یہ لفظ ہم کو ایک رسالے کے نام میں ملتا ھے : " رسالتہ فی الابانة عن انه لیس شیء من العناصر الاولیٰ و الجرم الاقصیٰ غیر کریّ" - اِس میں " اولیٰ" کے لفظ سے یہ ثابت ہوتا ھے کہ وہ اور عناصر بھی مانتا تھا !

اِن نئے عناصر کا پتا ' اُس رسالے سے بھی چلتا ھے جو اُس نے " استحالۂ عناصر " پر لکھا ھے - اُس میں دکھایا ھے کہ

(۱)—آگ ' ہوا ' پانی ' زمین ' کو کیوں تمام زوال-آمادہ کائنات کا عنصر مانا جاتا ھے ؟

(۲)—اِن چاروں عناصر اور اِن کے علاوہ (جو اَور عناصر ہیں ' اُن) میں کیوں استحالہ ہوتا ھے ؟

اربع عناصر کے بعد " وغیرھا " کا لفظ صاف بتاتا ھے کہ اس نے بہت سے نئے عناصر دریافت کر لیے تھے ! عناصر اربعہ کی طرح نئے عناصر میں بھی اُس نے " استحالہ " ثابت کیا ھے - اِس سے ظاھر ھوتا ھے کہ اُس نے کافی غور سے اُن کا مطالعہ بھی کرلیا تھا !

استحالۂ عناصر کا خیال' اُس نے ایک رسالے میں قلمبند کیا ھے ؛ جس کا نام یہ ھے : " رسالتہ فی العلّة التی لھا قیل ان النار و الھواء و الماء و الارض عناصر لجمیع الکائنة الفاسدة و ھی " وغیرھا " یستحیل بعضھا الی بعض" -

افسوس ھے کہ ھم اُس کے عناصر کی تعداد نہیں بتا سکتے - طبّی کتابوں ' اور خاص کر علم ترتیب الاغذیة کی کتابوں ' میں اُن پر بحث ھوگی - ممکن ھے کہ اُس نے اُن کے نام بھی رکھے ھوں -

---

جزء لا یتجزیٰ کا انکار

(MONAD)

آلات نہ ہونے کی وجہ سے قدما ، ایسے اجزا کے قائل تھے ، جن کی تقسیم نہیں ہو سکتی - کندی کے زمانے تک یہ ایک مسلّم عقیدہ چلا آرہا تھا - اُس کے معاصرین میں قسطا بن لوقا بعلبکی بہت بڑا فلسفی تھا ؛ اُس کا اِس موضوع پر ایک رسالہ موجود ہے ؛ جس کا نام عیون الانباء میں یوں ملتا ہے: "کتاب فی الجزء الذی لا یتجزیٰ"[1] - کندی کے بعد بھی یہ خیال قائم رہا - فارابی کا ایک رسالہ "کلام فی الجزء و ما لا یتجزأ"[2] اور ابن ہیثم کا مقالہ "مقالۃ لہ فی ابطال رای من یریٰ ان الاعظام مرکبۃ من اجزاء ، کل جزء منھا لا جزء لہ"[3] - اِسی موضوع پر ہیں - ابن ہیثم نے صرف یہ کیا کہ ہڈیوں[4] کے جزء لا یتجزیٰ سے انکار کر دیا ہے ! اصل مسئلہ اُس کے یہاں بھی فیصل نہیں ہوسکا !

لیکن فارابی اور ابن ہیثم سے بہت پہلے ، اور قسطا کے زمانے میں ، کندی نے جزء لا یتجزیٰ سے انکار کیا ! اُس نے اپنے نظریے پر ایک رسالہ لکھا ، جس میں دکھایا کہ پرانا خیال باطل ہے !

اُس کے رسالے کا نام الفہرست میں یوں ہے :—

"رسالتہ فی بطلان قول من زعم ان جزءاً لا یتجزأ" -

1—عیون الانباء ، ص ۲۴۵ ، ج ۱ - 2—ایضاً ، ص ۱۳۹ ، ج ۲ - 3—ایضاً ص ۹۷ ، ج ۲ - 4—اعظام ، عُظم کی جمع ہو سکتی ہے - جس کے معنے یہاں نہیں بنتے - ہڈی کو عَظم کہتے ہیں - اُس کی جمع اعظم ، عظام اور عظامۃ آتی ہے -

اِس نام سے رسالے کا مقصد اور مبحث صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ زوزنی کا ستم دیکھیے کہ اُس نے رسالے کا نام یوں لکھا ہے: ''کتاب فی الجزء الذی لا یتجزأ''! بدسلیقہ، کم نظر، شرح نویسوں کو کیا معلوم تھا کہ کندی، قدما کے خیالات سے ہٹ کر کوئی نیا نظریہ پیش کر رہا ہے! وہ اِس کو بھی قدما ہی کی آوازِ بازگشت سمجھے! اور نام میں ایسی بُری تحریف کی کہ رسالے کا موضوع ہی بدل دیا!

کندی کو اِس شاندار نظریے میں کامیابی دوربین ایجاد کرلینے کے بعد ہوئی ہوگی! جس کے شیشوں میں بہت ہی چھوٹا اور دور کا ذرہ، بہت بڑا اور قریب نظر آتا ہوگا! اِسی لیے کندی ایسے اجزا کی تقسیم کا قائل ہوا جو بادیء النظر میں ناقابل تقسیم نظر آتے ہیں!

اِس دریافت سے سائنس کی دنیا میں اکتشافات کا جو نیا دروازہ کھلا ہے، اُس کا کھولنے والا یقیناً کندی تھا!

آسمان کا رنگ

یہ مسئلہ ایک دوسرے مسئلے پر مبنی ہے ؛ اِس لیے کندی نے ایک رسالے میں پہلے اُس پر بحث کی - اُس رسالے کا نام یہ ہے :— ''رسالة فی الجرم الحامل بطباعه اللون من العناصر الاربعة والذی ھو علّة اللون فی غیرہ '' - اِس بحث کا حاصل یہ ہے کہ عناصرِ اربعہ میں سے بعض اجسام فطرتاً رنگین ہیں - مثلاً بعض ذرّے سرخ اور بعض سیاہ ہوتے ہیں - اور یہ رنگ اُن کا قدرتی ہوتا ہے - لیکن بعض اجسام بےرنگ ہوتے ہیں - اُن میں بعض اوقات جو رنگ نظر آتا ہے اُس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کسی رنگین جسم کا اُن پر عکس پڑتا ہے - اور سمت ' زاویۂ نگاہ ' روشنی ' وغیرہ کے اثر سے وہ بھی رنگین دکھائی دیتے ہیں ؛ حالانکہ وہ رنگین نہیں ہوتے !

یہ ثابت کرنے کے بعد ' کندی نے دوسرا رسالہ آسمان کے رنگ پر لکھا - اُس کا نام یہ ہے :— ''رسالة فی علّة اللون اللازوردی الذی یُری فی الجوّ فی جهة السماء ' و یُظَنّ انه لون السماء - '' یعنی لاجوردی رنگ ' جو فضا میں ' آسمان کی طرف نظر آتا ہے ؛ اور جس کو آسمان کا رنگ سمجھا جاتا ہے؛ اُس کی علّت کیا ہے ؟

یہ دونوں رسالے اِس وقت موجود ہیں - دوسرا رسالہ چھوٹا ہے - اِس کی عربی اصل' موجود نہیں ہے- کندی کی اور اہم تصنیفات کی طرح اِس کا بھی لاتینی ترجمہ موجود ہے - بوئر نے اِس کا خلاصہ یوں کیا ہے [1] :—

1—انسائیکلوپیڈیا آف اسلام' ص ۱۰۲۰' ج ۲ -

"this colour is not really special to the heavens, but arises from the mixture of the darkness of the sky with the light of the atoms of dust, vapour, etc., in the air illuminated by the light of the sun."

اِس کا مطلب یہ ھے کہ آسمان کا کوئی رنگ نہیں ! رنگ کی عدم موجودگی کو تاریکی "Darkness" یا سیاھی "Blackness" کے لفظ سے تعبیر کرتے ھیں - آسمان کی تاریکی ؛ اور ھماری فضا میں خاک اور بخار وغیرہ کے جو ذرات جمع رھتے ھیں' جن میں بعض سرخ اور سیاہ بھی ھوتے ھیں ' اُن کی کثافت سے جو رنگین روشنی پیدا ھو جاتی ھے وہ ؛ پھر آفتاب کی روشنی سے فضا میں جو روشنی پیدا ھوتی ھے وہ ؛ یہ سب (آسمان کی تاریکی' ذرات کی رنگین روشنی' اور فضا کی روشنی) منعکس ھوکر جو رنگ پیدا کرتے ھیں ' اُس کا نام لاجوردی رنگ ھے - اِس لیے یہ لاجوردی رنگ جو آسمان کی جانب دکھائی دیتا ھے ' آسمان کا نہیں ھے ! بلکہ ھماری فضا کا ھے -

اِسی سلسلے میں جدید خزانۂ علمی کا یہ اِقتباس ملاحظہ ھو[1] :—

"It is evident that the normal blue is more or less diluted with extraneous white light, having its origin in reflections from the grosser particles of foreign matter with which the air is usually charged."

کیا آسمان کے رنگ کی یہ تھیوری' کندی کے نظریے کے علاوہ کچھ اور بھی ھے ؟ اور کیا موجودہ تحقیقات ایک انچ بھی اُس سے آگے بڑھ سکی ھے ؟ چونکہ کندی کے رسالے کا لاتینی ترجمہ موجود ھے ' اِس لیے مجھے یہ کہنے کا حق ھے کہ اُس کا نظریہ بجنسہ قبول کر لیا گیا ھے ! لیکن چالاکی یہ ھے کہ اُس کا نام نہیں لیا جاتا !

1—انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا ' ص ۷۶۳' ج ۲۰ -

انحنائے کائنات

(World Curvature)

قدما کا اعتقاد تھا کہ زمین چپٹی ہے - سطح زمین کا تھوڑا سا حصہ جس کا اُنھیں علم تھا ، اُس کو مستوی نقشے پر ، بلا کج و خم ، اُتار لیتے تھے - اور اِسی کے مطابق " تسطیح کرہ " کا تخیل قائم تھا - کندی نے بھی اِس موضوع پر " رسالۃ فی تسطیح الکرۃ " کے نام سے ایک تحریر چھوڑی ہے - لیکن چونکہ اُس کے نزدیک عالم کا ہر جسم کروی ہے ، اس لیے زمین کی تسطیح (یا تسطیح الکرۃ) سے اُس کو اتفاق نہیں ہے !

جو غلط فہمی زمین کے متعلق قدما کو ہوئی تھی ، وہی عالم کے متعلق بھی ہوئی - یعنی فضا اور زمانے کا مستوی ، اقلیدسی نظام قائم کیا گیا - لیکن چونکہ کندی نے "تسطیح الکرۃ" کے نظریے سے انکار کرکے زمین کو کروی تسلیم کیا تھا ، اس لیے اُس نے اپنے نظریے کو وسعت دے کر پورے عالم پر چسپاں کر دیا ! اُس نے فضا اور زمانے کو غیر اقلیدسی قرار دے کر انحنائے فضا (Space Curvature) اور انحنائے کائنات (World Curvature) کا تصور قائم کیا ! جو اُس زمانے میں بہت بعیدالفہم تھا - اُس نے مادی عالم ، اِس عالم کی ہر چیز ، عناصر اولیٰ ، جرم اقصیٰ ، سب کو کروی تسلیم کیا ہے - اُس نے ایک رسالے میں سمندر کے پانی کی سطح کو بھی کروی قرار دیا ہے - اُس کے نزدیک نہ صرف یہ چیزیں کروی ہیں ؛ بلکہ اِن کا کروی ہونا ضروری ہے !

نظام عالم

اگرچہ بطلمیوس اور کوپرنیکس کی طرح ' کندی کے نام سے کوئی نظام موجود نہیں ھے ؛ تاھم اِس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اِن دونوں نظاموں کی بیچ کی کڑی تھا ! اُس کا پیشرو ' اِس معاملے میں صرف ارسطرخس (Aristarchus) ھوسکتا ھے' جس نے سنہ ۳۰۰ ق م میں آفتاب کو نظامِشمسی کا مرکز مانا تھا - لیکن اُس کا نظریہ بےالتفاتی کے نذر ھوگیا - اور اُس کے نام سے کوئی نظام نہیں چلا !

کندی نے زمین کو متحرک مان کر ' اور اجرام فلکی کی حرکات کا دُوربین سے اچھی طرح مشاھدہ کرکے' نظام عالم کی حقیقت کا عقدہ کھول دیا ! بطلمیوس کے پاس دُوربین نہ تھی' اس لیے وہ اِس عقدے کو حل نہ کرسکا !

کندی نے ایک رسالے میں' جس کا نام غالباً "رسالة فی افعال الاشخاص العلوية و الاجسام السماوية فی ھذا العالم" ھوگا ' سیارۂ "زھرہ" کے کسوف کا تذکرہ کیا ھے- یہ کسوف خلیفۂ معتصم کے زمانےمیں' ۱۹- رجب سنہ۲۲۵ھ کو نظر آیا - یہ معلوم ھوتا تھا کہ آفتاب کے درمیانی حصے کے قریب ایک سیاہ نکتہ ھے ! اِس تمام تفصیل کو شاھزادہ جعفر بن مکتفی باللہ نے اپنے ایک رسالے میں لکھا ھے جو " دُمدار ستاروں کے اثر " پر ھے - شاھزادے کا زمانہ سنہ ۲۹۴—۳۷۷ھ ھے - اُس کی تحریر قفطی نے نقل کی ھے - جس میں جستہ جستہ کندی کے اقتباسات بھی ھیں - وہ لکھتا ھے [1] :—

و فی سنة خمس و عشرين و مائتين فی خلافة المعتصم ظهرت فی	اور سنہ ۲۲۵ھ ' خلافت معتصم میں' آفتاب میں ایک سیاہ نکتہ ' اُس کے

1— زوزنی ' ص ۱۵۶ -

الشمس نکتۃ سوداء قریب من وسطہا- و ذٰلک فی یوم الثلاثاء التاسع عشر من رجب سنۃ خمس و عشرین و مائتین - فلما کان بعد یومین من ہذا التاریخ و ذٰلک بعد احد و عشرین یوماً من رجب حدثت الحوادث!

درمیانی حصے کے قریب ' ظاہر ہوا - یہ منگل کا دن ' ۱۹ - رجب سنہ ۲۲۵ھ تھا- اِس تاریخ کے دو دن یعنی ۲۱ - رجب کے بعد ' واقعات رونما ہوگئے -

یہ تمہید جو اُس نے اختیار کی ہے ' میرے نزدیک کندی کی ہے -
اِس کے بعد وہ کندی کے نام سے یہ عبارت لکھتا ہے :—

و ذکر الکندی أنہا لبثت ہذہ النکتۃ فی الشمس احداً و تسعین یوماً و مات المعتصم بعدہا -

اور کندی نے ذکر کیا کہ یہ نکتہ' آفتاب میں اکیانوے دن باقی رہا - اور معتصم اِس کے بعد مرا -

اِس کے بعد یہ عبارت ہے ' جو میرے خیال میں کندی کی ہے :—

و قد کان ایضاً طلع کوکبان من کواکب الاذناب قبل موت المعتصم ' کما طلع منہا جماعۃ قبل موت الرشید -

اور دو دُمدار ستارے ' معتصم کی موت سے پہلے بھی طلوع ہوئے تھے ; جسطرح رشید کی موت سے پہلے بہت سے دُمدار ستارے نکلے تھے !

اب پھر وہ کندی کے نام سے یہ عبارت لکھتا ہے :—

و ذکر الکندی ایضاً ان ہذہ النکتۃ کانت کسوف الزہرۃ للشمس و لصوقہا بہا ہذہ المدّۃ المذکورۃ -

اور کندی نے یہ بھی ذکر کیا کہ یہ نکتہ ' زہرہ کا آفتاب سے کسوف تھا - اور اِس بیان کی ہوئی مدت (۹۱ دن) میں زہرہ ' آفتاب سے ملصق رہا -

اِس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کندی' زہرہ کی حرکت آفتاب کے گرد تسلیم کرتا ہے ! زہرہ کا مدار ' عطارد کے علاوہ ' سب سیاروں

کی بہ نسبت آفتاب سے قریب ہے - اور اگرچہ اُس کا مدار تقریباً مدوّر ہے ؛ اور مدوّر مدار میں نقطۂ اوج کی تعیین مشکل ہوتی ہے ؛ تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ اکیانوے دن تک وہ آفتاب کے قرص کے وسط میں سیاہ نکتے کی طرح نظر آیا -

کندی نے اُس کا مشاہدہ ' زمین پر سے کیا تھا ؛ جہاں انسانی حواس کے احساسات اضافی ہیں ؛ اس لیے ایسا معلوم ہوا کہ کرۂ آفتاب پر کوئی چیز چپک گئی ہے - اِس چپکنے کا مطلب یہ ہے کہ اِتنے دنوں تک زہرہ کی گردش ' آفتاب کے اُس نصف حصے کے سامنے رہی ' جو زمین کے سامنے پڑتا تھا - اُس کے بعد گردش کا رخ بدل گیا - اور سیارہ ' کسوف سے چھوٹ کر نظر سے اوجھل ہوگیا -

اب اِس کے بعد ' کندی کے اُس رسالے کے مضمون پر غور کرنا چاہیے جس میں کواکب کی حرکت پر بحث ہے - اُس نے دکھایا ہے کہ ستارے جب تک افق (اوج) میں ہوتے ہیں ' اُن کی حرکت تیز ہوتی ہے - کیونکہ اوج وہ نقطہ ہے جو آفتاب سے قریب تر ہوتا ہے ' اس لیے وہاں آفتاب کا تجاذب غالب ہوتا ہے - اِس کے برخلاف جب ستارے بلندی (حضیض) میں پہنچ جاتے ہیں ' یعنی نقطۂ اوج سے دُور نکل جاتے ہیں ' تو اُن کی حرکت دھیمی ہوجاتی ہے - کیونکہ نقطۂ حضیض آفتاب سے دُور تر ہوتا ہے ' اس لیے وہاں آفتاب کا تجاذب نسبتاً کم ہوجاتا ہے -

اِس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ کندی ' تمام سیّاروں کی گردش کا مرکز آفتاب کو قرار دیتا ہے !

کندی ' زمین کی حرکت کا بھی قائل ہے ؛ اور اُس کے " جسمِ ساتر " کو غروبِ آفتاب کا سبب قرار دیتا ہے - اِس سے زمین کا آفتاب سے کچھ تعلّق ضرور معلوم ہوتا ہے - کیونکہ جب تمام سیّاروں کی نسبت کندی کا

رجحان وہی ہے ' تو زمین کو مستثنیٰ کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی -

اِن خیالات سے کم از کم اِتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ کلدی ' نظام بطلمیوسی کے خلاف تھا ! وہ اپنا ایک الگ نظام بنا رہا تھا ' جو شاید مکمل طور پر بن نہ سکا ! شاید کا لفظ اس لیے ہے کہ ہمارے پاس اُس کی کوئی تصنیف موجود نہیں ہے - تاہم اِتنا کہے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ کلدی کے اِس نامکمل نظام نے' نظام بطلمیوسی کی عمر نصف کردی ہے ! یعنی ۱۴۰۰ برس کے بجائے سات سو برس !

عالم کی وسعت

دُوربین کے مشاہدات نے کندی کے عالم کو ' اُس عالم سے زیادہ وسیع کردیا ھے' جو اُس سے پہلے مانا جاتا تھا !

اِن مشاہدات میں دو نہایت اہم اصولی اکتشافات ھیں :—

۱—اُس نے سنہ ۲۲۲ھ میں سیّارۂ یوریلنس (Uranus) کا پتا چلالیا - جس سے نظام شمسی کی برادری میں ایک معزز رکن کا اِضافہ ہوگیا ! اب تک قدما کے نظریے کے مطابق ''سبع سیّارہ'' سے مراد آفتاب ' ماهتاب ' عطارد ' زهرہ ' مریخ' مشتری اور زحل تھے - کندی کے نزدیک آفتاب و ماهتاب کو چھوڑ کر' ایک ''نئے نظام'' کے مطابق حسب ذیل سات سیارے ھیں : عطارد ' زهرہ ' زمین ' مریخ ' مشتری ' زحل' یوریلنس ! اور اگر آفتاب و ماهتاب کو بھی ملا لیا جائے تو سیّاروں کی تعداد نو هو جاتی ھے -

یوریلنس کی دریافت کا فخر ' یورپ والوں میں' هرشیل (William Herschel) کے حصے میں آیا تھا - اُس نے سنہ ۱۷۸۱ع میں اِس سیّارے کا پتا لگایا تھا - لیکن کندی نے اُس سے ۹۴۵ سال پہلے دُوربین کی مدد سے یہ سیّارہ دیکھ لیا ! اور اُس پر ایک مستقل رسالہ لکھا ؛ جس کا نام یہ ھے : '' رسالتہ فیما رُصِدَ من الاثر العظیم فی سنة اثنتین و عشرین و مائتین للهجرة -'' چونکہ کندی نے اِس کو ''بڑا ستارہ'' کہا ھے' اِس لیے یہ یوریلنس هی هو سکتا ھے ! کیونکہ اُس کو چار چاند روشن کرتے ھیں ! عطارد ' زهرہ ' مریخ ' مشتری اور زحل کو هر نجومی پہچانتا تھا !

اِس لیے ظاهر ھے کہ یہ ستارہ اُن کے علاوہ ہوگا ! اور چونکہ زحل کے اوپر یورینس ھی کا دائرہ پڑتا ھے ' اِس لیے یہ بھی ظاهر ھے کہ اِس ستارے سے اُس کے علاوہ کوئی دوسرا ستارہ مراد بھی نہیں ھو سکتا !

یورینس کے علاوہ ایک اِمکان یہ بھی ھے کہ یہ کسی دوسرے نظام کا سیّارہ یا آفتاب ھو ! لیکن یہ دُوربین کے شیشوں کی قوت پر منحصر ھے ؛ اور ھم کو معلوم نہیں کہ کندی کی دُوربین میں اِتنی قوت تھی !

۲—دوسرا سیّارہ جو اُس کو نظر آیا ' وہ کم از کم "Ceres" تھا - اِس چھوٹے سیّارے کا دائرہ ' مریخ اور مشتری کے دائروں کے بیچ میں ھے ! اِس کو سنہ ۱۸۰۱ع میں Piazzi نے دریافت کیا تھا - لیکن کندی نے اُس سے ایک هزار سال پہلے اِس کا پتا چلا لیا تھا ! اُس نے اپنی اِس دریافت کی تاریخ نہیں دی ھے - کیونکہ اِس کو اهم نہیں سمجھا ھے - یہ سیّارہ گھومتے گھومتے زمین کے محاذ میں آگیا تھا - پھر اُس کی گردش کی سمت بدل گئی ؛ اور وہ رفتہ رفتہ ماند ھوکر نظروں سے اوجھل ھوگیا ! کندی نے اِس کا بیان " رسالتہ فی الکوکب الذی ظهر و رصدہ ایاماً حتیٰ اضمحلّ" میں کیا ھے - اِس دریافت سے اُس کو "چھوٹے سیّاروں" کا ایک قافلہ سالار هاتھ آگیا - اُس نے بہت سے سیّارے اِس کے قرب و جوار میں دیکھے ؛ اور اُن کو حسب ذیل رسالے میں قلمبند کیا : " رسالتہ فی الاثر الذی یظهر فی الجوّ ' ویسمیٰ کوکباً " - ممکن ھے کہ "رسالۃ فی النجوم" "رسالۃ فی الفلک و النجوم" اور " کتاب فی الصناعۃ العظمیٰ" میں بھی اِن کا ذکر آیا ھو - یہ چھوٹے سیّارے' اب تک ایک هزار سے زائد دریافت ھوچکے ھیں !

یورینس کی طرح' چھوٹے سیّاروں کے ایک نظام کا پتا چلانا ' کندی کا نہایت حیرت‌انگیز کارنامہ اور بطلمیوسی فلکیات پر ایک شاندار اضافہ ھے !

دُمدار ستاروں کی بھی اُس کو جستجو رھتی تھی ! رشید کی موت سے پہلے ' بہت سے دُمدار ستارے نکلے تھے ؛ اور معتصم کی موت سے قبل دو طلوع ھوئے تھے - اِن کا کندی نے ایک رسالے میں تذکرہ کیا ھے - چوتی دار ستارے پر بھی اُس کا ایک رسالہ ھے' جس کا نام یہ ھے : رسالتہ فی کوکب ذی الذؤابۃ " - یہ ستارے بھی عالم کی بےپایاں وسعت میں نظر آیا کرتے ھیں !

نظریۂ اِضافیّت

(RELATIVITY)

علم‌الطبیعۃ کی ترقی ' تیسری صدی ہجری میں خصوصاً اِس لیے معلوم ہوتی ہے کہ اُس میں نظریۂ '' اضافیت '' کا ظہور ہوا ! یونانی فلسفے اور اقلیدسی ہندسے کے تسلّط کی وجہ سے یہ نظریہ تسلیم نہیں کیا گیا ! اور نہ اِس کے بانی (کندی) کو وہ فروغ حاصل ہوا جو آج آئنستائن کو حاصل ہے !

سائنس کی ترقی دو طرح سے ہوتی ہے :—

(۱)—نئے حقائق کا پتا چلایا جائے -

(۲)—ایسے نظامات دریافت کیے جائیں جن میں معلوم حقائق شامل ہوسکیں -

کندی نے اپنے نظریے میں اِن دونوں حیثیتوں سے سائنس کو ترقی دی ہے ! اُس نے علم‌الحرکت ' مادہ ' فضا اور زمانہ ' سیاروں کے حرکات ' اجسام کی حرکت ' رفتار نور ' اِختلافِ ابعاد ' اختلافِ مناظر کے نظریے خود پیدا کیے ہیں - دوربین' بُعدپیما ' اور دوسرے آلات ایجاد کرکے قدیم معلومات پر شاندار اضافہ کیا ہے اور آئندہ معلومات کے لیے نیا راستا نکالا ہے !

یہ بالکل ظاہر ہے کہ ایک آدمی کی پچاس برس کی کوشش ' اور یورپ کے سیکڑوں انسانوں کی چارسو برس کی کوششیں برابر نہیں ہوسکتیں - اِسی لیے کندی کے مقابلے میں آئنستائن کی اضافیت کا

" فور گراؤنڈ " (Foreground) بہت شاندار ھے ! لیکن یہ بھی واضح رهنا چاهیے کہ کندی نے مسئلۂ اِضافیت اور تمام مبادیات کی بنیاد خود قائم کی ھے اور آئنستائن نے دوسروں کی بنیادوں پر اپنی عمارت اُتھائی ھے - اِس بنا پر کندی کا " فور گراؤنڈ " اپنا ' اور آئنستائن کا "مستعار " ھے !

علم الحرکت

جب ایک جسم ایک ھی مقام پر رھے ' تو وہ ساکن ھوتا ھے - اور جب اُس کا مقام' ہرآن بدل رہا ھو تو اُس کو متحرک کہتے ھیں - حرکت سے مراد "نقلِ مکان" ھے !

جب دو نقطوں کے درمیان ' فاصلہ بدل رہا ھو تو ایک نقطہ' دوسرے کے لحاظ سے "اضافی رفتار" رکھتا ھے -

حرکتِ مطلق کے کچھ معنے نہیں ھیں - کیونکہ وہ محسوس ھی نہیں ھوسکتی ! ھم اجسام کی باھمی "اضافی حرکت " کو جانتے ھیں -

جب ایک جسم آھستہ آھستہ چل کر اپنی رفتار تیز کرتا ھے' اور آخرکار اپنی پوری چال پر آ جاتا ھے ' تو اُس کی رفتار باقاعدہ طور پر بڑھتی جاتی ھے - جس شرح سے متحرک جسم کی رفتار بدلتی ھے ' اُس کو اسراع (Acceleration) کہتے ھیں -

اگر رفتار کم ھوتی جائے تو اُسے ابطاء (Retardation) کہتے ھیں -

رفتار ' اسراع ' ابطاء ' طبیعی مقداروں کی ایک خاص قسم میں شامل ھیں' جن کو سمتی (Vectors) کہتے ھیں - اِن مقادیر کی سمت بھی ھوتی ھے' اور مقدار بھی -

علم الحرکت (Dynamics) میں کندی کے یہی پانچ اصول (اضافی رفتار ' اضافی حرکت ' اسراع ' ابطاء ' مقدارِ سمتی) ھم سمجھ سکے ھیں ؛ جن پر حسبِ ذیل رسالوں سے روشنی پڑتی ھے :—

۱—رسالة فی الاجرام الهابطة من العلو و سبق بعضها بعضاً -

۲—رسالة في سرعة مایُری من حرکة الکواکب اذا کانت في الافق و ابطائها کلّما علت -

۳—رسالته في عمل السمت علی کرة -

مادہ

کندی کے قاطیغوریاس میں مادہ سب سے مقدم ہے ! مادہ وہ ہے جس کی ترکیب سے مرئي' محسوس عالَم بنا ہے - مادے کو ہم سب جانتے ہیں - کیونکہ تمام مادی چیزوں کو ہم حواس کے ذریعے سے محسوس کرتے ہیں -

مادے کی ماہیت معلوم نہیں؛ مگر اُس کی ایک خاصیت یہ ہے کہ وہ فنا نہیں ہوسکتا ! بلکہ اُس کی حالت بدلتی رہتی ہے - کندی نے اِس مفہوم کو "غیر د اثر" کے لفظ سے ادا کیا ہے - یہی وہ کلّیہ ہے جسے علم طبیعی میں "قانونِ بقاے مادہ" (Conservation of Matter) کہتے ہیں -

معیارِ حرکت (Momentum) کا پتا ' کندی کے اُس رسالے سے چلتا ہے جس میں اجرام ہابطہ کا بیان ہے - جسم کی حرکت کی مقدار دو باتوں پر منحصر ہوتی ہے ؛ اول تو جسم کی کمیتِ مادہ (Mass) پر ' دوسرے اُس کی رفتار پر - اگر دو جسموں کی کمیت مختلف ہو ' اور دونوں یکساں حرکت کے ساتھ متحرک ہوں تو زیادہ کمیت والے مادے کی مقدارِ حرکت زیادہ ہوگی - اور اگر ایک ہی جسم کی رفتار بڑھ جائے تو اُس کی مقدارِ حرکت بھی بڑھ جاتی ہے- کسی جسم کی مقدارِ حرکت کو اُس کا معیار حرکت کہتے ہیں -

فضا اور زمانہ

فضاے مطلق اور زمانۂ مطلق کا خیال بہت پرانا ہے - یہ دونوں ایک دوسرے سے بالکل الگ سمجھے جاتے

تھے - ہر ایک کی مستقل اور قائم بالذات ہستی مانی جاتی تھی - ارسطو کے زمانے سے لے کر موجودہ زمانے تک ، دنیا اِسی اعتقاد پر قائم رہی ہے - اِس وقت یہ خیال بدلا ہے - درمیان میں صرف کندی نے اِس کی مخالفت کی تھی !

نظامِ عالم

نظام بطلمیوسی کے رو سے زمین ، عالم کا مرکز ہے - تمام اجرامِ سماوی اُس کے گرد گردش کرتے ہیں - اور وہ خود ساکن ہے - کندی نے زمین کو متحرک مان کر آفتاب کی مرکزیت اِتنی واضح کردی کہ نظامِ بطلمیوسی کے مخالف ، ایک " نیا " نظام پیدا ہوگیا ! مگر چونکہ وہ نامکمل حالت میں ہمارے سامنے آیا ہے، اِس لیے ہم کندی کے نام سے کوئی نظام منسوب نہیں کرسکتے -

رفتارِ نور

کندی نے " شعاع" پر کافی تحقیقات کی تھی - اُس نے یہ پتا چلایا کہ رفتارِ نور کی شرح کیا ہے ؟

ابعاد

کندی نے " بُعد " معلوم کرنے کے لیے بھی بڑی جستجو کی تھی - اِس موضوع پر اُس کے رسالے " ابعادیات " کے نام سے مشہور ہیں -

مناظر

علم المرایا و المناظر سے کندی نے یہ ثابت کیا کہ ایک چیز کی رویت ، ہر ناظر کے لیے یکساں نہیں ہے - یعنی رویت بھی ایک اضافی چیز ہے - انسانی محسوسات کا اضافی ہونا ، جو آج کل علم تشریح دماغ کے مطالعے سے ثابت کیا گیا ہے ; اِس کی ابتدا کندی نے کی تھی ! اُس کے یہاں صرف " قوتِ باصرہ " کے احساس کا اضافی ہونا ، بیان ہوا ہے -

گزشتہ نظریات کی بنا پر ، کندی کو قدرتی مظاہر کی توجیہ کا ایک موقع ہات آیا - اور اُس نے کائنات کے متعلق ایسے خیالات ظاہر کیے،

جو اُس زمانے میں خواص کی فہم سے بھی بالاتر تھے ' لیکن آج ہر فلسفی اور سائنس‌داں کے نوکِ زبان ہیں !

زمانے کا اضافی تصور

متقدمین ' فضا اور زمانے کو مطلق سمجھتے تھے - لیکن کندی نے ارسطو کے ۱۲۰۰ برس بعد ' اور آئنسٹائن کے نظریۂ اضافیت سے ۱۱۰۰ برس پہلے ' یہ خیال ظاہر کیا کہ زمانے کا تصور بالکل اضافی ہے - اُس کے نزدیک فضا اور زمانے کے مرکّب کا نام کائنات ہے - زمانے کی جداگانہ کوئی ہستی نہیں ؛ بلکہ وہ مکان سے وابستہ ہے - اِس زمانے میں اضافیت کے نظریۂ خاص نے مکان-زمان (Space-time) کے نام سے فضا اور زمانے کو ملاکر جو ایک "واحد کائنات" قائم کی ہے ' اِس کا نظارہ ہم کندی کی کتابوں میں کر سکتے ہیں !

یہ بات ثبوت کی محتاج نہیں کہ واقعات کے بیان میں فضا اور وقت دونوں کا گہرا تعلّق ہے - یہ دونوں ہمیشہ باہم پیوستہ نظر آتے ہیں - کوئی معیّن مقام ہم نے سوائے معیّن وقت کے نہیں دیکھا - اور کوئی معیّن وقت ' معیّن مقام سے الگ نہیں پایا -

کندی کے اِس نظریے نے فضا اور زمانے کے تصور میں عظیم‌الشان انقلاب پیدا کیا ہے - اب یہ دونوں الگ الگ ' مستقل اور قائم بالذات ہستی نہیں - بلکہ اِن دونوں کی ایک خاص ترکیب ' مستقل' غیر متبدل ہستی ہے !

کندی نے اِس نظریے کو دو تصنیفوں میں بیان کیا ہے -

(۱)—رسالۃ فی النِسَب الزمانیۃ - اِس میں زمانی اضافیتوں یا اضافی زمانوں کا بیان ہے - یہ مختصر سا رسالہ ہے -

(۲)—کتاب التوحید - دنیا میں یہ زمانے کی اضافیت پر سب سے پہلی کتاب ہے ! اِس کا مشہور نام "فم الذہب" (Golden Mouth)

تھا [1] - یہ طبیعیات اور سائنس کی کتاب تھی- نام سے دھوکا کھا کر اِس کو مناظرے یا علم کلام کی کتاب نہیں سمجھنا چاھیے ! الفہرست میں اِس کا نام یوں لکھا ھے : " کتاب رسالته فی التوحید بتفسیرات " [2] - یعنی زمانے کی مختلف تفسیرات ' تشریحات اور تعبیرات کی توحید - ابن ابی اصیبعہ نے یہی عبارت لے لی ھے [3] - زوزنی نے اِس کا نام " کتاب فی التوحیدات " لکھا ھے [4] - ابن جلجل نے اِس کا موضوع بھی بتایا ھے - کہتا ھے [5] -

"و له فی التوحید کتاب علی سبیل
اصحاب المنطق فی سلوک مراتب
الزمان - و لم یسبقه الی مثله احد !"

اِس کا مطلب یہ ھے کہ زمانے کے مراتب جو چلتے ھیں (آگے بڑھتے ھیں)' اُن کا نتیجہ توحید ھے - یعنی زمانے میں ماضی' حال اور مستقبل کی جو تقسیم نظر آتی ھے' یہ محض اضافی چیز ھے- کیونکہ زمانہ در اصل شروع سے اخیر تک ایک ھے- اِسی ایک کرنے کو توحید کے لفظ سے ادا کیا ھے- جو زوزنی میں جمع کے ساتھ " توحیدات " ھوگیا ھے - چونکہ مراتب کئی ھیں اِس لیے توحیدوں کو بھی متعدد ھونا چاھیے -

کندی اِس مکان-زمان (Space-time) کے عالم کو قدیم مانتا ھے- اور اِس سلسلے میں بہت سی باتیں کہنے کے ساتھ یہ دعویٰ بھی کرتا ھے :—

" القول بحدوث العالم فی غیر زمان " ! [6]

وہ کہتا ھے کہ جس عالم میں زمانہ نہ ھو ' وہ حادث ھے ! اِس کا

1—طبقات الامم ' ص ۸۲ - 2—فہرست' ص ۳۰۳ - 3—عیون الانباء ' ص ۲۱۳ ' ج ۱ - 4—تاریخ الحکماء ' ص ۲۷۳ - 5—اخبار الحکماء قفطی ' ص ۲۴۱ - 6—طبقات الامم' ص ۸۲ -

عکس یہ ہوا کہ جس عالم میں زمانہ ہے ' یعنی وہ مکان مع زمان ہے ' وہ قدیم ہے - چونکہ زمانے کو کندی قدیم مانتا تھا اِس لیے ظاہر ہے کہ جس عالم میں زمانہ نہ ہوگا ' وہ حادث ہوگا !

اِس دعوے پر کندی نے چند دلائل بھی پیش کیے ہیں' جو قاضی صاعد کو پسند نہیں ہیں- کہتا ہے :—

و نصر هذا المذهب بحجج غیر صحیحة ' بعضها سوفسطائیة و بعضها خطابیة !

اور اُس نے اِس مذہب کی تائید چند دلائل سے کی' جو صحیح نہیں ہیں - اُن میں بعض سوفسطائی دلیلیں ہیں اور بعض خطابی !

حالانکہ ابن جلجل نے بتایا ہے کہ اِس رسالے کا طرز تحریر منطقیانہ تھا !

علیٰ سبیل اصحاب المنطق !

جن دلیلوں کو سفسطہ (Shophism) [1] اور خطابت (Oratery) کے الفاظ سے نوازا گیا ہے ' کیا عجب ہے کہ وہ صاعد کی سمجھ سے بہت بالاتر ہوں ! آج کل آئنستائن کی اضافیت کے ایک حصے کو بھی بعض لوگوں نے " Idealism " کہا ہے [2] !

گزشتہ دو کتابوں کے علاوہ ' کندی نے ایک اور رسالہ لکھا ہے ' جس میں زمانے کی ماہیت اور حقیقت سے بحث کی ہے - اُس کا پورا نام یہ ہے : " رسالته فی مائیة الزمان و مائیة الدهر و الحین و الوقت "-

سمت کا اضافی تصور

مستوی' اقلیدسی عالم میں سمت کا جو تصور ہوتا ہے' وہ منحنی اور غیر اقلیدسی عالم کے تصور سے بالکل جداگانہ ہے - کروی عالم میں سمتِ مطلق کا تصور نہیں ہوسکتا - وہ بھی

1—منطقی مغالطہ - 2—انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ' ص ۱۰۰ ' ج ۱۹ -

اضافی چیز ھے - اِس مسئلے کو کندی نے حسبِ ذیل رسالے میں لکھا ھے :
" رسالتہ فی عمل السمت علیٰ کرۃ " - سمت کی اضافیت کا خیال،
کندی سے پہلے کسی کے دماغ میں نہیں آیا -

مقدار کا اضافی تصور

کندی کے نزدیک مقدار کا تصور بھی اضافی ھے -
یہ خیال بھی سب سے پہلے اُسی کے دماغ میں آیا -
اُس نے اِس نظریے پر ایک مستقل رسالے میں بحث کی ھے - جس کا نام
یہ ھے :—

" رسالتہ فی الکمیۃ المضافۃ -"

اضافی مقدار کے بیان میں، یہ دنیا میں، سب سے پہلا رسالہ تھا ! اِس کی
رو سے مقدار یعنی طول کا اندازہ اور پیمائش بالکل اضافی چیز ھے -

خلاصہ : زمانے، سمت اور مقدار کی اضافیت کا خلاصہ یہ ھے کہ اِن
چیزوں کے بیان کے کوئی مطلق معنے نہیں ھیں ! مثلاً

۱—یہ بیان کہ لاھور کے واقعۂ الف اور پشاور کے واقعۂ ب کا درمیانی
زمانہ اِتنے سکنڈ ھے، کچھ مطلب نہیں رکھتا - بلکہ ساتھ ھی ھمیں یہ
بھی بتانا چاھیے کہ یہ زمانہ کرۂ ارض پر ناظر کے مشاھدے کے
مطابق ھے -

۲—اِسی طرح اِس بیان کے کوئی معنے نہیں کہ فلاں واقعہ مشرق یا
مغرب میں ھوا ھے - بلکہ ساتھ ھی وہ جگہ بھی متعیّن کرنی چاھیے جہاں
سے مشرق یا مغرب کا تصور قائم کیا گیا ھے -

۳—اِس بیان کا بھی کوئی مطلب نہیں کہ سلاخ کی لمبائی اِتنے
گز ھے - بلکہ اِس بیان کے ساتھ ناظر اور شے کی اضافی حرکت کا بیان بھی
ضروری ھے -

اِن تمام مباحث کے بعد، عالم کا جو طبیعی تصور، کندی کے سامنے

آیا ؛ اور اُس سے فلاسفۂ قدیم کے تصورات میں جو انقلاب پیدا ہوا ؛ اُس کی تفصیل یہ ہے :—

عالم کی جامیٹری !

سوال یہ ہے کہ اِس کُل کا ہندسہ کیا ہے؟ کندی انتہائے کائنات کا قائل ہونے کے ساتھ ' عالمِ عناصر اور اُس کے تمام اجرام کا ہندسہ کروی تسلیم کرتا ہے ! کروی عالم ' علمِ ہندسہ کے رو سے یہ ہے :—

" عالم کی سطح مجموعی طور پر بہت بڑی وسیع کروی سطح ہے - اور اُس میں چھوٹے چھوٹے مقعر خطے ہیں - جن کے مرکزوں پر ستارے واقع ہیں - ستاروں کے درمیانی بُعد ' عالم کے محیط کے مقابلے میں ' اِس قدر کم ہیں کہ عالم کی سطح مستوی معلوم ہوتی ہے " -

اِس کے مطابق' عالم کی جامیٹری کا نظریہ ' تین دفعات پر مرتب ہے ' جو درج ذیل ہیں :—

(١) ابتدائی عناصر اور انتہائی عالم میں سے کوئی ' غیر کروی نہیں ہے -

(٢) سمندر کے پانی کی سطح' کروی ہے -

(٣) کرہ ' جسم کی شکلوں میں سب سے بڑا ہے ؛ اور دائرہ تمام بسیط شکلوں میں سب سے بڑا ہے -

تیسری دفعہ ' کندی کے اِس رسالے میں بیان کی گئی ہے : " رسالۃ فی ان الکرۃ اعظم الاشکال الجرمیۃ ' و الدائرۃ اعظم من جمیع الاشکال البسیطۃ " -

لیکن اِن دفعات سے " کُل " کی جامیٹری کا مسئلہ حل نہیں ہوا ! بے شبہہ جہاں تک مادے سے قریب حصہ ہے ' عالم کروی ہے ؛ اور اُس کا کروی ہونا لازمی ہے ! لیکن جس قدر مادے سے دوری ہوتی جاتی

ھے ' کریت بھی ختم ھوتی جاتی ھے ! چنانچہ فلک اور فلکِ اقصیٰ کی کریت کا کوئی خیال' کندی نے ظاھر نہیں کیا ھے ! اِس لیے اب کُل کا ھندسہ ایک ھی شکل سے بیان کیا جاسکتا ھے ' " مدوّر مستطیل ! "

کندی کے معاصر ' حسن بن موسیٰ بن شاکر نے " کتاب الشکل المدوّر المستطیل " کے نام سے ایک رسالہ لکھا ھے - اِس کا ذکر الفہرست (ص ۳۷۹) میں آیا ھے - اِس مسئلے کی توجیہ کے لیے یہی شکل بہت مناسب ھے ! چونکہ کندی کے کتب خانے کی ضبطی' بنو موسیٰ کے ایما سے ھوئی تھی ' اور کتابیں اُنھیں کے پاس رھی تھیں ' اس لیے اِس کا بھی امکان ھے کہ حسن نے یہ شکل ' خود کندی کی کتابوں سے اخذ کی ھو ! اِس شکل کی رو سے کندی کا عالم' اقلیدسی اور غیر اقلیدسی ھوکر' جامیٹری کے لحاظ سے " مدوّر مستطیل " کہا جاسکتا ھے ! اور یہ وھی شکل ھے جو اِس وقت آئنسٹائن کے سامنے ھے [1] !

"According to Albert Einstein, the universe is finite and its geometry is elliptic."

اھلیلیجی شکل ' " مدّور مستطیل " ھوتی ھے !

غیر محدود ' متناھی عالم

عالم کو منحنی اور اھلیلیجی مان لینے کے بعد اِس خیال کا آنا بالکل قدرتی تھا ! منحنی سطحیں محصور سطحیں ھیں - اور محصور وہ سطح ھوتی ھے جس کی حد نہ ھو ! چونکہ کائنات کی فضا ' منحنی ھے؛ اس لیے یہ امکان ھو سکتا ھے کہ وہ محصور فضا ھے ؛ یعنی لامتناھی نہیں ھے ؛ اگرچہ اُس کی حد نہیں ھے !

اِن وجوہ کی بنا پر' کندی کا عالم متناھی (Finite) لیکن غیر محدود (Unbounded) ھے !

1—انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ' ص ۱۸۰ ' ج ۱۰ -

اقلیدسی ہندسے کے مطابق، عالم کو لامتناہی ہونا چاہیے ! مگر یہ عجیب بات ہے کہ کندی نے اُس زمانے میں، متناہی عالم تسلیم کیا، جب غیر اقلیدسی ہندسے کا وجود بھی نہ تھا ! یہ قیاس کہ عالم متناہی ہے ، اُس زمانے میں عقل اور تجربے کے خلاف تھا ! کیا اِس غیر اقلیدسی ، متناہی عالم کے لیے کندی نے کوئی غیر اقلیدسی ہندسہ ایجاد کرلیا تھا ؟

کندی نے اِس موضوع پر دو رسالے تالیف کیے ہیں - اور ایک آور رسالے میں بھی یہ ذکر چھیڑا ہے - اُن کے نام یہ ہیں :—

۱—رسالتہ فی الابانۃ انہ لا یمکن ان یکون جرم العالم بلا نہایۃ و انّ ذٰلک انما ھو فی القوۃ -

۲—رسالۃ الی احمد بن محمد الخراسانی فیما بعد الطبیعۃ و ایضاح تناھی جرم العالم - یہ رسالہ موجود ہے -

۳—رسالتہ الی محمد بن الجھم فی الابانۃ عن وحدانیۃ اللّٰہ عزّ و جلّ ، و عن تناھی جرم الکل - یہ رسالہ بھی موجود ہے -

پہلے دو میں عالَم اور تیسرے میں " کُل " کو متناہی تسلیم کیا گیا ہے !

کُل کے دو حصے

کندی نے کُل کے دو حصے قرار دیے ہیں :—

۱—عالمِ طبیعت یا عالمِ حسّ -

۲—مابعد الطبیعۃ یا عالمِ عقل -

"عالمِ حس"

پھر عالم طبیعت کے چار حصے ہیں :—

۱—عالمِ عناصر اربعہ -

۲—جرمِ اقصیٰ -

۳—فلک -

۴—فلکِ اقصیٰ -

اب ہر ایک کی الگ الگ کیفیت سنیے :—

عالمِ عناصرِ اربعہ

یہ اصطلاح، مشہور ہونے کی بنا پر، کندی نے قائم رکھی ہے - ورنہ وہ چار سے زائد عناصر مانتا ہے - اور آب و آتش، خاک و باد کو عناصر اولیٰ کہتا ہے - بہرحال اِن "پرانے" یا پہلے عناصر کے عالم میں، وہ تین چیزیں تسلیم کرتا ہے :—

(۱) کریّت—یعنی عالم اور اُس کی ہر چیز کروی ہے - اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انحنائے کائنات (World Curvature) کا قائل ہے اور اُس کے بعد، عالم اور اُس کے بےشمار اجرام کا ہندسہ کروی تسلیم کرتا ہے ! نہ صرف سیّارے اور ستارے، بلکہ چاروں عناصر، کروی ہیں - اور اِن چار میں خاص طور پر سمندر کے پانی کی سطح کروی ہے - سمندر کے پانی کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ اُسی کے غیر کروی ہونے کا اندیشہ ہوسکتا تھا !

(۲) استحالہ—اِس عالم کے چاروں عناصر، اور اُن کے علاوہ جو اور عناصر ہیں، سب میں استحالہ ہوتا ہے - یعنی وہ ایک، دوسرے میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں -

(۳) لون—عناصرِ اربعہ میں بعض جرم بالطبع رنگین ہیں - اور بعض خود رنگین ہونے کے ساتھ ساتھ، دوسرے جرم کو بھی رنگین بنا سکتے ہیں -

فضا میں، جو لاجوردی رنگ، آسمان کی طرف نظر آتا ہے، وہ آسمان کا نہیں ہے - یہ اِس عالم کے بعض عناصر کا اثر ہے !

یہ تمام مضامین، کندی کے حسبِ ذیل رسالوں میں بیان ہوئے ہیں :—

۱—رسالة فی ان العالم وکلّ ما فیہٖ کریٌّ -

۲—رسالة فی الابانة عن انه لیس شیٔ من العناصر الاولیٰ و الجرم الاقصیٰ ' غیر کریّ - (یہ رسالہ موجود ہے) -

۳—رسالة فی ان سطح ماء البحر کریّ -

۴—رسالة فی العلّة التی لها قیل ان النار و الهواء و الماء و الارض عناصر لجمیع الکائنة الفاسدة ' وهی وغیرها یستحیل بعضها الیٰ بعض -

۵—رسالة فی الجرم الحامل بطباعه اللون من العناصر الاربعة ' و الذی هو علّة اللون فی غیره - (یہ رسالہ موجود ہے) -

۶—رسالة فی علّة اللون اللازوردی الذی یُریٰ فی الجوّ فی جهة السماء ' و یُظَنّ انه لون السماء - (یہ رسالہ موجود ہے) -

جرم اقصیٰ

جرمِ اقصیٰ ' چونکہ عالمِ عناصر کا آخری کرہ ہے ' اس لیے وہاں تک پہنچتے پہنچتے مادے کی کیفیت میں کافی تبدیلی پیدا ہوگئی ہے - کندی نے وہاں بعض خصوصیتیں نئی دکھائی ہیں - بعض عناصرِ اربعہ کے عالم کی ہیں ' مگر اُن کو کسی مصلحت سے نمایاں کر دیا ہے -

(۱) جرم اقصیٰ بھی غیر کری نہیں ہے - " غیر کری " نہیں ہے کا مطلب یہ ہے کہ کروی ہے ! چونکہ انتہائی کرے کا مشاہدہ مشکل ہے ' اس لیے حکیمانہ احتیاط نے منفی پہلو اختیار کیا ہے !

(۲) وہ بھی قانونِ قدرت کا پابند ہے - یہ پہلو اس لیے نمایاں کیا گیا ہے ' شائد کسی کو خیال ہو کہ پابندیاں صرف عالمِ آب و گل کے ساتھ مخصوص ہیں ! جرم اقصیٰ میں یا تو کوئی دوسرا قانون ہوگا یا قانون ہی نہ ہوگا - کندی نے بتایا ہے کہ خالق کے قبضۂ قدرت سے آخری کرہ تک باہر نہیں ہے ؛ وہ بھی اُس کا مطیع ہے ! اِس تمام کیفیت کو مخاطب (شاہزادہ

احمد بن المعتصم) کی رعایت کرکے " سجود " اور " طاعت " کے الفاظ سے ادا کیا ہے - جو بہت بلیغ پیرایہ ہے -

لیکن بروکلمن کی خوش‌فہمی دیکھیے ! اُس نے اِنھیں دونوں لفظوں کی بنا پر اُس رسالے کو، جس میں جرمِ اقصیٰ کا بیان ہے، مذہبی رسائل میں جگہ دی ! وہ شائد یہ سمجھا ہوگا کہ جرمِ اقصیٰ، کوئی جِنّات یا فرشتہ ہے جو خدا کے سامنے سربسجود ہے! اگر ابنِ ندیم کی کتاب الفہرست دیکھی ہوتی، تو نظر آتا کہ یہ فلکیات کا رسالہ ہے- اِس کو مذہب سے کچھ واسطہ نہیں !

(۳) عناصر—جرمِ اقصیٰ چند ایسے عناصر سے مرکب ہے ، جو کروی ہیں، اور اسی لیے "کریت" میں اُس سے ہم آہنگ ہیں - مگر اُن میں استحالہ نہیں ہے- اور یہیں سے وہ عناصر اربعہ وغیرہ سے الگ ہوجاتے ہیں-

(۴) عدم استحالہ—جرمِ اقصیٰ میں استحالہ ناممکن ہے - استحالہ (Transformation) ، حکما کی اصطلاح میں یہ ہے [1] :—

هی الحرکة الکیفیة، وهی الانتقال من کیفیة الی کیفیة اخری تدریجاً -	وہ کیفی (Qualitative) حرکت ہے- اور وہ ایک کیفیت سے دوسری کیفیت کی طرف تدریجی انتقال ہے-

دوسرا خیال یہ ہے :—

وقیل انتقال الجسم من کیفیة الی کیفیة اخری علی التدریج -	اور کہا گیا ہے ، جسم کا انتقال ایک کیفیت سے دوسری کیفیت کی طرف بتدریج -

دونوں خیالوں میں یہ فرق ہے کہ پہلا عام ہے، اور دوسرے میں جسم کی تخصیص کردی گئی ہے - چونکہ جسم کی طرح ہیولیٰ اور صورت بھی ،

1—دائرۃ المعارف ، پطرس بستانی ، ص ۳۸۰ ، ج ۳ -

کبھی ایک کیفیت سے دوسری کیفیت میں منتقل ہو جاتے ہیں ! اس لیے تھانوی نے پہلے خیال کو ترجیح دی ہے !

استحالہ کہاں ہوتا ہے اور کہاں نہیں ہوتا ؟

و لاتقع الاستحالة فی الکیفیات - بل انما تقع فی مایقبل الاشتداد و الضعف ، مثل التسخن و التبرد العارضین للماء - فلابد فی الاستحالة من امرین : الانتقال من کیفیة الی کیفیة ؛ وکون ذٰلک الانتقال تدریجاً ، لا دفعةً واحدةً -

اور کیفیات میں استحالہ واقع نہیں ہوتا - بلکہ اُن چیزوں میں واقع ہوتا ہے جو شدت اور ضعف کو قبول کرتی ہیں، مثلاً پانی، جس میں گرمی اور سردی قبول کرنے کی صلاحیت ہے - پس استحالے کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں : (۱) ایک کیفیت سے دوسری کیفیت کی طرف انتقال - اور (۲) اُس انتقال کا تدریجی ہونا ، نہ کہ دفعةً ہونا !

بعضوں نے اِس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ گرمی اور سردی کی وجہ سے جو تبدیلی پیدا ہوتی ہے ، اُس کو استحالہ نہیں کہہ سکتے !

وقال قوم انه لااستحالة فی هذا التغییر الذی یطرأ ، وانما هو استتارُ اجزاءٍ متصفة بالبرودة مثلاً ، وبروزُ اجزاءٍ متصفة بالحرارة او بالعکس ؛ فلا یصیر الحار بارداً ، ولا البارد سخناً بحد ذاته -

اور بعض کا خیال ہے کہ اِس تغیر میں جو طاری ہوتا ہے ، استحالہ نہیں ہوتا ! کیونکہ یہ تو مثلاً اُن اجزا کا جو برودت سے موصوف ہیں چھپ جانا ، اور اُن اجزا کا جو حرارت سے متصف ہیں ظاہر ہو جانا ہے ، یا برعکس- پس دراصل نہ تو گرم، سرد ہوتا ہے؛ اور نہ سرد ، گرم !

لیکن یہ محض نکتہ آفرینی ہے ! کیونکہ پھر آخر استحالےکی شکل ھی کیا ہے ؟

فرض ' حکما کے مذھب کی بنا پر چونکہ عناصر اربعہ ' شدت اور ضعف کو قبول کرتے ھیں' اِس لیے اُن میں استحالہ ھوتا ہے - اور چونکہ کندی کے نزدیک جرمِ اقصیٰ میں استحالہ ناممکن ہے اِس لیے ظاھر ہے کہ وہ ایسے عناصر موجود نہیں مانتا ؛ بلکہ کیفیات مانتا ہے' جن میں استحالہ نہیں ھوتا - اِس کو ھم یوں بھی کہہ سکتے ھیں کہ چونکہ جرمِ اقصیٰ میں ایسے عناصر کا وجود نہیں ہے جو شدت و ضعف کو قبول کر سکتے ھوں ؛ بلکہ کیفیات ھیں ؛ اِس لیے وھاں استحالہ نا ممکن ہے -

اِس بیان سے جرمِ اقصیٰ کی " طبیعت " پر یہ روشنی پڑتی ہے کہ وہ پانی وغیرہ جیسے عناصر سے مرکب نہیں ہے ؛ وھاں کے عناصر محض "کیفیات" ھیں !

کندی نے اِن مباحث کو ذیل کے رسالوں میں لکھا ہے :—

۱—رسالته فی الابانة عن انه لیس شییء من العناصر الاولیٰ و الجرم الاقصیٰ غیر کریّ -

۲—رسالته فی العالم الاقصیٰ -

۳—فی الابانة عن سجود الجرم الاقصیٰ و طاعته لله - (یہ رسالہ موجود ہے) -

۴—کتاب فی امتناع الجرم الاقصیٰ من الاستحالة -

فلک

فلک اور عناصرِ اربعہ کے عالم میں بڑا فرق ہے - وھاں کثافت' جرمِ اقصیٰ سے بھی زیادہ ' ھلکی ھوگئی ہے - ایسا معلوم ھوتا ہے کہ عالم ' مادے سے دور ھوتا جاتا ہے !

(۱) پانچویں طبیعت - فلک کی طبیعت ' عناصر اربعہ کی طبیعتوں کے بالکل مخالف ہے ! اِس لیے وہ پانچویں فطرت ہے !

(۲) کریّت - کندی نے فلک کی "کریت" کے متعلق کوئی خیال ظاہر کیا ہے ؟ یہ ہم کو معلوم نہیں ! لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کریت کا قائل نہ ہوگا ! کیونکہ کریت ' عناصر اولیٰ اور دوسرے عناصر کا خاصہ ہے ؛ جو جرم اقصیٰ کے عناصر تک آکر ختم ہوگیا ہے ! جرم اقصیٰ کے عناصر' فلک اور عناصرِ اربعہ کے عالم کے درمیان برزخ کا کام دے رہے ہیں ! وہ کروی ہیں اِس لیے عناصر اربعہ کے عالم سے ملتے جلتے ہیں ؛ اور استحالہ نہیں ہے اِس لیے فلک کے عناصر سے مشابہ ہیں !

(۳) لَون - یہ بھی عناصرِ اربعہ میں بعض کی طبیعت ہے' اِس لیے فلک کا کوئی رنگ نہیں ہے - جو لوگ لاجوردی رنگ کو آسمان کا رنگ کہتے ہیں ' غلطی پر ہیں !

یہ مسائل کندی نے جن رسالوں میں لکھے ہیں' اُن میں سے ایک کا حوالہ دیا جاتا ہے - باقی اوپر گزر چکے ہیں :-

۱ - فی الابانة ان طبیعة الفلک مخالفة لطبائع العناصر الاربعة ' و انہ طبیعة خامسة - (یہ رسالہ موجود ہے) -

فلکِ اقصیٰ

یہ عالم طبیعت کی آخری فضا ہے - اِس کی نسبت کندی نے ایک ہی بات کہی ہے - اور شائد وہی بات کہی بھی جاسکتی ہے !

اب مادہ اپنے بہت سے خصائص کھو چکا ہے - استحالہ ' کریّت ' لون ' غرض اُس کا سارا آب و رنگ جاتا رہا ہے - فلک تک پہنچ کر اُس میں مساحت موجود تھی - وہ بھی فلکِ اقصیٰ پر آکر غائب ہوگئی ! یہاں "مساحت" کا وجود ناممکن ہے !

اِس نظریے کے دلائل، کندی نے جو کچھ بھی لکھے ہوں ، مجھ کو پیمائش ناممکن ہونے کے تین سبب معلوم ہوتے ہیں :—

۱—مرئی دنیا ، تمام عالم کے مقابلے میں ، بہت بڑی نہیں ہے - ہمارا کرۂ ارض بہت نا چیز ہے -.اِس لیے ہماری پیمائشیں محدود ہیں- اور اُن کے اندر ہمیں اختلاف نہیں معلوم ہو سکا ! اگر احاطۂ پیمائش وسیع ہوتا تو ممکن تھا کہ اِس اختلاف کا پتا چل جاتا - جب فضا کی پیمائش میں اِتنی دقتیں ہیں ، تو کائنات کی پیمائش کا تخیل اور بھی دشوار ہے -

۲—انحنائے کائنات کا مطلب ہی یہ ہے کہ وقت اور طول کے پیمانے بدل جائیں ! وقت کا پیمانہ بدلے تو زمانے کا انحنا ہوگا ، اور فضا کی پیمائش بدل جائے تو فضا کا انحنا ! ہم میل اور سکنڈ کی پیمائش اُنہیں پیمانوں سے کریں گے جو زمین پر استعمال کرتے ہیں - یعنی سکنڈ کو گھڑی سے ناپیں گے ، اور میل کو گز سے ! لیکن ممکن ہے کہ فضا کے ایسے حصے بھی ہوں، جہاں زمانہ مختلف ہو ؛ جہاں گز کی لمبائی اور گھڑی کی رفتار ، مقامی حالات کے اثر سے بدل جائے - اگر ہم عالم کے کسی ایسے خطّے میں پہنچ جائیں جو اقلیدسی ہندسے کے مطابق نہ ہو ، تو اِس سے یہ مراد ہوگی کہ کائنات میں انحنا ہے! اور اُس انحنا کے اثر سے ہمارے پیمانے بھی منحنی ہو گئے ہیں -

۳—کندی نے فلک کی طبیعت کو عناصرِ اربعہ کی طبیعت سے جداگانہ بتایا ہے- فلکِ اقصیٰ سب سے آخری سِرا ہے، وہ عناصر کی فطرت کے بالکل مخالف ہوگا - اِس بنا پر اُس کی پیمائش میں وہ پیمانے کام ہی نہیں دے سکتے جو عناصرِ اربعہ کے عالم میں کام آتے ہیں - سرِ دست ہمارے پاس ایسے پیمانے نہیں ہیں ؛ اور شائد آئندہ بھی نہ ہوسکیں گے -

کندی نے مساحت کے نا ممکن ہونے کو اپنے اِس رسالے میں بیان کیا ہے" : "کتاب فی امتناع وجود مساحۃ الفلک الاقصیٰ' المدبر للافلاک"۔

فلکِ اقصیٰ وہ مقام ہے جہاں عالم حس اور عالم عقل کے ڈانڈے مِل جاتے ہیں !

" عالم عقل "

جس طرح گلاب کے پھول میں سرخی اور سفیدی کی تدریجی آمیزش ہوتی ہے ؛ یعنی یہ پتا نہیں چل سکتا کہ کہاں سے سرخی شروع ہوئی ہے اور کہاں سے سفیدی ؟ بلکہ ایک رنگ آہستہ آہستہ ہلکا اور دوسرا رفتہ رفتہ شوخ ہوتا جاتا ہے ؛ ٹھیک اُسی طرح عالمِ حس اور عالمِ عقل کا حال ہے! مادے کی کیفیت لطیف‌تر ظاہر کرتے ہوئے' کندی نے عالم طبیعت کی آخری فضا (فلک اقصیٰ) کی نسبت یہ بتایا ہے کہ اُس کی پیمائش نہیں ہوسکتی - بس اِنہیں حدود کے آگے سے عالمِ عقل شروع ہو جاتا ہے - وہاں کچھ "حالات" ہیں - ایک مخلوق ہے - اُس کے کچھ خواص ہیں - کچھ ضروریات ہیں !

کندی نے وہاں کے حالات کی تشریح' نفسیات کے ایک رسالے میں کی ہے ' جس کا نام یہ ہے : " رسالتہ فیما للنفس ذکرہ ' وھی فی عالم العقل' قبل کونہا فی عالم الحس " - یعنی نفس کو عالم حس میں آنے کے بعد' عالم عقل کی کیا کیا باتیں یاد آتی ہیں ؟

ایک اور رسالے میں بھی' جس کا نام " رسالۃ الیٰ احمد بن محمد الخراسانی فی ما بعد الطبیعۃ و ایضاح تناھی جرم العالم " ہے ؛ کندی نے عالم عقل کا ذکر کیا ہے - نظریۂ علم کے رسالوں میں بھی اِس عالم کی بعض باتیں آگئی ہیں !

پہلے رسالے کی رو سے عالم عقل میں " دنیاے حالات " کا پتا چلتا

هے - وهاں کی مخلوق یعنی " نفس " کا نام معلوم هوتا هے - اُس کی ایک خصوصیت " ذکر " (یاد کرنا) ظاهر هوتی هے ؛ جو عالم ابعاد ثلثه میں " دماغ " کا کام هے ! آئنستائن کے ابعادِ اربعه والے مکان - زمان میں " دماغی ساخت " کی مخلوق کا ذکر آیا هے ! لیکن کندی کا عالمِ عقل اِس عالم سے بہت ماوراء هے - اِس لیے اُس نے " دماغی ساخت " کے بجاے " دماغی خصوصیت " وهاں کی مخلوق میں تسلیم کی هے - کیونکه عالم عقل ' مادی نہیں هے !

کندی نے ایک مستقل رساله ' اِس عالم کی مخلوق پر لکھا هے ؛ جس کا نام " رسالة فی النفس و افعالها " هے - یه یوحنا بن ماسویه کے نام هے - اِس وقت یورپ میں موجود هے - دی بوئر نے اپنی کتاب اور مضمون میں چند باتیں اِس سے اخذ کر کے لکھی هیں [1] :—

" According to him the world as a whole is the work of an externally active cause, the divine intelligence, whose activity is transmitted in many ways from above to the world. Between God and the world of bodies is the world of soul, which created the world of heavenly spheres."

اِس کے بعد " نفس " کے دو پہلو دکھائے هیں - کندی کہتا هے[2] :-

"عقل انسانی (نفس) بھی جو اِسی عقل (یعنی عقل کُل) کا صدور هے ' اپنے مادی پہلو کے لحاظ سے ' یعنی اپنے افعال میں' جسم کی پابند هے - لیکن اپنے عقلی پہلو کے لحاظ سے ' وہ جسم سے آزاد هے - اُس پر ستاروں کا اثر بھی' جو عالم طبیعی تک محدود هے' نہیں پڑتا " !

اِس کے آگے کی عبارت میں عالمِ عقل کے "حالات" ' وهاں نفس کے ضروریات ' اور اُن کے عالمِ حس میں پورا نه هونے کی وجه سے یہاں نفس

1—انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ' - 2—تاریخ فلسفۂ اسلام ' ص ۱۲۰ -

میں درد و الم کا احساس ، اِن سب باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے -
کندی لکھتا ہے [1] :—

" ہمارا نفس ایک بسیط لافانی جوہر ہے ، جو عالمِ معقول سے عالمِ محسوس میں اُترا ہے ! لیکن ابھی اُسے پہلی حالت یاد ہے - اُس کا جی یہاں نہیں لگتا - کیونکہ وہ بہت سی ایسی ضروریات رکھتا ہے جو یہاں پوری نہیں ہوتیں، اس لیے اُن کے ساتھ درد و الم کے احساسات وابستہ ہوتے ہیں- اِس عالمِ کون و فساد میں کسی چیز کو قیام نہیں ہے- یہاں انسان سے ہر لمحہ اُس کی محبوب چیزیں چھین لی جاتی ہیں - بقا صرف عقل کی دنیا کو ہے- اس لیے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری خواہشیں پوری ہوں اور ہم اُن چیزوں سے محروم نہ کیے جائیں جنھیں ہم عزیز رکھتے ہیں، تو ہم پر لازم ہے کہ ہم عقل کی ابدی دولت ، خوف خدا ، علوم اور اعمال حسنہ کی طرف توجہ کریں ! لیکن اگر ہم صرف مادی اشیا کے طلب گار ہیں تو گویا ہمیں اُس چیز کی تلاش ہے جو وجود ہی نہیں رکھتی ! "

کندی نے نفس کے " ادراکات " پر بھی بعض رسالوں میں کچھ گفتگو کی ہے - اُس کا ذکر " نظریۂ علم " میں کیا گیا ہے -

———

1—تاریخ فلسفۂ اسلام ، ص ۱۲۰ -

تناسب حیات

(Proportion of Life)

یہ اچھوتا نظریہ ' اِس قدر اہم ہے کہ اِس کے سبب سے' زمانۂ انقلاب کے مشہور ریاضی‌داں' طبیب اور منجم' کارڈن گرولامو (Cardan Girolamo) (۱۵۰۱—۱۵۷۶ع) نے ' کندی کو دنیا کے بارہ سب سے بڑے دقیق‌النظر فلسفیوں میں شمار کیا ہے ! دی‌بوئر نے تاریخِ فلسفۂ اسلام (ص ۱۱۹) میں اِس پر تعجب ظاہر کیا ہے کہ ایک ایسا خیال جو '' ریاضی کے گورکھ-دھندے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا '' اُس کو اِس قدر اہمیت کیوں دی گئی ؟ لیکن بعد میں انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مضمون میں' دبی زبان سے' اِس فضیلت کو تسلیم کیا ہے [1] :—

" He was therefore still regarded by Cardan, a philosopher of the Renaissance, as one of the twelve subtlest minds."

'' تناسبِ حیات '' کا نظریہ ' کندی نے حواسِ خمسہ اور چھے علموں کی بنیاد پر قائم کیا تھا ؛ جو حسبِ ذیل ہیں :—

۱—موسیقی (Music) - ۲—طب (Medicine) - ۳—علم ترتیب الغذیۃ (Dietetics) - ۴—علم الکون و الفساد (Cosmology) - ۵—انسانیات (Anthropology) - ۶—حیاتیات (Biology) -

موسیقی

کندی نے' موسیقی کے دو رسالوں میں' اپنا یہ نظریہ ثابت کیا ہے کہ '' موسیقی کا اثر' ہندسی تناسب

1—انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ' ص ۱۰۱۹ ' ج ۲ -

پر مبنی ھے " - اِن رسالوں میں سے' پہلے کا ذکر " الفہرست " میں آیا ھے - دونوں رسالے' اِس وقت موجود ھیں ؛ اور اُن کے نام یہ ھیں :—

۱—رسالۃ فی اجزاء جبریۃ فی الموسیقی -

۲—رسالۃ فی جبر تالیف الالحان -

طب

طب میں' کندی کا ایک نظریہ " ادویۂ مرکبہ " کی نسبت ھے؛ جس کو اُس نے ایک مستقل رسالے میں بیان کیا ھے - یہ رسالہ موجود ھے ؛ اور اِس کا نام یہ ھے : " فی معرفۃ قوی الادویۃ المرکبۃ " - ابن ندیم اور ابن ابی اصیبعہ میں ایک رسالے کا نام "کتاب الادویۃ الممتحنۃ " مذکور ھے - ممکن ھے کہ یہ وھی رسالہ ھو !

اِس رسالے میں' کندی نے "نظریۂ ادویۂ مرکبہ" (Theory of composite medicines) کو جس طرح پیش کیا ھے ؛ اُس کا بیان' بوئر کے لفظوں میں یوں ھے [1] :—

" He explained the effect of these medicines from the geometrical proportions of the mixture of physical qualities, warm, cold, dry or moist."

مزید تفصیل' بوئر نے یہ کی ھے [2] :—

"اُس نے مرکّب دواؤں کے اثر کو موسیقی کی طرح' ھندسی تناسب پر مبنی قرار دیا ھے - علاجِ امراض میں' سارا کھیل' چاروں طبیعتوں (گرم ' سرد ' خشک اور تر) کے تناسب کا ھے - اگر کوئی دوا ' اول درجے میں گرم ھے ' تو اُس میں مساوی درجے کے' مرکّب کے مقابلے میں' دوچند گرمی؛ اگر دوسرے درجے میں گرم ھے' تو چھار چند (گرمی) ھونا چاھیے - و قس علی ھذا " -

1— انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ' ص ۱۰۱۹ ' ج ۲ - 2— تاریخ فلسفۂ اسلام ' ص ۱۱۸ ' ۱۱۹ -

علم ترتیب الاغذیۃ

علم ترتیب الاغذیۃ کے مطابق بھی، کندی نے "تناسب" کے نظریے کو ثابت کیا ہے - مگر اُس پر بوئٹر وغیرہ کی نظر نہیں پڑی! کیونکہ اِس موضوع پر کندی کا کوئی رسالہ موجود نہیں ہے!

اِس علم کی رو سے بحث یوں ہوگی :—

۱—جسم اور غذا کی ترکیب میں بہت مشابہت ہے! ہماری غذا بھی اُنھیں مرکّبات سے بنتی ہے، جن سے کہ ہمارا جسم بنتا ہے - ہمارے جسم کی ترکیب میں، چودہ عناصر، مندرجۂ ذیل تناسب سے پائے جاتے ہیں :—

	گرین	اونس	پونڈ
۱—آکسیجن	... ۰	۰	۱۱۱
۲—ھائیڈروجن	... ۰	۰	۱۵
۳—کاربن	... ۰	۰	۲۰
۴—نائٹروجن	... ۰	۹	۳
۵—فاسفورس	... ۱۹۰	۱۲	۱
۶—سلفر	... ۲۱۷	۲	۰
۷—کیلسیم	... ۰	۰	۲
۸—فلورین	... ۰	۲	۰
۹—کلورین	... ۳۸۲	۲	۰
۱۰—سوڈیم	... ۱۱۶	۲	۰
۱۱—آئرن	... ۱۰۰	۰	۰
۱۲—پٹاسیم	... ۲۹۰	۰	۰
۱۳—میگ نے شیا	... ۱۲	۰	۰
۱۴—سلیکا	... ۲	۰	۰

اگر ایک آدمی کے جسم کا وزن ۱۵۴ پونڈ ہو، تو اُس میں اِن عناصر کا یہی تناسب ہوگا! جب جسم کے، اِن عناصر کے تناسب میں، فرق آ جاتا ہے؛ تو صحت بگڑ جاتی ہے!

غذا کی ترکیب بھی، جسم کے عناصر کی ترکیب کے لحاظ سے، رکھی گئی ہے! پہلے دو عناصر چونکہ ہَوا اور پانی کے ذریعے ہمارے جسم میں پہنچ جاتے ہیں، اس لیے غذا میں زیادہ تر کاربن اور نائٹروجن کی ضرورت باقی رہتی ہے! عناصر کی ترکیب کے لحاظ سے اجزائے غذا تین قسم کے ہوتے ہیں :—

۱— نباتی - ۲— حیوانی - ۳— معدنی، وغیرہ -

لیکن جسم میں غذائیت پہنچانے کے لحاظ سے، اُن کی پانچ قسمیں ہیں :—

(۱) گوشت پیدا کرنے والے اجزا (پروٹین)-

(۲) شحمی و روغنی اجزا (فیٹس) -

(۳) شیریں یا نشاستہ دار اجزا (کاربوهائیڈریٹس) -

(۴) نمکیات (سالٹس) -

(۵) پانی -

یہی وہ اجزائے غذا ہیں جن کو مناسب مقدار میں کھائے بغیر صحت قائم نہیں رہ سکتی!

یہ اِس مسئلے کا مثبت پہلو ہے، جس کو کندی نے " رسالۃ فی تدبیر الاطعمۃ " میں اختیار کیا ہے!

۲— لیکن اِس مسئلے کا ایک منفی پہلو بھی ہے، جو مثبت پہلو سے زیادہ نمایاں ہے! اُس کی تفصیل یہ ہے :—

نائٹروجنی یا گوشت پیدا کرنے والی خوراک سے، جسم میں کسی

قدر طاقت آتی اور حرارت بھی پیدا ہوتی ہے - لیکن اگر وہ ضرورت سے زیادہ مقدار میں کھائی جائے' تو جسم میں خون کی زیادتی ہوکر' مختلف قسم کے خونی امراض پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے - نیز مزاج تند ہو جاتا ہے !

کاربنی یا چربی پیدا کرنے والی خوراک سے' جسم میں گرمی و قوت پیدا ہونے کے علاوہ فربہی بھی آتی ہے - لیکن اگر ضرورت سے زیادہ چکنائی کھائی جائے تو یا ہضم خراب ہو جاتا ہے اور یا زیادہ مُٹاپا پیدا ہو جاتا ہے' جو بذات خود ایک مرض ہے !

نشاستہ دار اور شیریں غذا بھی جسم کو حرارت ' اور قوت بخشتی ہے اور چربی بھی پیدا کرتی ہے - اگر اِس قسم کی غذا ضرورت سے زیادہ کھائی جائے' تو ہضم خراب ہوجاتا ہے - اور اگر عرصے تک زیادہ مقدار میں کھائی جائے تو ذیابیطس کے ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہے !

نمکیات کے بغیر بھی قیام صحتِ محال ہے ! وہی لحمی غذا کے ہضم ہونے میں مدد دیتے ہیں - جب جسم میں نمکیات کی مقدار کم ہو جاتی ہے' تو ہضم خراب ہو جاتا ہے' اور دوران خون سست پڑ جاتا ہے! اِس سے مرض سکروی (سکربوت' سلاق) کی بیماری ہوجاتی ہے' جو بعض اوقات مہلک ہوتی ہے !

پانی کا درجہ ہَوَا کے بعد ہے - اور یہ غذا پر مقدم ہے - جسم کی ساخت میں دو تہائی سے زیادہ پانی ہوتا ہے ! وہ غذا میں بدرقے کا کام دیتا ہے - یعنی اجزاے غذا کو جسم کے تمام حصوں میں لے جاتا ہے - نیز جسم کو فضلات سے پاک و صاف کرتا ہے - فعل ہضم کا بھی معاون ہے- لیکن زیادہ پانی پینے سے ہضم کمزور ہوجاتا ہے - اور بہت سرد پانی پینے سے بھی حرارتِ معدہ ضعیف ہوجاتی ہے' جس سے ہضم کمزور ہوجاتا ہے !

اب اگر کسی کھانے میں یہ اجزا' مناسب مقدار سے نہ رکھے جائیں یا بالکل تبدیل کردیے جائیں ' تو کھانا خراب اور مضر ہو جائیگا -

کندی نے اِس پہلو کو " رسالة فی صنعة اطعمة من غیر عناصرها " میں اختیار کیا ہے -

انسانیات

علم الانسان کی مدد سے بھی کندی نے "تناسب" پر روشنی ڈالی ہے - یہ نظریہ اُس کے دو رسالوں میں پھیلا ہوا ہے - اِس پر بھی بوئر وغیرہ کی نگاہ نہیں پڑی !

۱ — ایک رسالے میں اُس نے دکھایا ہے کہ قدیم زمانے میں' لوگوں کی عمریں لمبی لمبی بیان کی جاتی ہیں ' لیکن اب ایسا نہیں ہوتا ! آخر وجہ کیا ہے ؟ اِس رسالے کا نام یہ ہے : " رسالة فی ما حُکِیَ فی اعمار الناس فی الزمن القدیم و خلافها فی هذا الزمن "-

۲ — دوسرا رسالہ ' خود اپنے متعلق لکھا ہے- اُس کا موضوع یہ ہے کہ میری عمر ' ۱۲۰ سال کی کیوں نہیں ہوسکتی ؟ ایک سو بیس سال کی عمر ' عمر طبیعی ہے - اُس تک نہ پہنچنے کے اسباب بیان کیے ہیں -

اِن دونوں رسالوں کا مقصد یہ ہے کہ وہ کیا عناصر ہیں جن کے " تناسب " سے عمریں طویل ہوجاتی ہیں - اور تناسب مفقود ہوجائے تو عمریں بھی کم ہوجاتی ہیں !

علم الکون و الفساد

اِس علم کی مدد سے "تناسب" پر کندی نے جو استدلال کیا ہے ' اُس سے بھی بوئر وغیرہ ناواقف ہیں - انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں اِس موضوع پر اُس کی تصنیفات کا ذکر البتہ آ گیا ہے -

۱ — کندی نے "رسالة فی اجساد الحیوان اذا فسدت" میں "تعفّن و فساد" (Putrenaction and Decay) پر بحث کی ہے - اور یہ بڑی اہم بحث ہے -

۲—'' رسالة فی تدبیر الاصحاء '' میں تندرست آدمیوں کی تندرستی قائم رهنے کی تدبیریں بتائی هیں -

۳ —''رسالة فی الابخرة المصلحة للجّو من الاوباء'' میں ''بخارات'' کے ذریعے سے وباؤں کو دور کرنے کی ترکیب لکھی هے -

۴—ایک رسالہ اُس نے اِس موضوع پر لکھا هے کہ ''قاتل آسمانی زهر'' کیوں پیدا هوتے هیں ؟ یہ وبا کے متعلق رسالہ هے - هَوَا میں جب تعفن اور فساد عارض هوکر ' اُس کی اصلی کیفیت متغیر هو جاتی هے ' تو اُس حالت کو وبا کہتے هیں - اِس رسالے کا نام یہ هے : '' رسالة فی ایضاح العلّة فی السمائم القاتلة السمائیة - ''

۵ —اُس نے ''رسالة فی الادویة المشفیة من الروائح الموذیة '' میں ایذا رساں رائحوں کے لیے دوائیں تجویز کی هیں !

۶—''رسالة فی اشفیة السموم'' میں زهروں کے مارک لکھے هیں -

۷—مہلک دواؤں اور غذاؤں پر الگ رسالہ لکھا هے - اُس کا نام یہ هے : ''رسالة فی الغذاء و الدواء المهلک ''-

حیاتیات

حیاتیات کی روشنی میں ' کندی کو ''تناسب'' کی جو جھلک نظر آئی ' اُس کا اظہار ایک مستقل رسالے میں هوا هے - اِس سے بھی بوئر وغیرہ آگاہ نہیں هیں !

'' رسالة فی الحیاۃ '' کندی کی تمام تحقیقات کا نچوڑ هے - اِسی میں اُس نے ''تناسبِ حیات'' کا نظریہ لکھا هے ! اِس میں بتایا هے کہ وہ کیا چیزیں هیں جن کے ''تناسب'' سے زندگی قائم رهتی هے اور تناسب باقی نہیں رهتا ' تو موت آ جاتی هے ! اِس رسالے کا ذکر ''فہرست'' میں نہیں هے - صرف ابن ابی‌اصیبعہ نے اِس کا نام لکھا هے !

گزشتہ چھے علموں کے علاوہ ' موجودہ علوم سے اگر روشنی ڈالی جائے تو آرٹ کے تناسب پر (ص ۴۴۲ ' ج ۲) ' جامیٹری (ریاضیات) کے نظریۂ "تناسب" پر (ص ۱۸۰ ' ج ۱۰) ' فلسفے کے تناسب پر (ص ۷۴۴ ' ج ۱۷)' اقتصادیات کے اصولِ " تناسبیّت " (Proportionality) پر (ص ۷۴۹ ' ج ۱۸) ' اور میکینکس میں " حدودِ تناسبیّت " پر (ص ۵۸ ' ج ۱۵) ' انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں مفصل مضامین ملیں گے - لیکن چونکہ اُن کو کندی نے خود نہیں لکھا ہے ؛ ہم بھی قلم‌انداز کرتے ہیں -

" تناسب حیات "

چھے' اور سچ پوچھو تو گیارہ ' علوم سے گزرنے کے بعد "تناسبِ حیات" کا مسئلہ اب سامنے آتا ہے ! کندی نے اُس کو جس طرح ثابت کیا ہوگا ؛ ہم بھی اُسی طرح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں !

یہ عالَم ' عالمِ کون و فساد ہے ! ہمارا دورِ غذائی یہاں اِس طرح قائم ہے کہ کوئی نیا مادۂ غذا پیدا نہیں ہوتا - غذائیّت وہی رہتی ہے ' جو کہ ابتدا میں تھی ؛ مگر وہ گردش کرتی رہتی ہے ! اور باری باری استعمال ہوتی ہے ! یعنی اول اُسے نباتات استعمال کرتے ہیں ' پھر حیوانات اور پھر نباتات ! یونہیں یہ دورِ غذائی چلتا رہتا ہے - جو نباتات و حیوانات اپنی زندگی کا دور ختم کرچکتے ہیں ' یعنی مرجاتے ہیں ' اُن کے اجزا تحلیل اور مفردات میں تبدیل ہوکر ' پھر زمین میں شامل ہوجاتے ہیں - تاکہ نباتات اُن سے اپنی خوراک مہیا کرسکیں - مثلاً کھیت میں جو کھاد ڈالی جاتی ہے وہ تحلیل ہوکر مفرد اجزا میں تبدیل ہوجاتی ہے اور وہ اجزا نباتات کی خوراک میں کام آتے ہیں - اور پھر نباتات کو حیوانات کھاتے ہیں - اِسی طرح سے نباتات اور حیوانات میں یہ دورِ غذائی قائم رہتا ہے !

رات دن کے اِس مشاهدے سے یه ثابت هوتا هے که همارے عالم کا نظام قائم رهنے کے لیے "فساد" ضروری چیز هے - کیونکه اگر فساد نه هو تو پھر کَون بھی نه هو !

فساد کے تین مظاهر ' تین بڑے کیمیائی اعمال کی شکل میں همارے سامنے آتے هیں :—

۱—اختمار ' یعنی خمیر اُٹھنا : (Fermentation) - یه عمل شیریں اور نشاسته دار (کاربوهائیڈریٹس) مواد میں هوتا هے - آٹے میں خمیر اُٹھتا هے - انگور وغیرہ کے رس سے شراب بنتی هے -

۲—تعفّن و فساد ' (Putrefaction and Decay) - یه عمل مردہ حیوانی (نائٹروجنی) مواد میں هوتا هے - اِس میں حیوانی مواد کا مادۂ زلالیه (ایلبیومن) پہلے پیپٹون میں تبدیل هوجاتا هے ؛ اور پھر کاربن ڈائی آکسائیڈ ' سلفیوریٹیڈ هائیڈروجن ' مے تھین ' بیوٹرک ایسڈ ' انڈول اور سکیٹول وغیرہ اجزا میں !

عفونت پیدا هونا ' اهم ترین عمل هے ! کیونکه اِس سے تمام نباتی و حیوانی مردہ اجسام' ملیامیٹ هوکر' خاک میں مل جاتے هیں؛ یعنی وہ تحلیل هوکر مفردات میں تبدیل هوجاتے هیں ؛ جس سے کون و فساد کا سلسله چلتا هے -

۳—سمّیات - حیوانی مواد کا مادۂ زلالیه (ایلبیومن)' بعض اوقات مضر حیوانی مادّوں میں تبدیل هو جاتا هے - یه سخت زهریلے مواد ' سڑے هوئے گوشت اور مچھلی وغیرہ میں پائے جاتے هیں- ایسے فاسد گوشت وغیرہ کو اگر پکایا جائے ' تب بھی یه سمّیت زائل نهیں هوتی -

اِن تینوں مظاهر فساد کا اثر' هماری " غذاؤں" میں برابر مشاهدے میں آتا هے ! آٹے میں خمیر اُٹھتا هے - اَور بھی کئی قسم کے اختماری

مواد پیدا ہوتے ہیں - نشاستہ ' شکر میں تبدیل ہوتا ہے - سیّال' منجمد ہو جاتا ہے ؛ جیسے دودھ ' دہی بن جاتا ہے - روغنی اجزا متفرق ہو جاتے ہیں - روٹی بدمزہ ہو جاتی ہے - دودھ خراب ہو جاتا ہے - مکّھن بدذائقہ ہو جاتا ہے - گوشت بدبو ہو جاتا ہے - وغیرہ -

" پانی " بھی اِن کے اثر سے محفوظ نہیں ہے - گندہ پانی ' بند پانی (جو بہتا ہوا نہ ہو) ' اصلی حالت کھو بیٹھتا ہے - اور بعض اوقات جب ہَوا پر اُس کا اثر پڑتا ہے تو بہت سے امراض پیدا ہو جاتے ہیں -

" ہَوا " میں جب متعفّن اور سمّی مادے مل جاتے ہیں' تو اُس کو متعفّن اور فاسد کر دیتے ہیں - ایسی ہَوا سے امراض وبائیہ کا انتشار ہوتا ہے -

" مٹی" اور خصوصاً قبرستان کی مٹی سے بھی اکثر مہلک امراض متعدیہ پیدا ہو جاتے ہیں - جس جگہ مُردے گاڑے جاتے ہیں' وہاں کی ہَوا خراب ہو جاتی ہے -

غرض تعفّن اور فساد کے مرکز ' جب اور جہاں قائم ہو جاتے ہیں ؛ کون و فساد کی کشمکش پیدا ہو جاتی ہے ! اُن کے زائل کرنے کو " Disinfection " کہتے ہیں ؛ جس کی تین قسمیں ہیں - اُن میں سے جو قسم طبعی ہے' اُس میں حرارت کی مختلف صورتیں شامل ہیں - اِن صورتوں میں ایک "بھاپ دینا" بھی ہے ' جس کو کندی نے ایک رسالے میں بتایا ہے! ازالۂ عفونت کی کیمیائی قسم میں' وہ شافی دوائیں شامل ہیں ؛ جو کندی نے ایذا رساں رائحوں اور زہروں کے لیے تجویز کی ہیں -

ہمارا جسم ' کون و فساد کے مظاہر کا ایک تماشاگاہ ہے ! ہماری غذا ' پانی ' ہَوا اور مٹی سے متأثر ہوتی ہے - اور اِس مجموعی اثر سے " جسم کا مزاج " پیدا ہوتا ہے ! مزاج ہی کا دوسرا نام " روح " ہے !

اِس بنا پر جیسا کہ اطبّا کا مذہب ہے [1]:

فما دام البدن علیٰ ذٰلک المزاج الذی یلیق بہ الا نسان کان مصوناً من الفساد ! فاذا خرج عن ذٰلک الاعتدال بطل المزاج و تفرّق البدن !

جب تک بدن، اُس مزاج پر رہتا ہے جو انسان کے لائق ہے، تب تک وہ فساد سے محفوظ رہتا ہے ! اور جہاں اُس اعتدال سے نکلا ، مزاج بگڑ جاتا ہے اور بدن الگ الگ ہو جاتا ہے -

حالت صحت میں چونکہ " اعتدال " موجود ہوتا ہے ، جسم اور مزاج میں ہم آہنگی رہتی ہے ؛ اِس لیے انسان " فساد " سے محفوظ رہتا ہے ! اور جب صحت جسمانی ، درجۂ اعتدال سے گر جاتی ہے تو امراض پیدا ہو جاتے ہیں، جس سے مزاج بگڑ جاتا ہے اور بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے !

یہ ہے کون و فساد کا عمل ! جس کے مشاہدے سے، کِندی نے " تناسبِ حیات " کا عظیم‌الشان نظریہ ترتیب دیا تھا -

---

1—دائرۃ المعارف ، ص ۷۴۳ ، ج ۸ -

سکتہ

(Apoplexy)

نفسیات ' حیاتیات ' حیوانیات اور انسانیات کے عمیق مطالعے سے ' جو فلسفہ ' طب ' تشریح اور عضویات کی بدولت حاصل ہوا تھا ؛ کندی نے " موسیقی " کے ذریعے ' " سکتے " کا علاج نکالا ! آج کل اِس کا علاج ' بجلی کے ذریعے سے کرتے ھیں !

انسان ' مجموعہ ھے خیال اور وجود ' یا روح اور جسم کا - لیکن روح اور جسم کے ماوراء الطبیعی اختلاف کے باوجود ' جب اُن کے اتحاد کی تجربوں کے ذریعے ' تشریح کی جاتی ھے ؛ تو سپائی نوزیت [1] (Spinozism) ' نظریۂ مشیّتِ الٰہی [2] (Occasionalism) اور جزء لا یتجزیٰ کے عقیدے تک انسان پہنچ جاتا ھے !

کندی ' چونکہ پرانے اور آج کل کے بعض حکما کے برخلاف ' " جزء لا یتجزیٰ " کا قائل نہ تھا ؛ اِس لیے ظاھر ھے کہ اُس نے روح و جسم کے اتحاد کی تشریح کسی اور نظام و عقیدہ کے ماتحت کی ھوگی ! اِس سلسلے میں اُس نے " تناسبِ حیات " کے نظریے پر جو روشنی ڈالی ھے ' اُس کے علاوہ ؛ بعض اور چیزیں بھی ملتی ھیں ' جو متفرق رسالوں میں بیان کی گئی ھیں - مثلاً

1—سپائی نوزا ' المتوفی سنہ ۱٦۷۷ ع کے اصول و عقائد - اصل ایک جوھر ھے جو واحد اور غیر متناھی ھے - اور نفس اور فضا ' صفات اور اشخاص ' اشکال متغیرہ ھیں -

2—انسان کے ادراک اور ارادے کو خارجی مظاھر سے علت و معلول کا تعلق نہیں - بلکہ خدا کی قدرت سے دونوں چیزیں ایک ھی موقع پر ظاھر ھوتی ھیں - یعنی مسبب الاسباب خدا کی ذات ھے -

۱—" رسالۃ فی جواهر الاجسام " سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعی اور کیمیاوی تحقیقات کے بعد جسم کا جوہر کیا رہ جاتا ہے ؟

۲—" رسالتہ فی الایقاع " میں اُس نے دکھایا ہے کہ نفسی حیثیت سے' موسیقی کا اثر ' روح پر کیا پڑتا ہے ؟

اِن رسالوں کے علاوہ ' خود فن " موسیقی" پر اس نے بہت سی کتابیں اور رسالے لکھے ہیں ؛ جن میں اُس نے نغموں کے مرکب کرنے پر بحث کی ہے - ایسے نغمے ترتیب دے کر بتائے ہیں' جو باہم مشابہ ہیں اور جن سے اشخاص عالیہ (اجرام سماویہ) کی طبیعتوں کا پتا چلتا ہے - یہ نفسی حیثیت سے ' موسیقی اور اجرام فلکی کے تعلّق پر ایک دقیق گفتگو ہے - موسیقی کے آرٹ کا ' بعض رسالوں میں تعارف کرایا ہے - موسیقی کے آرٹ (اور اُس کے اثر) کی نسبت تجربات ' علیحدہ جمع کیے ہیں - شاعری کو موسیقی سے جو تعلّق ہے ' اُس پر مستقل حیثیت سے روشنی ڈالی ہے - گانوں کی ترکیب کا آرٹ ' ایک رسالے میں جداگانہ بیان کیا ہے -

موسیقی کے اِس حیرت‌انگیز نفسیاتی مطالعے کی بدولت ' کندی نے یہ قابو پایا کہ روح و جسم کا تعلّق دریافت کر کے ' اُس پر کامیاب تجربات کرے ! چنانچہ ایک تجربہ ' قفطی کے لفظوں میں یہ ہے [1] :—

و من عجیب ما یُحکیٰ عن یعقوب بن اسحاق الکندی هذا ' أنه کان فی جوارہ رجل من کبار التجّار' موسّع علیه فی تجارته ' و کان له ابن قد کفاہ آمرَ بیعه و شرائه و ضبط	اِس یعقوب بن اسحاق کندی کی نسبت یہ عجیب خبر بیان کی جاتی ہے کہ اُس کے پڑوس میں ایک بڑا تاجر رہتا تھا ' جس کا کاروبار بہت پھیلا ہوا تھا - اُس کے

1—اخبارالحکماء -

دخله و خرجه - و کان ذُلک التاجر
کثیر الازراء علی الکندی و الطعن
علیه ' مُدْمِناً لتعکیره و الاغراء به -
فعرض لابنه سکتةٌ فجاءةً - فورد علیه
من ذُلک ما اَذْهَلَه و بقی لا یدری
ما الذی فی ایدی الناس و ما لهم
علیه ؛ مع ما دخله من الجزع علی
ابنه - فلم یَدَعْ بمدینة السلام طبیباً
الا رکب الیه و استرکبه ' لینظر ابنه
و یشیر علیه فی امره بعلاج - فلم
یُجِبْهُ کثیر من الاطبّاء لِکِبَر العلّة و
و خطرها ' الی الحضور معه ؛ و مَنْ
اجابه منهم فلم یجد عنده کبیرَ
غَناء - فقیل له انت فی جِوار
فیلسوف زمانه ' و اعلم الناس بعلاج
هذه العلّة ؛ فلو قصدتَه لوجدتَ
عنده ماتحبّ - فدَعَتْه الضرورة
الی ان تحمّل علی الکندی باحد
اخوانه فثقل علیه فی الحضور -
فاجاب و صار الی منزل التاجر -
فلما رأی ابنه و اخذ مجسّه ' امر
بأن یحضر الیه من تلامیذه فی
علم الموسیقی مَن قد اَنعَمَ الحِذْق

ایک لڑکا تھا جو خرید و فروخت کے
کام اور آمد و خرچ کے حساب کا بار
اُٹھائے ہوئے تھا ! یہ تاجر کندی پر
بہت عیب لگاتا تھا - اُس پر حملے
کرتا تھا - ہمیشہ اُس کی تذلیل اور
اُس کے خلاف لوگوں کو اُبھارنے کے
در پے رہتا تھا - اچانک اُس کے بیٹے
کو سکتے کی بیماری ہوگئی! بیٹے کے
غم میں تاجر کے حواس جاتے رہے '
سب بھُول گیا ؛ کچھ پتا نہ تھا کہ
اُس کا دوسروں کے ذمے اور اُن کا اِس
کے ذمے کیا باقی ہے ؟ بغداد میں
کوئی طبیب ایسا نہ تھا جہاں وہ
گیا نہ ہو اور اُس سے اپنے بیٹے کے
علاج کے لیے چلنے کی درخواست نہ
کی ہو - چونکہ مرض بہت بڑا اور
خطرناک تھا ' اکثر طبیبوں نے آنے
سے انکار کردیا ' اور جو آیا بھی تو
کوئی خاص تدبیر نہ نکال سکا - اب
لوگوں نے تاجر سے کہا ' آپ کے پڑوس
میں اِس زمانے کا فلسفی رہتا ہے '
جو دنیا میں اِس مرض کے
علاج سے سب سے زیادہ واقف ہے !

بضرب العود ، و عرف الطرائقَ
المُحزِنَة و المُفرِحة [1] و المقوّية
للقلوب و النفوس - فحضر اليه
منهم اربعة نَفَرٍ - فامرهم ان يُديموا
الضرب عند راسه ، و ان ياخذوا فی
طريقة وَقّفهم عليها ، وأراهم مواقع
النغم بها من اصابعهم علیٰ الدساتين [2]
و نقلها - فلم يزالوا يضربون
فی تلک الطريقة ، و الكندی آخِذ
مجسّ الغلام ، و هو فی خلال ذٰلک
يمتدّ نفسه و يقوی نبضه و يراجع
اليه نفسه شيئاً بعد شيىء الیٰ ان
تحرّک ؛ ثم جلس و تكلّم - و اولٰئک
يضربون فی تلک الطريقة دائماً
لا يفترون - فقال الكندی لابيه سَلِ
ابنک عن علم ما تحتاج الیٰ علمه
ممّا لک و عليک ! و آثْبِتْه - فجعل
الرجل يسئله و هو يُخبِره ، و يكتب
شيأ بعد شيىء - فلما اتیٰ علیٰ
جميع ما يحتاج اليه ، غفل
الضاربون عن تلک الطريقة التی كانوا
يضربونها ، و فتروا - فعاد الصبی الیٰ

اگر آپ اُس کے پاس جائیں تو آپ
کو کامیابی ہوگی - تاجر ضرورت کی
وجہ سے مجبور ہوا ؛ (خود تو نہیں
گیا ، البتہ) اپنے ایک بھائی کو
کندی کے پاس بھیجا ، جس نے
اُس پر چلنے کے لیے دباو ڈالا !
کندی آیا ، لڑکے کو دیکھا ، نبض
ٹٹولی ! اُس کے بعد اپنے چار شاگردوں
کو بلایا - اِنھوں نے موسیقی میں
اُس سے تعلیم حاصل کی تھی؛
عود بجانا خوب جانتے تھے؛ اِن کو
دلوں اور نفسوں کو قوت دینے ،
خوش کرنے ، غمگین کرنے والے طریقے
معلوم تھے - کندی نے حکم دیا کہ
لڑکے کے سرھانے بیٹھ کر عود بجائے
جاؤ - اور ایک خاص طریقہ بتایا -
اور راگوں کی جگہیں دستانوں پر اُن
کی انگلیاں رکھ کر اور ھٹا کر بتا دیں!
اُن لوگوں نے اُسی طریقے سے بجانا
شروع کیا - کندی نے لڑکے کی نبض
پکڑی ! اِس درمیان میں لڑکے کی
سانس چڑھنے لگی ، نبض قوی

1—ن : المزمجة - 2—دستان، وہ نشان جو ڈانٹ والے باجوں کے بازوں پر ھوتا ھے
اور اُس سے کسی نغمے کا مخرج معلوم ھوتا ھے -

الحال الاولی و فشیئه السُکاتُ - فسأله ابوه ان یامرهم بمعاودة ما کانوا یضربون به - فقال هیهات! انما کانت صُبابَةٌ قد بقیت من حیاته! و لا یمکن فیها ما جری! و لا سبیل لی ولا لاحد من البشر الی الزیادة فی مدة مَنْ قد انقطعت مدّتُہ! اذ قد استوفی العطیّةَ و القسم الذی قسم اللہ لہ!

ہونے لگی' سانس یکے بعد دیگرے لوٹنے لگی! یہاں تک کہ اُس نے جنبش کی' پھر اُتھ بیٹھا اور بولنے لگا! شاگرد اُسی طریقے سے برابر عود بجاتے رہے؛ ہاتھ سست نہیں کیا! کندی نے لڑکے کے باپ سے کہا جو کچھ لینے دینے کے متعلّق دریافت کرنا ہو اپنے لڑکے سے پوچھ لو! اور اُس کو لکھ لو! تاجر پوچھتا جاتا اور یکے بعد دیگرے لکھتا جاتا' اور لڑکا جواب دیتا جاتا تھا! جب سب ضروری حساب ہوچکا تو بجانے والے (اِن باتوں میں مشغول ہوکر) وہ طریقہ بھُول گئے جس میں بجا رہے تھے اور اُن کے ہاتھ سست پڑگئے! اب لڑکے کی اگلی حالت پلٹ آئی' اور سکتہ طاری ہوگیا - تاجر نے کندی سے درخواست کی کہ شاگردوں سے پھر اُسی طرح عود بجوائیے' جس طرح پہلے بجا رہے تھے! کندی نے جواب دیا ' افسوس! وہ تو اُس کی زندگی کا ایک بچا ہوا حصہ تھا ' جو باقی رہ گیا تھا! اور جو کچھ کیا گیا اب

نہیں ہوسکتا ! اور جس کی عمر
ختم ہوچکی ہے اُس میں اضافہ کرنا
میرے اور کسی انسان کے بَسْ میں
نہیں ! کیونکہ خدا نے اُس کو جو
حصہ اور عطیہ عنایت فرمایا تھا ،
وہ پورا پاچکا !

یہ تو ایک تجربہ تھا - کندی نے اِس قسم کے ہزاروں تجربات کیے ہوں گے - کیونکہ روایت میں اعتراف کیا گیا ہے کہ وہ سکتے کا دنیا میں سب سے بڑا معالج تھا !

———

نظریۂ عقل

کندی کے نظریۂ "عقل" کو بوئر نے' خلاف معمول' زیادہ شاندار لفظوں میں سراھا ھے - کہتا ھے [1] :—

"In al-kindi's treatise De Intellectu, edited by Nagy, we meet for the first time the doctrine of ắkl in a form that is significant of the whole course of Neo-Platonic-Aristotelian philosophy in Islam."

یہ نظریہ' دو رسالوں میں بیان ھوا ھے -

(۱) رسالۃ فی مائیۃ العقل و الابانۃ عنہ - یہ فلسفیانہ رسالہ ھے - اِس وقت "رسالۃ فی العقل" کے نام سے موجود ھے - اِس کا لاتینی نام "De Intellectu" ھے - ناگے نے اِس کو مرتب کیا ھے -

(۲) رسالتہ فی خبرالعقل—یہ سیاسیات میں ھے - اِس میں عقل کی سیاست ' یعنی اُس کی کارفرمائیوں اور تسلّط وغیرہ کا نقشا دکھایا گیا ھے -

جیساکہ سکندر افرودیسی نے کتاب العقل جلد دوم میں لکھا ھے ؛ ارسطو کے نزدیک "عقول" تین ھیں [2] - کندی نے اُس پر چوتھی عقل کا اضافہ کیا - جس کو "عقل بالفعل" کہا جاتا ھے ! یہ اضافہ ایسا مقبول ھوا کہ تھوڑے سے تغیّر کے ساتھ ' تمام متاخرین مسلم فلاسفہ کے یہاں نظر آتا ھے -

کندی کے نزدیک عقل کی چار قسمیں ھیں :—

1—انسائیکلوپیڈیا آف اسلام - 2—تاریخ فلسفۂ اسلام ' ص ۱۲۲ -

(۱) وہ عقل جو دائمی حقیقت رکھتی ہے' اور کائنات میں تمام معقولات کی علّت اور اصل ذات ہے ' یعنی خدا یا عقل اول - بہ الفاظ دیگر عقل فعّال !

"the intellect which is always active."

(۲) عقل بحیثیت نفس انسانی کے معقول عنصر یا قوت کے - بہ الفاظ دیگر عقل انفعالی !

"the passive intellect of the human soul."

(۳) عقل بحیثیت نفس کی حقیقی جبلّت یا مِلک کے' جس سے نفس ہر لمحہ کام لیتا ہے ' جیسے کاتب اپنے فن سے - بہ الفاظ دیگر عقل حقیقی یا عقل مستفاد !

"the intellect of the human soul which passes from potentiality to actuality."

(۴) عقل بحیثیت فعل کے ' جس کے ذریعے سے وہ حقیقت جو نفس میں ہے خارجی موجودات کی طرف منتقل ہو جاتی ہے - بہ الفاظ دیگر عقل بالفعل !

"the intellect which demonstrates the necessary relations between premises."

یہ آخری عمل ' کندی کے نزدیک انسان کا فعل ہے - مگر قوت کے فعل کی طرف منتقل ہونے کو یا علّت اولیٰ کی بدولت ممکن کے موجود ہونے کو وہ اُس عقل کا کام سمجھتا ہے جو قدیم اور حقیقی ہے - حقیقی عقل ہمیں عالم بالا سے ملی ہے ' اِس لیے عقل سوم ' عقل مستفاد کہلاتی ہے !

بوئر نے " عقل بالفعل " کے نظریے کو' " تاریخ فلسفۂ اسلام " میں'

کبھی مسیحی فلسفے کے اندر دکھانے اور کبھی اشراقیوں سے منسوب کرنے کی کوشش کی ھے ! اُس نے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مضمون میں ایک قدم اور بڑھاکر "P. Duhem" کی یہ تجویز نقل کی ھے کہ شائد (کندی کی) چوتھی عقل سے مراد " نفس حسّاس" [1] ھے ؛ جس کا ذکر سکندر افرودیسی کے یہاں آیا ھے !! لیکن جب "Duhem" خود مانتا ھے کہ سکندر نے اُس کو " عقل " نہیں کہا ' تو پھر یہ احتمال آفرینی کیا کام دے سکتی ھے ؟

بوئر نے چوتھی عقل اور تیسری عقل کے فرق کو

"the effective participation of the third"

کہ کر ' ارسطو کے خیر اور علم سے مشابہت دی ھے - اور یہ دکھانا چاھا ھے کہ کندی نے تیسری اور چوتھی عقل میں جو فرق پیدا کیا ھے وہ ارسطو کے اُس فرق کا چربا ھے جو اُس نے اکتسابی خیر اور اُس کی مزاولت میں [2] ' یا اکتسابی علم اور ذھنی عمل میں [3] پیدا کیا ھے ! لیکن یہ ایسا احتمال ھے جو ھر تحقیق میں نکالا جا سکتا ھے !

اِنھیں وجوہ کی بنا پر ' انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مضمون نگار نے ' بوئر کی تمام احتمال آفرینیوں سے اعراض کرکے ' چوتھی عقل کا موجد ' علانیہ کندی کو قرار دیا ھے [4] !

"He has an original fourfold division of intelligence."

1—Anima Sensitiva - 2—Acquired virtue and its practice -
3—Acquired knowledge and mental activity - 4—ص ۳۸۵ ' ج ۱۳ -

نظریۂ عام

کندی نے اپنے نظریۂ علم پر دو کتابیں لکھی ہیں -

(۱) رسالتہ الکبریٰ فی مقیاسہ العلمی -

(۲) رسالتہ بایجاز فی مقیاسہ العلمی -

پہلا رسالہ مفصل اور دوسرا مختصر ہے -

بوئر نے اِس نظریے پر اِن الفاظ میں روشنی ڈالی ہے [1] :—

" کندی کے نظریۂ علم میں بھی یہ اخلاقی ' مافوق الطبیعی دوئی موجود ہے - اِس نظریے کی رو سے ہمارا علم یا تو محسوس ہوتا ہے یا معقول - اُس کے درمیان جو تخیل یا تصور کی قوت ہے وہ "قوت وسطیٰ" کہلاتی ہے - حواس ' جز (یعنی مادی صورت) کا ادراک کرسکتے ہیں - لیکن نفس ' کُل یعنی نوع یا جنس (معقول صورت) کا ادراک کرتا ہے - اور جس طرح سے محسوس اور حس ایک چیز ہے ' اُسی طرح نفس کے ادراکات اور خود نفس ایک چیز ہے - "

1—تاریخ فلسفۂ اسلام' ص ۱۲۰' ۱۲۱ -

قاطیغوریاس

(Categories)

قاطیغوریاس یا مقولات ' وہ اجناسِ عالیہ ہیں' جن پر محسوسات کی تجرید ختم ہو جاتی ہے - یہ ارسطو کی کتاب میں منطق کا ایک حصہ تھی؛ مگر بعد والوں نے اِن کو منطق سے نکال دیا -

تین اہم شخصیتیں

اِس بحث میں تین شخصیتیں بہت نمایاں ہیں -

۱—ارسطو ' جس نے اُن کو مرتب طور پر پیش کیا [1] :—

"The first systematic account of categories was given by Aristotle."

۲—کندی' جس نے ارسطو سے اختلاف کرکے نئے اجناس ترتیب دیے [2] :—

"In place of Aristotle's categories he substitutes matter, form, movement, place and time."

۳—کانٹ' جس نے ارسطو سے اختلاف کرتے ہوئے ' اِس بحث میں نئے برگ و بار پیدا کیے [3] :—

"Its most serious competitor in the history of philosophy is the account given by Kant."

یہاں ہم کو پہلی دو شخصیتوں سے بحث ہے -

1—انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ' ص ۲۸' ج ۵ -
2—ایضاً ' ص ۳۵۸ ' ج ۱۳ -
3—ایضاً ' ص ۲۸ ' ج ۵ -

ارسطو کے قاطیغوریاس

ارسطو کے قاطیغوریاس کی گفتگو ' اِس طرح شروع هوتی هے کہ جو چیزیں موجود هیں ' اُن کی دو قسمیں هیں :—

۱- واجب الوجود ' یعنی وہ جس کا وجود ضروری هو - یہ بسیطِ محض هے' جنس اور فصل سے مرکب نہیں هے - شریعت کی زبان میں اِسی کو خدا کہتے هیں -

۲ — ممکن الوجود ' یعنی وہ جس کا نہ وجود ضروری هو نہ عدم - یہ مخلوقات هے -

ممکن الوجود کی بھی دو قسمیں هیں :—

۱ — جوهر ' یعنی وہ ممکن ' جو اپنی ذات کے ساتھ قائم هو اور کسی محل کی اُس کو ضرورت نہ هو -

۲ —عرض' جو جوهر کے برعکس هو -

ارسطو نے اِنھیں دونوں قسموں' یعنی جوهر اور عرض سے' مقولاتِ عشرہ ترتیب دیے؛ جو حسبِ ذیل هیں -

۱ — جوهر (Substance یعنی قائم) - اِس کے پانچ افراد هیں :—

(الف) جسم—یعنی وہ چیز جس میں ابعادِ ثلاثہ (طول' عرض' عمق) نکلتے هیں -

(ب) هیولیٰ -

(ج) صورت -

(د) نفسِ ناطقہ -

(٥) عقل— جس کو شریعت کی زبان میں مَلَک (فرشتہ) کہتے هیں - اِس طرح حکماے مشّائین کے عقولِ عشرہ اور ملائکہ ایک هیں -

۲—عرض ' نو ہیں -

(الف) کیف یا صفت (Quality) - جو اپنی ذات کے لحاظ سے تقسیم اور عدم تقسیم کے قابل نہ ہو ؛ لیکن محلّ کی متابعت سے اِن چیزوں کو قبول کرے - مثلاً سیاہی' سفیدی' گرمی' سردی' جب کسی جسم کو عارض ہوں تو تقسیم قبول کرتی ہیں ؛ اور نقطے کو عارض ہوں تو نہیں -

کیف ' جسمانی اور روحانی دو طرح کا ہوتا ہے - جسمانی کی مثالیں ابھی گزریں - روحانی کی مثال علم' جہل' فیّاضی' بخل' وغیرہ -

(ب) کم یا مقدار (Quantity) - وہ عرض' جس کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف نہ ہو ؛ اور اپنی ذات کے اعتبار سے تقسیم کے قابل ہو -

اِس کی بھی دو قسمیں ہیں - "منفصل" میں بالفعل ایسے اجزا ہوتے ہیں جن کا وجود ایک دوسرے سے الگ ہوتا ہے - جیسے عدد جو اکائیوں سے مرکب ہوتا ہے' اور وہ اکائیاں اُس میں علیحدہ علیحدہ موجود ہوتی ہیں - "متصل" میں بالفعل ایسے اجزا نہیں ہوتے جو وجود میں جدا جدا ہوں ' لیکن پھر بھی وہ قابلِ تقسیم ہوتا ہے ؛ جیسے کسی چیز کی مقدار جو چند گز ہو -

(ج) آین یا حیّز و مقام (Place) - وہ ہیئت جو جسم کو مکان میں ہونے کی وجہ سے عارض ہو -

(د) متیٰ یا وقت (Time) - وہ ہیئت جو جسم کو زمانے میں ہونے کے سبب سے عارض ہو -

(ہ) اضافت یا نسبت (Relation) - دو چیزوں کے درمیان نسبت - مثلاً باپ ہونا ' کہ یہ باپ اور بیٹے کے درمیان نسبت ہے -

(و) وضع (State) - کسی چیز کی وہ هیئت ' جو اُس کو داخلی اور خارجی امور سے نسبت دینے کے بعد ' حاصل هو - مثلاً کھڑا هونا ' بیٹھنا ' چِت لیٹنا -

(ز) فعل یا عمل (Activity) - وہ نہ قرار پکڑنے والی هیئت ' جو فاعل میں بار بار اِس لیے پیدا هو کہ اُس کا منفعل پر اثر پڑ رہا ھے - جیسے آرہ کشی کے وقت آرہ کش کی هیئت هوتی ھے -

(ح) انفعال (Passivity) - وہ نہ قرار پکڑنے والی هیئت ' جو منفعل میں بار بار اِس لیے پیدا هو کہ فاعل کا اُس پر اثر پڑ رہا ھے - جیسے آرہ کشی کے وقت لکڑی کی هیئت ' جو آرہ کش کا اثر قبول کر رهی ھے -

(ط) مِلک یا قضیّہ (Position) - وہ هیئت ' جو جسم کو ایسے امور خارجی کے احاطہ کرلینے سے حاصل هو ' جو جسم کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل هوسکتے هیں - جیسے برقع یا جبّہ پہننے' ٹوپی اوڑھنے اور عمامہ باندھنے سے آدمی کی هیئت هوتی ھے -

یہ نو عرض' اور ایک جوهر ' مل کر ' مقولاتِ عشرہ کہلاتے هیں -

کندی کے قاطیغوریاس

کندی نے قاطیغوریاس کی تعداد نصف کردی ! اُس کے یہاں وہ پانچ هیں ؛ جن میں دو ارسطو کے' اور تین نئے هیں - هم اُن کے لیے " مقولاتِ خمسہ " یا " اجناسِ کندی" کی اصطلاح قائم کرتے هیں - وہ یہ هیں :—

(۱)— مادہ (Matter) -

(۲)— صورت (Form) -

(۳)— حرکت (Motion) -

(۴)— مکان (Place) -

(٥)—زمان (Time) -

اِن اجناس کی طرف، کندی کا ذہن کیونکر منتقل ہوا ؟ یہ ایک دل‌چسپ سوال ہے - اُس نے "مقولات عشرہ" کے سلسلے میں چند رسالے لکھے تھے :—

۱—کتاب فی اوائل الاشیاء المحسوسة - پہلے کیا چیزیں محسوس ہوتی ہیں ؟

۲—کتاب مائیة العلم و اقسامہ - علم کی حقیقت اور قسمیں -

۳—کتاب اقسام العلم الانسی - انسانی علم کی قسمیں -

۴—کتاب رسالتہ الکبریٰ فی مقیاسہ العلمی - کندی کے نظریۂ علم پر مبسوط رسالہ -

٥—کتاب رسالتہ بایجاز فی مقیاسہ العلمی - اگلے رسالے کا خلاصہ -

۶—کتاب رسالتہ فی المقولات العشر - ارسطو کی "قاطیغوریاس" کا خلاصہ -

۷—کتاب فی قصد ارسطوطالیس فی المقولات ایاها قصداً، و الموضوعة لها - مقولات کا مقصد -

اِنہیں رسالوں نے اُس کو قاطیغوریاس کی جدید تقسیم کی طرف مائل کیا - اُس نے اِس غرض سے ایک مستقل رسالہ لکھا، جس کا نام یہ تھا : "رسالة فی الاسماء الخمسة اللاحقة لکلّ المقولات" - یعنی وہ پانچ نام جو تمام (دس) مقولوں کے لیے تجویز کیے گئے ہیں، اُن پر رسالہ ! اِس رسالے کا نام "فہرست" وغیرہ میں "رسالتہ فی الاصوات الخمسة" لکھا ہوا ہے؛ جو میرے نزدیک تحریف یا تصحیف کی بدترین شکل ہے ! یہ "الاسماء الخمسة" ہوگا - رسالے کا صحیح نام صرف ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے -

اِرسطو اور کندی نے قاطیغوریاس کس غرض سے ترتیب دیے تھے ؟ اور دونوں کے مقصد میں کیا فرق تھا ؟ اِس کی نسبت ہمارے پاس کوئی تصریح موجود نہیں - تاہم اگر مقاصد کا وہ فرق نہ بھی تسلیم کیا جائے جو ارسطو اور کانٹ نے ملحوظ رکھا تھا[1] ؛ تب بھی قاطیغوریاس کا انتخاب بڑی دقت نظر اور جامعیّت چاہتا ہے ! اور یہ چیز ہم کو کندی کے یہاں ملتی ہے ! اُس کی پہلی جنس " مادّہ " کی وسعت دیکھیے ! اُس میں ارسطو کا قائم (جوہر) مع پانچ افراد ؛ اور اہل یورپ کا مادّہ ' چاہے اُس کا نام " Invariance " رکھیے ' یا اُس کو "Atom" یا "Nucleus" کی شکل میں مانیے ' اور یا "Kinetic Theory" کے مطابق جانیے ؛ سب شامل ہے ! کندی کی دوسری جنس "صورت" کے اندر حسب ذیل جنسیں ہیں : ارسطو کے نزدیک صورت جنس نہیں ' لیکن "کم" اور "کیف" اُس کی دو جنسیں اِس میں شامل ہو جائیں گی؛ اور پھر جنس کم میں "فعل" اور "انفعال" دو جنسیں اور مل جائیں گی- کانٹ کی "صوریت" مع ۳ مقولات ؛ اُس کی "کمیت" مع ۳ مقولات اور اُس کی "کیفیت" مع ۳ مقولات بھی اِسی میں آجائے گی ! کندی کی تیسری جنس ' ارسطو اور کانٹ دونوں کے یہاں نہیں ہے - اُس کی چوتھی اور پانچویں جنسیں' ارسطو کے یہاں ہیں ؛ لیکن کانٹ اُن معنوں میں اُن کو جنس نہیں مانتا -

کندی نے جس فضا میں "مقولات عشرہ" کی مخالفت کی تھی ' اُس میں ہر طرف ارسطو کی آواز گونج رہی تھی ؛ اس لیے کندی کی مخالفت پر بہت سے اہل علم کو تعجب ہوا ہوگا - یوں بھی اُس کی آواز قبل از وقت تھی ! کیونکہ اُس کا زمانہ ارسطو کے دوہزار برس بعد یورپ کے دور ترقی میں آنے والا تھا !

1—انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ' ص ۷۲۸ ' ج ۵ -

کلدی نے ارسطو کی سب سے پہلی جنس قائم (جوھر) کو بالکل غائب کردیا اور وہ آج بھی غائب کردی گئی ھے[1] !

"Substance is now conceived "mathematically"; it is that which, in all transformations of phenomena, remains unchangeable in magnitude."

صرف اِتنا ھی نہیں ' بلکہ[2]

"Curiously enough recent thought has tended more and more to discard the category of substance altogether in favour of a world of "events" in space-time !"

یعنی[3]

In the recent epistemology......the concept of substance has an essentially biological significance. It serves the "economy of thought" inasmuch as it is a means of correlating a multiplicity of experiences, and giving them one mame.

But the unity of substance is a merely nominal unity. What we call material substance, is only "a relative constant sum of sensations of touch and light associated with sensations of space and time." This constancy can never be considered absolute, only relative, so that the identity of the "thing" is a mere function. In the place of the substantial identity of things we must set the constancy of certain relations, especially of mathematical relations. "A body consists in the fulfiillment of certain equations which obtain between sensible elements. These equations are the truly constant element."

1—انسائیکلوپیڈیا ' ص ۱۰۵ ' ج ۲۱ - 2—ایضاً ' ص ۲۸ ' ج ۲ - 3—ایضاً ' ص ۱۰۵ و ۵۰۲ ' ج ۲۱ -

Critical idealism essentially agrees with this result, but differs from empiricism and positivism in the *explanation* which it gives. It, too, emphasises the fact that, the further the scientific cognition of nature progresses, the more the concepts of *things* are replaced by concepts of *relations*. The concept of substance resolves into the concept of function. But the concept of function is not considered as the expression of a mere "togetherness" of experienced facts, but as a genuine achievement of thought. It is the original form of connection as such, and of experience itself. The concept of substance, is, therefore, to be replaced ultimately by that of *invariance*. The whole of experience is never a mere aggregate of perceptual data linked up by purely external, habitual associations, but is organized and unified according to definite theoretical viewpoints. Without such viewpoints, no single predication of fact, especially no kind of exact measurement, would be possible.

یہ تو ظاہر ہے کہ ارسطو ' تمام اجناس کو ہم رتبہ نہیں خیال کرتا تھا - اُس کے نزدیک قائم (جوہر) کو مرکزی حیثیت حاصل تھی - لیکن قائم (جوہر) کی آج جس قدر شدید مخالفت کی جارہی ہے ' اُس کا اندازہ گزشتہ حوالوں سے ہوا ہوگا - اِس مخالفت کی وجہ ' نقطۂ نظر کا اختلاف ہے - قدیم خیال یہ تھا کہ [1]

"we can have knowledge of things as they are in themselves."

اس لیے مثبت پہلو سامنے آیا ' اور جوہر کو Substance کہا گیا -

جدید نقطۂ نظر

1—انسائیکلوپیڈیا ' ص ۲۸ ' ج ۵ -

"confines human knowledge to phenomena, that is, to *appearances* of the real rather than to the inner *being* of it."

اس لیے منفی پہلو قابل لحاظ ہوا ' اور جوہر کو invariance کہنے پر قناعت کی گئی !

کندی کا اصل رسالہ ہمارے سامنے نہیں - لیکن اُس نے ایک مستقل رسالے میں " نفس " پر بحث کی ہے - اُس کا پورا نام یہ ہے :[1]

" کتاب رسالتہ فی ان النفس جوہر بسیط ' غیر داثر ' مؤثر فی الاجسام "

اِس نام میں " غیر داثر " کا لفظ غور طلب ہے ! یہ تو معلوم ہے کہ نفس ناطقہ ' ارسطو کے نزدیک ' جوہر (قائم) کے افراد میں داخل ہے - اس لیے کندی کا اُس کو جوہر بسیط کہنا ' اور پھر " غیر داثر " کی قید لگانا ' ظاہر کرتا ہے کہ اُس کے سامنے بھی منفی پہلو تھا ! کندی کے "غیر داثر" میں اِتنا عموم ہے کہ اہل یورپ کا "invariance" بھی اُس میں آجاتا ہے[2] -

قائم (جوہر) کے علاوہ ' کندی نے ارسطو کے " فعل " اور "انفعال" کو بھی جنس تسلیم نہیں کیا - اِن دونوں جنسوں کے متعلق بھی آج کل کا خیال ملاحظہ ہو[3] :—

"There is also a tendency to discard the categories of activity and passivity or at least to reduce them to that of quantity."

اب کندی کے قاطیغوریاس پر کچھ عرض کرنے کی ضرورت ہے :—

(ا) اُس نے " مادّہ " کو پہلی جنس قرار دیا ہے - مادّہ وہ ہے جس سے مخلوق بنتی ہے -

1—الفہرست ' ص ۳۹۳ - 2—لسان العرب ' ص ۳۶۱ ' ج ۵ -
3—انسائیکلوپیڈیا ' ص ۲۸ ' ج ۵ -

(۲) مادّے کو جنس ماننے کے بعد " صورت " کو جنس ماننا ضروری تھا - صورت، مادّے کی بناوٹ کے قانون کو کہتے ہیں -

(۳) حرکت کو جنس قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ مادّے میں مقدار ہوتی ہے؛ اور حرکت سے بھی مقدار ہی کا رسوخ معلوم ہوتا ہے- اِس بنا پر حرکت کا مسئلہ، جوہر یا مادّے کے مسئلے کا تتمہ بن گیا ہے [1] -

"Substance is now conceived "mathematically"; it is that which, in all transformations of phenomena, remains unchangeable in magnitude. Thus, the problem of substance, or matter, is supplemented by the problem of motion ! For also motion, now conceived as pure translocation, reveals a quantitative constancy which makes it something substantial."

(۴) مکان -

(۵) زمان -

یہ دونوں، ارسطو اور کندی کے یہاں اجناس میں داخل ہیں- کانٹ نے فہرست میں اُن کو نہیں رکھا ہے؛ لیکن اُن سے انکار بھی نہیں کرسکا ہے-

اِس تمام بحث پر غور کرنے سے معلوم ہوا ہوگا کہ قاطیغوریاس کے انتخاب میں ارسطو کا نقطۂ نظر، نظری ؛ اور کندی کا عملی ہے - کندی کے قاطیغوریاس اپنی واقعیّت، اور افادیّت کی بنا پر آج تک مقبول ہیں ! یورپ کی نظری دنیا چاہے اُن کو قاطیغوریاس نہ مانے، لیکن علمی اور سائنٹفک دنیا کے وہ بنیادی مسائل ہیں ! اِس لحاظ سے ہمارا یہ کہنا غلط نہیں کہ کتابوں میں گو ارسطو اور کانٹ کے قاطیغوریاس لکھے ہوئے ہیں، لیکن عملاً کندی کے قاطیغوریاس کو تسلیم کیا جارہا ہے !

1—انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۰۱، ج ۲۱ -

نظریۂ دماغ

جالینوس کی تصنیفات میں سینے اور پھیپھڑے کی حرکت، تنفّس کے اسباب ، آواز ، عضلات کی حرکت ، نبض وغیرہ پر مضامین ملتے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ "دل" کو عضوِ رئیس سمجھتا تھا -

کندی نے اِس نظریے کو بالکل تبدیل کردیا ! اُس نے "دماغ" کو عضوِ رئیس سمجھا ہے ! اُس نے اعضاے نفسانیہ یا نظام عصبی (Nervous System) پر چند رسالوں میں بحثیں کی ہیں -

اعضاے نفسانیہ سے مراد وہ اعضا ہیں جن کا تعلّق نفس یا عقل سے ہے ! یہ اعضا دو قسم کے ہوتے ہیں -

(۱) مراکز عصبیہ — یعنی دماغ اور نخاع ؛ جن میں حس و حرکت کی قوتیں پیدا ہوتی ہیں !

(۲) اعصاب — جو حس و حرکت کی قوتوں کو مختلف حصصِ جسم میں پھیلاتے ہیں -

مراکزِ عصبیہ اور اعصاب کو بحیثیتِ مجموعی ، نظام عصبی بھی کہتے ہیں -

جس طرح ایک بادشاہ کسی ملک پر بادشاہت کرتا ہے ، اُسی طرح نظامِ عصبی، مملکتِ جسم کا حکمراں ہے ! "دماغ" جسم کا بادشاہ ہے ! نخاع یا حرام مغز ، دماغ کا خلیفہ اور نائب ہے - اعصاب اِن دونوں کے خادم ہیں ! جسم کی ہر ایک حرکت خواہ وہ ارادی ہو یا غیر ارادی، نظامِ عصبی ہی کے کسی نہ کسی حصے سے انجام پاتی ہے - پس نظامِ عصبی، نفس اور جسم کے درمیان فعل و انفعال کا واسطہ ہے !

نظام عصبی کے دو حصے ہیں ؛ (۱) نظام دماغی و نخاعی - (۲) نظام شرکی -

(۱) نظام دماغی و نخاعی میں دماغ و نخاع اور اُن کے متعلقہ اعصاب ہوتے ہیں - چونکہ قوت حس و حرکت ' عقل و فہم ' حواس خمسۂ ظاہری ' اور حواسِ خمسۂ باطنی ' اِسی نظام کے متعلّق ہیں ؛ اِس لیے اِس کو "نظامِ حیات حیوانی" بھی کہتے ہیں !

(۲) نظامِ شرکی میں عصبی گرِھیں ' اور اُن کے متعلقہ اعصاب ہوتے ہیں - چونکہ اِس نظام کے متعلّق حرکتِ قلب ' دورانِ خون ' حرکتِ تنفس ' حرارتِ جسم ' پیدائشِ رطوبات ' غدد ' ہضم غذا ' اور پرورشِ جسم وغیرہ کے افعال کا انتظام ہے ' اِس لیے اِس کو "نظام حیات عضوی" بھی کہتے ہیں !

کندی نے انسان کے عضو رئیس کو دو رسالوں میں بیان کیا ہے - اُن میں سے ایک میں اُس نے "عقل و فہم" کی حقیقت پر بھی بحث کی ہے ! "دماغ" کی کیفیت ' یعنی اُس کے پردے (Meninx) ' جھلّیوں (Meninges) ' دماغ (Brain) ' بھیجے (Encephalon) ' وغیرہ کو ایک علیحدہ رسالے میں بیان کیا ہے ! "عقل" کی حقیقت پر ایک رسالہ ' اور اُس کے تسلّط پر دوسرا رسالہ تحریر کیا ہے ! اِن سب رسالوں کے نام یہ ہیں :—

۱ —رسالتہ فی مائیة الانسان و العضو الرئیس منہ - اِس میں انسان کی حقیقت اور عضو رئیس پر نفسی حیثیت سے بحث ہے -

۲ —رسالتہ فی نفس العضو الرئیس من‌الانسان ' و الابانة عن الالباب - اِس میں طبی حیثیت سے عضو رئیس کو بتایا ہے - اور عقل و فہم کی حقیقت ظاہر کی ہے -

۳—رسالتہ فی کیفیۃ الدماغ - یہ طبی حیثیت سے دماغ پر مستقل رسالہ ھے -

۴—رسالتہ فی مائیۃ العقل و الابانۃ عنہ - اِس میں فلسفیانہ حیثیت سے عقل کی حقیقت بیان کی ھے - یہ رسالہ موجود ھے -

۵—رسالتہ فی خبر العقل - اس میں سیاسی حیثیت سے عقل پر مضمون لکھا ھے -

یہ تمام بحثیں ''نظام دماغی'' سے متعلّق ھیں - اور نفسیات' طب' فلسفہ اور سیاست کی مدد سے اِس '' نظام '' پر نہایت مکمل طریقے سے روشنی ڈالی گئی ھے ! یہ ایسا حیرت‌انگیز کارنامہ ھے ' جس سے قدما اور کندی کے معاصرین کی تصنیفات خالی ھیں !

'' نظام شرکی'' پر کندی نے ' ممکن ھے کہ علیحدہ کوئی بحث نہ کی ھو - کیونکہ وہ '' نظام دماغی'' کے تابع ھے ! اور کندی کا نظریہ '' نظام دماغی'' سے متعلّق ھے !

البتہ اِس سلسلے میں ھم کو اُس کے ایک شاگرد ابو معشر بلخی کا ایک قول مل گیا ھے - جس سے ثابت ھوتا ھے کہ '' اعصاب کا تعلّق دماغ سے ھے'' - یہ نظریہ چونکہ کندی ھی کا ھے ' اِس لیے ابو معشر کی حیثیت ' محض ناقل کی ' سمجھنا چاھیے ! وہ اپنے اُستاد (کندی) کی موت کا حال بیان کرتے ھوئے یہ فقرہ بھی کہتا ھے [1] :—

لان الاعصاب اصلها من الدماغ ! | کیونکہ اعصاب کی اصل دماغ سے ھے -

آج تمام دنیا ' کندی کے نظریے کو مان رھی ھے ! اب اِس کی عمر گیارہ سو برس کی ھو چکی ھے !

1—زوزنی ' ص ۳۷۸ -

نظریۂ کیمیا

کندی، علم الکیمیا (Chemistry) کا ایک نیا مقصد سمجھتا تھا - اِسی لیے اُس نے اپنے زمانے کے علم الکیمیا کی نسبت منکرانہ انداز اختیار کیا ! اُس کا خیال تھا کہ

" سونا اور چاندی، صرف معادن سے نکالے جا سکتے ہیں ! جہاں اُن کو فطرت نے پیدا کیا ہے - انسانی دماغ اُن کو بنا نہیں سکتا " -

اِسی لیے وہ سونا، چاندی بنانے کا دعویٰ کرنے والوں کو " شعبدہ باز " سمجھتا تھا ! اِن خیالات کو اُس نے دو رسالوں میں لکھا ہے :—

(۱)—رسالته فی بطلان دعوی المدّعین صنعة الذهب و الفضة و خدعهم -

(۲)— رسالته فی التنبیه علی خدع الکیمیائیین -

اِس سلسلے میں " مسعودی" نے کچھ اور باتیں بھی لکھی ہیں - کہتا ہے [1] :—

و قد صنف یعقوب بن اسحاق بن الصبّاح الکندی رسالة فی ذٰلک و جعلها مقالتین، یذکر فیها تعذر فعل الناس لما انفردت الطبیعة بفعله ! و خدع اهل هذه الصناعة و حیلهم - و ترجم هذه الرسالة بابطال دعوی المدّعین صنعة

اور یعقوب بن اسحاق بن صبّاح کندی نے اِس بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے، جس کے دو مقالے ہیں - اُس نے دکھایا ہے کہ جو کام تنہا، فطرت کرتی ہے؛ وہ آدمیوں سے نا ممکن ہے ! اُس نے اِس صناعت کے جاننے والوں کے مکر اور حیلے بھی بیان کیے

1—مروج الذهب، ص ۱۷۶، ۱۷۷، ج ۸ -

الذهب و الفضة من غير معادنها - و قد نقض هذه الرسالة على الكندی' ابو بکر محمد بن زکریا الرازی الفیلسوف ' صاحب الکتاب المنصوری فی صناعة الطب ' الذی هو عشر مقالات ؛ واری من القول ان ما ذکره الکندی ففاسد ' و ان ذٰلک قد یتأتی فعله !

ہیں - اور اِس رسالے کا نام یہ رکھا ہے : " ابطال دعوی المدّعین صنعة الذہب و الفضة من غیر معادنہا " - کندی کے اِس رسالے کی تردید ابوبکر محمد بن زکریا رازی فلسفی نے کی ہے ؛ جو علم طب میں کتاب منصوری کا ' جو دس مقالوں میں ہے' مصنف تھا - اُس نے دکھایا ہے کہ کندی کا بیان بالکل غلط ہے ۔ اور کیمیا سچ مچ کبھی کبھی بن جاتی ہے -

رازی کے جس رسالے کا ' مسعودی نے ذکر کیا ہے ؛ اُس کا نام الفہرست میں یوں ملتا ہے : " کتاب الردّ علی الکندی فی ردّہ علی الصناعة "- یعنی کندی نے صناعة کیمیا کی جو تردید کی ہے ' اُس کے ردّ میں کتاب [1] !

اِس دم خم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کندی سے پہلے کیمیا کی نسبت کسی نے ایسا خیال ظاہر نہیں کیا تھا ! علم کیمیا کا مطلب ہی یہ تھا کہ غیر معادن سے سونا ' چاندی بنایا جائے - ابن ندیم لکھتا ہے [2] :—

زعم اهل صناعة الکیمیاء ' و هی صنعة الذهب و الفضة من غیر معادنها !

کیمیا والوں کا گمان ہے' اور وہ (یعنی کیمیا) نام ہے غیر معادن سے سونا اور چاندی بنانے کا !

خود رازی کا بھی یہی خیال تھا - کہتا ہے [3] :-

1—الفہرست ' ص ۵۰۴ - 2—ایضاً ' ص ۴۹۳ 3—ایضاً ' ص ۴۹۴ ۔

انه لا يجوز ان يصحّ علم الفلسفة و لا يسمى الانسان العالم فيلسوفاً الا ان يصحّ له علم صناعة الكيمياء فيستغني بذلك عن جميع الناس و يكون جميعهم محتاجاً اليه في علمه و حاله -

جب تک کیمیا کا علم صحیح طور پر نہ آتا ہو ' کوئی شخص نہ تو صحیح طور پر فلسفہ جان سکتا ہے؛ اور نہ ایک عالم آدمی ' فلسفی کہلا سکتا ہے ! کیونکہ اِس علم کے جاننے کے سبب وہ تمام لوگوں سے بے نیاز ہو سکتا ہے ' اور تمام لوگ اُس کے علم اور حال (یعنی مالی حالت) کے محتاج ہو سکتے ہیں !

کندی نے چونکہ اِس قدیم عقیدے پر کاری ضرب لگائی تھی ' اس لیے دنیا کے سب سے بڑے طبیب (رازی) کو اُس کی تردید کے لیے آمادہ ہونا پڑا ! اُس نے اِس بحث پر بہت سے رسالے لکھے ہیں ؛ جن کے نام الفہرست میں ملتے ہیں -

کندی کی بدولت کیمیا کو جو عروج حاصل ہوا ' اور اُس میں جتنی شاخیں پیدا ہوئیں اُن کا ذکر اپنے موقع پر آچکا ہے -

مذہب استحضار ارواح

(Spritualism)

روحانیّت کا سراغ اگرچہ تمام قوموں اور ملکوں میں لگایا جا سکتا ھے ؛ تاھم قدیم زمانے میں اُس کا پیوند صرف " تصوف " سے تھا ! " بقاے مادہ " کے نظریے کو سامنے رکھکر فلسفیانہ حیثیت سے اُس پر کبھی غور نہیں کیا گیا تھا ! اِن مخصوص اصطلاحی معنوں میں یہ خیال' اُنیسویں صدی کے وسط میں " امریکا " میں پیدا ھوا - جان وسلے [1] ' الفرڈ روسل والس [2] اور سر ولیم کروکس [3] نے اِس نظریے کو ترقی دی ؛ اور ایک مستقل فن بنا دیا !

لیکن اِن لوگوں سے ۹۵۰ برس پہلے ' ٹھیک اِنھیں معنوں میں ' کندی نے یہ خیال ظاھر کیا تھا ! اِس مذھب کا نام بھی اُسی کا رکھا ھوا ھے ! اُس نے اِس فن میں دو کتابیں لکھی ھیں -

(۱) رسالۃ فی استحضار الارواح - اِس میں روحوں کے بُلانے کا تذکرہ ھے - جس طرح آج کل روح کو بلاتے ھیں تو میز کا پایہ ھلنے لگتا ھے ' یا کوئی پرچھائیں دکھائی دیتی ھے - اِسی طرح اِس رسالے میں روح کے آنے اور اُس کی علامتوں وغیرہ کا ذکر ھے -

(۲) الرسالۃ الحکمیّۃ فی اسرار الروحانیّۃ - اِس میں اِس مذھب کو سائنٹفک طریقے سے ثابت کیا ھے - زوزنی نے اِس رسالے کا نام یوں لکھا ھے : " کتاب الطب الروحانی " -

---

1—John Wesley. 2—Alfred Russel Wallace. 3—Sir William Crookes.

دونوں رسالے اِس وقت موجود هیں ؛ جو اِس مذهب کا سنگ بنیاد هیں - پہلے کا ذکر قدیم ماخذوں میں مجھے نہیں ملا -

افسوس ھے کہ هم اِس مذهب کے متعلّق کندی کے خیالات لکھنے کے قابل نہیں هیں - کیونکہ اُس کے اِن رسالوں کا خلاصہ ' یورپ والوں نے شائع نہیں کیا ھے -

---

نسب یونان

کندی نے یونانیوں کے نسب کی نسبت ایک خاص نظریہ قائم کیا ہے ' جو مسعودی کے الفاظ میں درج ذیل ہے [1] :—

قال المسعودی و قد ذکر ذو العنایة باخبار المتقدّمین ان یونان اخو قحطان ؛ وانه من ولد عابر بن شالخ - و ان امرہ فی الانفصال من دیار اخیه کان سبب الشک فی الشرکة فی النسب - و انه خرج من ارض الیمن فی جماعة من ولدہ و اهله و من انضاف الیٰ جملته حتیٰ وافیٰ الیٰ اقاصی دیار المغرب ' فاقام هنالک و انسل فی تلک الدیار ' و استعجم لسانه و وازا مَن کان هنالک فی اللغة الاعجمیة من الافرنجة و الروم - فزالت نسبته و انقطع سببه و صار منسیًّا فی دیار الیمن غیر معروف عند النسّابین منهم - و کان یونان جبارًا عظیمًا وسیمًا جسیمًا ' و کان حسن العقل جزل الرأی کبیر الهمة عظیم القدر -

مسعودی نے کہا ' اور اُس شخص نے جو متقدّمین کے حالات سے بہت اعتنا کرنے والا ہے (یعنی کندی) ' ذکر کیا ہے ' کہ یونان ' قحطان کا بھائی ہے- اور وہ عابر بن شالخ کے بیٹوں میں ہے - اور اُس کا اپنے بھائی کے شہروں (یمن) سے چلا جانا ' اُس کی ہم‌نسبی میں شک کرنے کا سبب ہوا ہے ! وہ سر زمین یمن سے اپنے اهل و عیال اور متعلّقین کو لےکر چلا گیا ؛ اور مغربی ممالک کے انتہائی مقامات میں پہنچا - وهیں اُس نے بود و باش اختیار کی - وهاں اُس کی نسل چلی؛ زبان بھی عجمی ہوگئی؛ اور اِس عجمی زبان میں وہ اُن فرنگ اور رومیوں کا مدّ مقابل ہوگیا جو وهاں آباد تھے - تو اُس کی نسبت (عرب سے) زائل ہوگئی '

1—مروج الذهب ' ص ۲۴۳ ' ج ۲ -

اسباب منقطع ہوگئے ، دیار
یمن میں نسیاً منسیاً ہوگیا ،
اُن کے علماے انساب میں معروف
نہیں رہا - یونان بڑا باجبروت ،
عظیم‌الشان، خوبصورت، تنومند تھا -
اُس کی عقل حسین ، راے جیّد ،
ہمت بڑی، مرتبہ بلند تھا -

اِس نظریے پر کندی نے کچھ دلائل بھی پیش کیے تھے ؛ جن کو مسعودی نے معترضانہ لہجے میں ذکر کیا ہے [1] :—

و قد کان یعقوب بن اسحاق الکندی یذھب فی نسب یونان الیٰ ما ذکرنا انه اخ لقحطان - و یحتجّ لذٰلک باخبار یذکرھا فی بدء الاشیاء و یوردھا من حدیث الآحاد و الافراد ؛ لا من حدیث الاستفاضة و الکثرة -

اور یعقوب بن اسحاق کندی، یونان کے نسب میں اُس طرف جاتا تھا ، جو ہم بیان کرچکے ہیں؛ کہ وہ قحطان کا بھائی ہے ! اور اِس کے لیے اُن خبروں سے دلیل لاتا تھا جو چیزوں کے آغاز کی نسبت وہ بیان کرتا تھا ، اور اُن (خبروں) کو ثابت کرتا تھا آحاد اور افراد کی باتوں سے، نہ کہ استفاضہ (تواتر) اور کثرت کی باتوں سے -

اِس کا حاصل یہ ہے کہ

۱—کندی نے ، ابتداے آفرینش میں نسل انسانی کے مختلف مقامات میں پھیلنے اور آباد ہونے کی نسبت کوئی نظریہ لکھا ہے -

---

1—مروج الذہب ، ص ۱۴۴ ، ج ۲ -

۲—خبر واحد اور بعض اشخاص کے حوالے ' ثبوت میں پیش کیے ہیں -

(۳) خبر متواتر یا مشہور روایات کو چھوڑ دیا ہے -

پہلی چیز کی نسبت ہم اظہارِ خیال نہیں کرسکتے - کیونکہ ہم کو وہ معلوم نہیں ہے - دوسری چیز کے سلسلے میں ہم دو حوالے درج کرتے ہیں -

یونان اور اہل یمن کی ہم‌نسبی کا مسئلہ ' سب سے پہلے اہل یونان ہی کے ذریعے سے دنیا کے سامنے آیا ! فارسٹر [1] نے مشہور یونانی مصنف استرابو ' اور یونانی جغرافیہ‌نویس پلینی ' کے حوالوں سے یہ اقوال درج کیے ہیں :—

(۱) استرابو المتوفی سنہ ۲۴ ق م ' سلطنت یونان کے ایک جزیرے ' ''یوبیا'' کے قدیم باشندوں کی نسبت لکھتا ہے کہ یہاں پہلی آبادی ' ایک ''عرب'' نوآبادی تھی ؛ جو ' قیدموس'' کے ساتھ یونان میں تھی -

(۲) پلینی المتوفی سنہ ۷۹ع نے اہل معین (معین ' یمن میں ہے) کے ذکر میں لکھا ہے : ''معین کے لوگ اپنے کو''مینوس شاہ'' کے خاندان سے بتاتے ہیں'' -

یہ شہادتیں ' جو اسلام سے چھے سو برس ' اور کندی سے نو سو برس' پہلے یونان کے مشہور مصنفوں نے اپنی کتابوں میں پیش کی ہیں ؛ میرا خیال ہے کہ کندی اِن سے واقف تھا ! مسعودی کے ''حدیث الآحاد والافراد'' میں غالباً اِنہیں کی طرف اشارہ ہے - کندی ' چونکہ یونانی زبان' علوم اور ادبیّات کا ماہر تھا ' اُس نے یہ نظریہ اِنہیں مستند شہادتوں کی بنا پر قائم کیا ہوگا ! یہ بھی ممکن ہے کہ اِن دو شہادتوں کے علاوہ ' جو بیرونی

1—ارض‌القرآن ص ۱۶۳' ج ۱ - بحوالۂ فارسٹر' عرب کا تاریخی جغرافیہ ' ص ۷۱—۷۵ -

هیں، اُس کو یمن کے باشندوں کی اندرونی شہادتیں بھی مل گئی ہوں ! اور چونکہ وہ خود قحطانی عرب تھا ، اس لیے یہ امکان اور بھی قوی ہے !

تیسری چیز ، قدما سے محض "حسنِ ظن" ہے ! تاریخ کی کتابوں میں یونان کے نسب کی نسبت اگر کوئی روایت مذکور ہے، تو وہ متواتر یا مشہور نہیں ہوسکتی ! اُس کی حیثیت بھی خبرِ آحاد ہی کی ہے ! مسعودی اگر آج زندہ ہوتا تو اُس کو یہ دیکھکر کیسی حیرت ہوتی کہ آج اہلِ یورپ کو "ایرین" کہنے والے ، اپنے دعوے کے ثبوت میں "خبرِ واحد" بھی نہیں پیش کر سکتے ! اُن کے ثبوت کی بنیادیں تمام‌تر مفروضات اور عقلی قیاس‌آرائیوں پر قائم ہیں !

کندی نے، اپنا نظریہ اُس زمانے میں پیش کیا تھا ، جب مسلمانوں کو استرابو اور پلینی کی خبر بھی نہ تھی ! اِس لیے یہ چیز اپنی نوعیّت کے لحاظ سے بڑی قدر و منزلت اور توجہ کی مستحق تھی ! مگر اِس کا کیا حشر ہوا ؟ .

"مسعودی" نے جو اعتراض کیا تھا ، اُس کی حقیقت ابھی واضح ہو چکی ہے - تعجب یہ ہے کہ روایت کے شروع میں کندی کی تاریخ دانی کا اعتراف بھی کر چکا ہے ! ذو العنایۃ باخبار المتقدّمین !

"ابوالعباس ناشی" نے تردید میں دلائل کے بجاے ہجو لکھی [1] !

و قد ردّ علیه ابوالعباس عبدالله ابن محمد الناشی فی قصیدۃ له طویلۃ و وکد خلطه نسب یونان بقحطان علیٰ حسب ما ذکرنا آنفا فی صدر هذا الباب ، فقال	اور اُس (کندی) کی تردید کی ہے ابوالعباس عبدالله بن محمد الناشی نے اپنے طویل قصیدے میں؛ اور کندی نے جو یونان کے نسب کو قحطان سے ملایا ہے ، جس کا ذکر ہم ابھی اِس

1—مروج الذهب، ص ۲۴۳ ، ج ۲ -

باب کے شروع میں کرچکے ھیں ' اُس کو سامنے رکھ کر (ناشی) کہتا ھے :

ابا یوسف ! انی نظرت فلم اجد علی الفحص رایاً صح منک ولا عقداً

ابو یوسف ! میں نے غور کرکے دیکھا تو تلاش کے باوجود نہ تمھاری کوئی راے صحیح ملی اور نہ کوئی عہد -

و صرت حکیماً عند قوم اذا امرؤٌ بلاھم جمیعاً لم یجد عندھم عندا

اور تم اُس قوم کے نزدیک حکیم ھو جس کے سارے افراد کو جب کسی نے آزمایا تو اُن کے پاس فضل و احسان نہیں پایا -

أتقرن الحاداً بدین محمد ؟ لقد جئت شیئاً یا اخا کندۃ ! إدّا

کیا تم الحاد کو اسلام میں ملاتے ھو ؟ اے برادر کندہ ! تم یہ بڑی گھبرا دینے والی بات لائے !

و تخلط یوناناً بقحطان ضلّۃ لعمری لقد باعدت بینھما حدا

اور تم نے گمراھی کی بنا پر یونان اور قحطان کو گڈمڈ کردیا ! میرے دین کی قسم ! تم نے اُن کی حدوں کو بہت دور کردیا ھے -

" بوئر " نے حسبِ ذیل خیالات ظاھر کیے [1] :—

" یہاں (بصرہ) کی تعلیم کے اثر سے وہ ایرانی تمدن اور یونانی حکمت کی قدر بہ نسبت اسلامی عقائد کے زیادہ کرنے لگا ! وہ یہاں تک کہتا تھا (غالباً دوسروں کے حوالے سے) کہ جنوبی عرب کے قبائل کا مورثِ اعلیٰ قحطان ' یونان کا بھائی تھا ; جس کی نسل سے اھل یونان پیدا ھوئے !! اِس طرح کی باتیں ' بغداد میں ' خلفاے عباسیہ کے دربار

1— تاریخ فلسفۂ اسلام ' ص ۱۱۶ -

میں کہی جاسکتی تھیں ؛ جہاں نسل و قوم کا امتیاز نہیں تھا ' اور
قدیم یونانیوں کی ستائش کی جاتی تھی - "

پہلے قول میں ناقد کی عالمانہ شان' دوسرے میں علم سے بےنیازی'
اور تیسرے میں راے کی کجی اور غلط بیانی ' صاف جھلک رہی ہے !

نفس اور مزاج

کندی نے جغرافیۂ ریاضی کی ایجاد کے ساتھ، جغرافیۂ طبیعی کے مسائل میں فلسفہ ، طب ، نفسیات اور سائنس سے مدد لے کر نفس اور مزاج کے متعلّق ایک نظریہ قائم کیا ہے ؛ جو مسعودی کے الفاظ میں درج ذیل ہے[1] :—

و قد قال یعقوب بن اسحاق الکندی فی بعض رسائله فی افعال الاشخاص العلویة و الاجسام السماویة فی هذا العالم ان جمیع ما خلق اللّٰه تعالیٰ صیّر بعضه لبعض عِلَلاً ؛ فالعلّة تفعل فی معلولها آثار ما هی لدیه علّة ، و لیس یؤثر المفعول المعلول فی علّته الفاعلة - و النفس علّة الفلک لا معلولة له ؛ فلیس یؤثر الفلک فیها اثرا الّا ان من طباع النفس ان تتبع مزاج البدن اذا لم تجد شیئاً ؛ کما هو موجود فی الزنجی الذی حمی موضعه ، فاثرت فیه الاشخاص الفلکیة، جذبت الرطوبات الی اعالیه، فاجحظت عینیه و اهدلت شفتیه ، و افطست

یعقوب بن اسحاق کندی نے اپنے ایک رسالے میں ، جو ''اِس عالم میں اجرام سماویہ کے افعال'' پر ہے، کہا ہے : جتنی چیزیں خدا نے بنائی ہیں ، اُن میں بعض کو بعض کی علّت قرار دیا ہے ! علّت اپنے معلول میں ایسے اثرات کرتی ہے جو اُس کے لیے علّت نہیں ہوتے - اور مفعولِ معلول اپنی علّت فاعلہ میں اثر نہیں کرتا - اور نفس ، فلک کی علّت ہے ؛ معلول نہیں - پس فلک کا اُس میں کوئی اثر نہیں ! البتہ نفس کی فطرت یہ ہے کہ جب کچھ نہیں پاتا تو بدن کے مزاج کی پیروی کرتا ہے ! جیسا کہ ایک

1— مروج الذهب ، ص ۱۶۴ ، ۱۶۵ ، ج ۱ -

انفه و عظّمته ، و اشالت رأسه بکثرة جذب الرطوبات الی اعالی بدنه ، فخالف بذٰلک مزاج دماغه عن الاعتدال ، فلم تقدر النفس علی اظهار فعلها فیه بکمال، ففسد تمییزه و اخرجت الافعال العقلیة منه !

زنگی کو دیکھو ! اُس کا وطن گرم ھے تو اُس میں اشخاص فلکیہ نے یہ اثر کیا ھے کہ رطوبتوں کو اُس کے اوپری حصۂ جسم کی طرف کھینچ لیا ھے ! تو اُس کے دیدے (آنکھ کے ڈھیلے) بڑے ھوگئے ھیں ؛ ھونٹ لٹک آئے ھیں ؛ ناک چپٹی اور بڑی ھوگئی ھے ؛ اور بدن کے اوپری حصوں تک بکثرت رطوبات جذب کرنے کے سبب ، سر اونچا ھوگیا ھے - اِس کا نتیجہ یہ ھوا کہ اُس کے دماغ کا مزاج معتدل نہیں رھا - اور نفس اپنا کام پورے طور پر اُس میں انجام نہیں دے سکا ؛ تو اُس کی قوت ممیّزہ فاسد ھوگئی ؛ اور افعال عقلیہ اُس سے نکل گئے !

———— ————

مدّ و جزر

سمندر کے مد و جزر کا سبب کیا ھے ؟ اِس کی نسبت مختلف خیالات ھیں -

بعض اُس کا سبب چاند کو بتاتے ھیں -

بعض کے نزدیک ، زمین کے اندر جو بخارات پیدا ھوتے ھیں ، وہ سبب ھیں -

بعضوں نے پانی کے ھیجان کو طبیعتوں کے ھیجان کی طرح تسلیم کیا ھے - جس طرح صفرا اور سودا والوں کی طبیعت میں ، مواد کی وجہ سے ھیجان پیدا ھوتا ھے ؛ پھر سکون آجاتا ھے ؛ بالکل یہی حال سمندر کا ھے -

بعض اھلِ مذاھب کے نزدیک مدّ و جزر کا کوئی سبب نہیں - وہ فعل الٰہی ھے -

اب کندی کے خیالات سنو [1] :—

و ذھبت طائفة اخریٰ الیٰ ابطال سائر ما وصفنا من القول - و زعموا ان الھوا المطلّ علیٰ البحر یستحیل دائماً - فاذا استحال عظم ماء البحر و فار عند ذٰلک ؛ فاذا فار فاض فھو المدّ - و عند ذٰلک یستحیل ماؤہ و یفشی و استحال ھوا فعاد

اور ایک گروہ کے خیال میں ، ھم نے جو کچھ اب تک بیان کیا ھے ، وہ سب باطل ھے ! اِن لوگوں کا گمان ھے کہ ھَوا جو سمندر پر بلند ھے اُس میں ھمیشہ استحالہ واقع ھوتا رھتا ھے - جہاں استحالہ واقع ھوا اور سمندر کے پانی نے بڑھ کر جوش

1—مروج الذھب ، ص ۲۵۰ ، ج ۱ -

الی ماکان علیه و هو الجزر - و هو دائم
لا یفتر ، متصل، مترادف ، متعاقب-
لان الماء یستحیل هوا و الهوا
یستحیل ماء -

و انه قد یجوز ان یکون ذٰلک
عند امتلاء القمر اکثر ، لان القمر اذا
امتلا استحال اکثر مما کان یستحیل
قبل ذٰلک - و انما القمر علّة لکثرة
المدّ لا للمدّ نفسه ! لانه قد یکون
و القمر فی محاقه - و الجزر و المدّ
فی بحر فارس یکون علی مطلع
الفجر فی الاغلب من الاوقات ! -
و قد ذهب کثیر من نواخذة هذا
البحر و هم ارباب المراکب من
السیرافیین و العمانیین ممن
یقطع هذا البحر و یختلف الی عمائره
من الامم التی فی جزائره و حوله ،
ان المدّ و الجزر لا یکون فی معظم
هذا البحر الا مرتین فی السنة !
مرة یمدّ فی شهور الصیف شرقاً
بالشمال ستة اشهر - فاذا کان ذٰلک

مارا ، تو اِس جوش میں بہاو پیدا
ہوتا ہے جو ''مد'' کہلاتا ہے- پھر پانی
میں استحالہ واقع ہوتا ہے وہ
پھیل کر ہَوا ہو جاتا ہے - اب
اگلی حالت واپس آ جاتی ہے ، اور
یہی ''جزر'' ہے! اور وہ دائمی چیز ہے
اُس میں فتور نہیں واقع ہوتا ؛
متصل ، پے در پے ہوتا رہتا ہے -
کیونکہ پانی ہَوا ہوتا رہتا ہے اور
ہَوا ، پانی سے بدلتی رہتی ہے -
مد ، چاند کے بھرنے کے زمانے میں
زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ چاند جب
بھرتا ہے تو استحالہ بھی نسبتاً
زیادہ ہوتا ہے - چاند ، مد کی
کثرت کا سبب ہے نہ کہ خود مد کا-
کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مد
اُس زمانے میں ہوتا ہے جب چاند
اپنے محاق [1] میں ہو - بحر فارس
میں جزر و مد زیادہ تر طلوع فجر
کے وقت ہوتا ہے - اِس سمندر کے
اکثر ناخدا ، سیرافی ، عمانی، جو

1- قمری مہینے کا آخری حصہ ، یا اخیر کی تین راتیں ، جن میں چاند بالکل غائب رہتا ہے -

طما الماء فی مشارق الارض و بالصین و ما والی ذٰلک الصقع و انحصر بالصین من مغارب البحر - و مرۃ یمدّ فی شھور الشتا غرباً بالجنوب ستۃ اشھر ، فا ذا کان فی الصیف طما الماء فی مغارب البحر و انحصر با لصین -

و قد یتحرک البحر بتحریک الریاح - و ان الشمس اذا کانت فی الجھۃ الشمالیۃ تحرّک الھوا الی الجھۃ الجنوبیۃ ، لِعلَلٍ ذکروھا ، فیسیل ماء البحر بحرکۃ الھواء الی الجھۃ الجنوبیۃ ، فکذالک تکون البحار فی جھۃ الجنوب فی الصیف لھبوب الشمال طامیۃ عالیۃ ؛ و تقلّ المیاہ فی جھۃ البحور الشمالیۃ - وکذالک اذا کانت الشمس فی الجنوب و سال الھوا من الجنوب الی جھۃ الشمال سال معہ ماء البحر من جھتہ الجنوبیۃ الی جھتہ فی الشمال ، قلّت المیاہ فی الجھات الجنوبیۃ منہ - و تنقُلُ ماءِ البحر فی ھٰذین المثلین اعلی فی جھۃ

جہازوں کے مالک ہیں اور جو اِس سمندر اور اِس کے جزیروں کی آبادیوں میں گھوما کرتے ہیں ؛ بتلاتے ہیں کہ اِس سمندر کے بڑے حصے میں مد و جزر سال میں صرف دو بار ہوتا ہے - ایک بار گرمی کے مہینوں میں مشرق و شمال میں ۶ ماہ تک مد رہتا ہے - جب ایسا ہوتا ہے تو زمین کے مشرقی حصوں ، چین ، اُس کے آس پاس ، پانی اونچا ہو جاتا ہے ؛ اور چین میں سمندر کے مغربی حصے رُک جاتے ہیں - اور ایک بار جاڑے کے مہینوں میں مغرب و جنوب میں ۶ ماہ تک مد رہتا ہے - جب گرمی شروع ہو جاتی ہے تو سمندر کے مغربی حصوں میں پانی اونچا ہو جاتا ہے اور چین میں رُک جاتا ہے - اور کبھی سمندر میں ہواؤں کی حرکت سے حرکت ہوتی ہے - اور آفتاب جب شمالی جانب ہوتا ہے تو ہَوا جنوبی سمت حرکت کرتی ہے ، اُن اسباب کی وجہ سے جو

الشمال و الجنوب یسمّیٰ جزراً و مدّاً - و ذٰلک ان مدّ الجنوب جزر الشمال و مدّ الشمال جزر الجنوب - فان وافق القمر بعض الکواکب السیّارۃ فی احد المثلثین ' تزاید الفعلان و قوی الحمی و اشتدّ لذلک سیلان الھوا و اشتدّ لذلک انقلاب ماء البحر الی الجھۃ المخالفۃ للجھۃ التی فیھا الشمس -

لوگوں نے بیان کیے ھیں - تو ھَوا کی حرکت سے سمندر کا پانی جنوبی سمت بہتا ھے؛ اِسی طرح جنوب کی طرف گرمی میں شمالی ھَوا چلنے کی وجہ سے سمندر اونچے اور بلند ھوتے ھیں - اور شمالی سمندروں میں پانی کم ھو جاتا ھے ! اور اِسی طرح جب آفتاب جنوب میں ھوتا ھے' اور ھَوا جنوب سے شمال کی طرف بہتی ھے' تو اُس کے ساتھ سمندر کا پانی جنوبی سمت سے شمالی سمت بہتا ھے ! اور جنوبی سمتوں میں پانی کم ھو جاتا ھے - اِن دو مثلوں یعنی شمالی و جنوبی سمتوں میں سمندر کے پانی کی گردش کا نام جزر اور مد ھے ! اور یہ اِس طرح کہ جنوب کا مد ' شمال کا جزر ھے ؛ اور شمال کا مد ' جنوب کا جزر ! اب اگر اِن دونوں مثلوں میں چاند بعض سیّاروں کی موافقت کرتا ھے تو دونوں کام بڑہ جاتے ھیں ؛ گرمی سخت ھو جاتی ھے ؛ جس کی وجہ سے ھوا کا بہاو تیز ھو جاتا ھے -

اور اُس کی وجہ سے سمندر کا پانی اُس سمت پلٹ پڑتا ھے جو اُس سمت کے مخالف ھوتی ھے جس میں آفتاب ھوتا ھے -

آگے چلکر مسعودی لکھتا ھے [1] :—

و ھذا رأی الکندی و احمد بن الطیب السرخسی فیما حکیناہ عنھما ان البحر یتحرک بتحرک الریاح -

اور یہ کندی اور احمد بن طیب سرخسی کی رائے ھے جیسا کہ ھم نے بیان کیا کہ ھواؤں کی حرکت سے سمندر میں حرکت ھوتی ھے -

کندی نے یہ خیال ایک رسالے میں ظاھر کیا تھا ' جس کا نام " رسالۃ فی المدّ و الجزر " ھے - یہ رسالہ اِس وقت بھی موجود ھے - اِس کا نام بروکلمن نے یوں لکھا ھے : "رسالۃ فی العلّۃ الفاعلۃ للمدّ و الجزر" -

دی بوئر نے اِس کی نسبت مزید معلومات بھم پہنچائے ھیں [2] :

" A work on ebb and flow, also preserved in Latin, is remarkable because the author tested experimentally the principles of the theory, an erroneous one, however."

1—مروج الذھب ' ص ۲۵۳ ' ج ۱ - 2—انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ' ص ۱۰۲۰ ' ج ۲ -

جنوب کی آبادی

بطلمیوس کا خیال تھا کہ زمین کے جنوبی حصے میں آبادی' وہاں ختم ہوگئی ہے ' جہاں معدل النہار سے ۱۶ حصے اور ۳۵ دقیقے اور ربع و سدس دقیقہ بُعد ہے - لیکن کندی نے اِس کے بہت آگے تک آبادی کا پتا لگایا تھا ' اس لیے اُس نے یہ خیال ظاہر کیا [1] :—

و ذهب قوم الی ان الموضع الذی لا یمکن ان یکون فیه عمارة ' عرضه فی الجنوب احد و عشرون جزءاً و خمس وثلاثون دقیقة - و الی هذا ذهب یعقوب بن اسحاق الکندی فی کتابه فی رسم المعمور من الارض -

اور کچھ لوگ اِس طرف گئے ہیں کہ وہ جگہ ' جہاں آبادی ممکن نہیں ' اُس کا عرض ' جنوب میں ۲۱ جز اور ۳۵ دقیقے ہے - اور یعقوب بن اسحاق کندی ' اپنی کتاب " رسم المعمور من الارض " میں اِسی طرف گیا ہے -

—— ——

1—التنبیه و الاشراف' ص ۲۵ -

بحر روم کا طول و عرض

محمد بن جابر بتانی اور زیج کے دوسرے مصنفوں نے بحر روم (Mediterranean Sea) کا طول پانچ ہزار میل اور عرض مختلف (۶۰۰ ، ۷۰۰ ، ۸۰۰ میل) بیان کیا تھا - کندی کی تحقیقات بالکل الگ ہے - مسعودی کہتا ہے [1] :—

و قد ذکر یعقوب بن اسحاق الکندی و احمد بن الطیب السرخسی فی طول ھذا البحر و عرضه غیر ما ذکرنا - و سنذکرہ بعد ھذا الموضع فیما یرد من ھذا الکتاب -

اور یعقوب بن اسحاق کندی اور احمد بن الطیب سرخسی نے اِس سمندر کے طول و عرض کے متعلّق کچھ اور بیان کیا ھے - اور ھم اُس کو اِس کتاب میں اِس جگہ کے بعد کہیں بیان کریں گے -

دوسری جگہ لکھا ھے [2] :—

و ذکر احمد بن الطیب السرخسی فی رسالته فی البحار و المیاہ و الجبال عن الکندی ان بحر الروم طوله ستة آلاف میل من بلاد صور و اطرابلس و انطاکیة و المثقّب و ساحل المصیصة و طرطوس و قلمیة الی منار ھرقل - و ان اعرض موضع فیه اربعمائة میل - فھذا قول

اور احمد بن طیب سرخسی نے اپنے رسالے میں ، جو سمندروں اور پانیوں اور پہاڑوں پر ھے ، کندی سے یہ نقل کیا ھے کہ بحر روم کا طول ۶ ھزار میل ھے بلاد صور، طرابلس، انطاکیہ، مثقب ، ساحل مصیصہ ، طرسوس، قلمیہ سے منارِ ھرقل تک - اور اُس کی سب سے زیادہ چوڑان ۴۰۰ میل

1—مروج الذھب ، ص ۲۵۹، ۲۶۰، ج ۱ - 2—ایضاً ، ص ۲۷۵، ۲۷۶، ج ۱ -

الکندی و ابن الطیب - و قد اتینا علیٰ قول الفریقین جمیعاً و ما بینهم من الخلاف فی ذٰلک بین اصحاب الزیجات و هؤلاء، علیٰ حسب ما وجدناه فی کتبهم؛ و سمعناه من اتباعهم - و لم نذکر ما ذکروہ من البراھین المؤیدة لما وصفوہ، لاشتراطنا علیٰ انفسنا فی ھذا الکتاب الاختصار و الایجاز -

ھے - یہ کندی اور ابن طیب کا قول ھے - اور ھم نے دونوں فریق کے قول اور اِن میں اور اھل زیچ میں جو اختلاف ھے، سب نقل کردیا ھے، جس طرح اُن کی کتابوں میں پایا اور اُن کے متبعین سے سنا - البتہ ھم نے اُن کے دلائل نہیں لکھے ھیں، کیونکہ اِس کتاب میں اختصار کی شرط لگالی ھے!

تذکرۂ کتب

گزشتہ سہ ماہی (جولائی - ستمبر سنہ ۱۹۳۹ع) میں

پنجاب سے زبان ' مذهب ' افسانہ ' تاریخ و جغرافیہ اور متفرقات پر زیادہ ؛ شاعری' سوانح' ریاضیات پر اِن سے کم؛ اور طب ' قانون ' طبیعیات ' سیاست ' ڈراما ' فلسفہ اور آرٹ پر بہت کم کتابیں چھپیں - سفر نامے پر کوئی کتاب نہیں شائع ہوئی -

اِن کتابوں کی فن‌وار فہرست یہ ھے :—

آرٹ	۱	متفرقات	۲۹
سوانح	۱۷	فلسفہ	۱
ڈراما	۳	شاعری	۱۹
افسانہ	۴۰	سیاست	۳
تاریخ و جغرافیہ	۳۷	مذهب	۵۸
زبان	۶۴	ریاضیات	۱۶
قانون	۶	طبیعیات وغیرہ	۴
طب	۷		

یہ کل (۳۰۵) تصنیفات ہوئیں - هندی مطبوعات قانون ' فلسفہ ' سیاست ' طبیعیات وغیرہ اور سفرنامے پر نہیں نکلیں - باقی علوم پر (۷۸) کتابیں شائع هوئیں -

یو ' پی میں سوانح اور زبان پر زیادہ ؛ تاریخ و جغرافیہ پر اُن سے کم ؛ اور بقیہ علوم پر بہت کم کتابیں شائع هوئیں- آرٹ ' ڈراما ' فلسفہ' اور ریاضیات و میکانک پر کوئی کتاب نہیں نکلی-

اِن کتابوں کی تفصیل یہ ھے :—

سوانح	۱۱	متفرقات	۳
افسانہ	۱	شاعری	۷
تاریخ و جغرافیہ	۸	سیاست	۳
زبان	۱۰	مذھب	۳
قانون	۱	طبیعیات وغیرہ	۲
طب	۱	سفر نامہ	۱

اِن کی مجموعی تعداد (۵۱) ھے - ھندی میں تمام علوم پر کتابیں چھپیں ' جن کی میزان (۵۹۶) ھے -

دونوں صوبوں کی اهم اردو مطبوعات حسبِ ذیل ھیں :---

''سوانح''

۱ -- سیرت المهدی' ج ۳ — از مرزا بشیر احمد' ایم - اے - صفحات ۳۰۸ - مرزا غلام احمد قادیانی کی سوانح عمری - الہ بخش سٹیم پریس ' قادیان -

۲ — مہاراج کرشن اور اُن کی تعلیم — از لالہ لاجپت رائے - صفحات ۲۹۸ - ساتواں اڈیشن - گیلانی الکٹرک پریس ' لاھور -

۳ — خود نوشت سرگزشت — از سوم پرکاش - مسولینی کی '' آتو بیوگرافی '' کا ترجمہ - صفحات ۲۸۹ - گیلانی الکٹرک پریس ' لاھور -

'' ڈراما ''

۴ — نویں سنگیت رامائن مکمل بطرز ناٹک — از ماگھر مل' بی-اے' گپتا - صفحات ۴۱۶ - آزاد ھند پریس' لاھور -

'' افسانہ ''

۵ — حاجی لق لق کے افسانے — مختصر ' ظریفانہ افسانوں کا ایک

مجموعہ - صفحات ۱۵۹ - کیپٹل پرنٹنگ پریس ' لاهور -

۶—طارق حصۂ دوم—اسپین کی اسلامی فتوحات - صفحات ۲۷۲ -

۷—فتح مصر—از محمد صادق حسین صادق - صفحات ۴۲۶ - تعلیمی پرنٹنگ پریس ' لاهور -

۸—بےانصافی کا انصاف—از دیودت شرما - صفحات ۳۱۲ - وزیر- هند پریس ' امرتسر -

۹—قسمت کا شکار—از تیرتھ رام - جارج ' اے.' برمنگھم کے ایک انگریزی ناول کا ترجمہ - صفحات ۳۸۴ - حجازی پریس' لاهور -

'' تاریخ و جغرافیہ ''

۱۰—تاریخ انجمن هند اودھ ' ج ۳—از شیخ صدیق احمد ' ایم - بی - آئی - تعلقداران اودھ کی مستند تاریخ اور کارنامے - صفحات ۸' ۵۹۵ - نول‌کشور پریس ' لکھنئو -

'' زبان ''

۱۱—مضامین اسلم—از ایم ' اسلم - صفحات ۲۷۸ - فیروز پرنٹنگ ورکس ' لاهور -

۱۲—اصلاح ادب—از غلام حیدر چشتی - صفحات ۲۱۶ - فیروز پرنٹنگ ورکس ' لاهور -

۱۳—ادبستان—از خلیقی دهلوی - صفحات ۲۵۱ - دوسرا اڈیشن - برانچ کیپٹل کواپریٹیو پرنٹنگ پریس ' لاهور -

'' قانون ''

۱۴—نیا قانون انکم ٹیکس—از رام لال کمار ' بی-اے' ال‌ال-بی - صفحات ۱۹۵ - آزاد هند پریس ' لاهور -

۱۵—کلید عرائض نویسی حصۂ سوم—از دولت رام ستھی - صفحات

۱۱۶ - جنرل برقی پریس، جالندھر -

"طب"

۱۶—ہندوستان کی جڑی بوٹیاں، ج ۱—از محمد عبداللہ - صفحات ۵۱۲ - سنائی برقی پریس، امرتسر -

۱۷—کام ورتی شاستر، ج ۲—از پنڈت تھاکردت شرما - صفحات ۴۶۸ - امرت الکٹرک پریس، لاہور -

۱۸—زخمیوں کی پہلی امداد—از مرزا ظفریاب حسین، ایم - بی، بی-ایس - "فرسٹ ایڈ تو دی اِنجرڈ" کا ترجمہ - صفحات ۳۵۲+۱۲۹ - چھٹا اڈیشن - مفید عام پریس، لاہور -

۱۹—نسخہ‌جات ہومیوپیتھی—از کوشی رام - صفحات ۳۶، ۱۲، ۳۲۴- دوسرا اڈیشن - لکھنئو آرٹ پریس، لکھنئو -

"متفرقات"

۲۰—صنعت و حرفت کے قیمتی راز—از مہانندا - صفحات ۲۰۰ - مرکنٹائل پریس، لاہور -

۲۱—تسخیر لکشمی، باتصویر—از گورمکھ سنگھ، نرمل - صفحات ۲۹۶ - حجازی پریس، لاہور -

۲۲—انسان کی پوشیدہ طاقتیں—از پنڈت جگدیش چندر - صفحات ۳۰۴ - حجازی پریس، لاہور -

۲۳—سامدرک کی لال کتاب—از گردھاری لال، شرما - امپیریل پرنٹنگ پریس، دھرمسالہ -

۲۴—نقشہ انکم تیکس—از سرندر سنگھ، ایم - اے، ال ال - بی، ڈی، آر، جَین - صفحات ۲۹ - نامی پریس، لاہور -

۲۵—تحفۃ المجالس—از ابو ظفر ندوی - شیخ احمد کی سوانح -

عمری - صفحات ا ' ا ' ۱۲۹ - معارف پریس ' اعظم‌گڑھ -

۲۶—نقوش سلیمانی—از (علامہ) سید سلیمان ندوی - حضرت مولانا کے زبان اردو پر خطبات و مضامین - صفحات ا ' ۲ ' ۴۶۲ - معارف پریس ' اعظم‌گڑھ -

''شاعری''

۲۷—مجموعۂ کلام شعراء کرام در شان اہل بیت علیہ‌السلام [1] —از حکیم سید ہاشم علی - صفحات ۲۱۴ - برانچ کیپٹل کواپریٹیو پریس ' لاہور -

۲۸—جدید اردو شاعری—از عبدالقادر سروری ' ایم-اے' ال ال-بی ' صفحات ۳۷۶ - دوسرا اڈیشن - مرکنٹائل پریس ' لاہور -

۲۹—آتش خاموش—از احسانِ دانش- نظموں کا مجموعہ - صفحات ۵ ' ا ' ا ' ا ' ۱۹۰ - نظامی پریس ' بدایوں -

۳۰—کلیات بحری—مرتبۂ ڈاکٹر محمد حفیظ سید - عہد عالمگیری کے مشہور دکنی شاعر کا کلام مع مقدمہ - صفحات ا ' ۴ ' ۲ ' ۹ ' ۳۰۶ -

''سیاست''

۳۱—تحریک آزادی—از ٹیکارام سوکھان - ہندوستان میں تحریک آزادی کی تاریخ ' اور حکومت کی پالیسی پر ایک طائرانہ نظر - صفحات ۲ ' ا ' ا ' ۱۰ ' ۱۰۶ - آزاد پریس ' میرٹھ -

''مذہب''

۳۲—پیام راحت—از بھاگ مل ' سیٹھی - اسپریچولزم پر ایک کتاب - صفحات ۳۶۸ - ہندا الکٹرک پریس' جالندھر -

---

1—علیہم السلام - [ادارہ] -

۳۳—رشی دیانند کی مقبول عام تصنیف ستیارتھ پرکاش کا اردو ترجمہ - از چموپتی ' ایم-اے - صفحات ۷۹۱ - گیارھواں اڈیشن - مرکنٹائل پریس ' لاھور -

۳۴—دیو شاستر' ج ۳ - دیوسماج کی تعلیمات - ھندی سے ترجمہ - صفحات ۴۸۴ - دوسرا اڈیشن - مرکنٹائل پریس ' لاھور -

۳۵—مکمل تبلیغی احمدیہ پاکٹ بک—از ملک عبدالرحمان ' بی-اے' ال‌ال ' بی صفحات ۹۴۴ - تیسرا اڈیشن - ھندا الکٹرک پریس ' جالندھر -

۳۶—مرزائی‌نامہ — از مرتضیٰ احمد خاں - صفحات ۲۴۰ - کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس' لاھور -

۳۷—نور ایمان—از سید خیرات احمد ' کے ' بی - صفحات ۴۹۸ - سولھواں اڈیشن - گیلانی الکٹرک پریس ' لاھور -

"سفرنامہ"

۳۸—خوفناک دنیا ' ج ۲—از ڈاکٹر سید محمد علی شاہ سبزواری- جزائر بورنیو کے چشم‌دید حالات - صفحات ۲ ' ۲۵۲ - برکات اکبر پریس ' الہ‌آباد -

——

ھندستانی

ھندستانی اکیڈیمی کا تماھی رسالہ

جلد ۱۰ } اپریل سنہ ۱۹۴۰ع { حصہ ۲

"نجات نامۂ ایاغی"

[از سید مبارزالدین احمد رفعت]

ایاغی کے متعلّق " احوال‌السلاطین " اور " اسپرنگر " کے اِن بیانات کے علاوہ ھمیں اور کوئی بات معلوم نہیں کہ وہ نصرتی کا ھم‌عصر تھا ' اُس نے ایک مذھبی مثنوی " نجات نامہ " لکھی اور یہ کہ اسپرنگر نے اُس کا ایک نسخہ شاھان اودھ کے توپ‌خانے کے کتب خانے میں دیکھا تھا ' جس میں تقریباً ۲۴۰ اشعار تھے[1] - چند سال ھوئے راج مندری (صوبۂ مدراس) کے سفر میں ایاغی کے " نجات نامہ " کا ایک نسخہ میرے ھاتھ آیا - اِس سلسلے میں میں نے مولانا عبدالحق سے استفادہ کرنا چاھا تھا مگر موصوف اپنی عدیم‌الفرصتی کی بنا پر اُس طرف توجہ نہ فرما سکے - تلاش اور جستجو سے اُس کا ایک اور نسخہ حیدرآباد کے مشہور علم‌دوست مولوی عمر یافعی صاحب کے کتب خانے سے دستیاب ھو سکا - مثنوی کا یہ نسخہ اِنھیں دو نسخوں سے مرتب کیا گیا ھے - پہلا نسخہ نسبتاً قدیم اور

1 - اردو شہ پارے ص ۷۴ -

خطِ نسخ میں ہے - اشعار کی تعداد (۲۶۰) ہے - صفحات ۱۸ ہیں اور ہر صفحے میں تقریباً ۱۸ شعر - کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا - اُس کی ابتدا یہ ہے " این رسالۂ نجات نامہ گفتار ایاغی است -" اور ترقیمہ " نوشتہ شد روز پنجشنبہ بتاریخ سلخ ماہ ذی‌الحجہ ختم شد سنہ ۱۲۱۵ھ -"

دوسرے نسخے میں اشعار کی تعداد (۲۵۰) ہے - اور ہر صفحے میں عموماً بارہ سطریں ہیں - ابتدا یہ ہے " نصیحت نامہ از روے کلام ربانی پس زبان دکھنی کردہ اند مصحح است" اور ترقیمہ " این نصیحت نامہ بتاریخ ھفدھم ماہ صفرالمظفر سنہ ۱۲۳۷ھ ارقام نمودم تحریر فی‌التاریخ سنہ الیہ [؟] "- کاتب نے اپنا نام ابوالقاسم لکھا ہے -

مصنف کا نام محمد امین اور ایاغی تخلص تھا - مثنوی میں اُس نے ایک جگہ اپنا نام اور ایک جگہ اپنا تخلص ظاہر کیا ہے :—

محمد امین ایاغی اوپر آلھی کرم کی نظر کر نظر

ایاغی کدر توں چلیا بات چھوڑ سرشتہ دیا کیوں تو پندوں کا توڑ

ایاغی ' بیجاپور کا باشندہ اور علی عادل شاہ ثانی (۱۰۶۷-۱۰۸۳ھ) کا ہم‌عصر تھا - مثنوی میں اِس کا حوالہ ملتا ہے - بادشاہ کی تعریف میں کہتا ہے :—

کروں ہر گھڑی شکر پروردگار کہ اِس دور میں ہے علی شہریار

زہے شاہ عادل زہے بادشاہ کہ سنت کو جوں فرض کرتا نگاہ

الٓہی رہے جب تلک آسماں شہنشاہِ عادل کوں رکھ در اماں

نصرتی' ملک' امین' ہاشمی' اور مرزا اُس کے مشہور ہم‌عصر شعرا تھے-

" نجات نامہ " کا مصنف سنّی عقاید کا معلوم ہوتا ہے - خاتمۂ کتاب پر حضرت سرور کائنات ' خلفاے راشدین اور بارہ اماموں کے وسیلے سے

اپنی نجات چاہتا ہے :—

(۱) الٰہی بحق رسول انام   علیہ‌الصلوٰۃ و علیہ‌السلام
(۲) بصدیق و فاروق ذوالاحتشام   بعثمان و حیدر و دہ دو امام

مثنوی کا موضوع مذہبی ہے - حمد و نعت کے بعد عذاب قبر ، سزا و جزا ، دوزخ و جنّت اور ایسے ہی مذہبی پند و نصائح کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے - حمد میں ۳۷ اشعار ہیں اور نعت میں نو - مناجات میں خالص توحید اور صفت پروردگار سے بحث کی گئی ہے اور اُس کا خاتمہ اِس دعا پر ہوتا ہے کہ :—

سمجھنے کا یارب مجھے گیان دے   شب و روز دل میں ترِا دھیان دے
نہ دے ہاتھ دشمن کے ، تیرا ہوں میں   کہ یک ذرہ مجھ میں ، نہ میراہوں میں
الٰہی تری بات میں مستقیم   مجھے رکھ بحق نبی الکریم

مثنوی کا موضوع مذہبی ہونے کی وجہ سے ، اُس دور کی معاشرت یا سیاسی حالت پر اِس مثنوی سے کوئی روشنی نہیں پڑتی - مصنف کی معلومات مذہبی قسم کی ہیں - اور عام معلومات کا کچھ ٹھیک اندازہ نہیں ہوتا - ایک جگہ کہتا ہے :—

سنا ہوں کہ یک روز جبرئیل سات   پوچھے تھے مگر سرور کائنات
" دنیا بیچ اچھتے تو کیا اختیار   دنیا میں بھی کرتے سو بولو بچار"
کہے جبرئیل علیہ السلام   کہ دنیا میں اچھتا تو میں کوئی کام
نکرتا بجز بادشاہ پاس جا   مہم سازیٔ بندہ‌گان خدا "

یہ روایت پایۂ تحقیق سے گری ہوئی معلوم ہوتی ہے -

سلاست اور روانی اِس مثنوی کی امتیازی خصوصیت ہے اور اِسی نے " زہد خشک " کو دلچسپ بنا دیا ہے -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

این رسالۂ نجات نامہ، گفتار ایاغی است

(۱) اول کچھ نہ تھا وہ نرنکھار تھا — دونو جگ کا پیدا کرنہار تھا
(۲) تو قدرت سے پیدا کیا یک رتن — کہ جس نے لیا روپ یوتر پون
(۳) کیا اوس اوپر یک جلالی نظر — تو ہیبت تے پانی ہوا سر بسر
(۴) لطافت سے کھیچا سپہر بریں — کسافت رہیا سو بچھایا زمیں
(۵) زمیں ڈالملانے لگی نیر پر — دیا ڈونگراں لے کھڑی سیر پر
(۶) لے کر عرش و کرسی و لوح و قلم — جگے دھار کاڑیا وجود از عدم
(۷) ستاروں کا کندن گگن کے اوپر — جڑیا دیکھ عینک ہے شمس و قمر
(۸) کیا نیر کوں چشمۂ زندگی — پَوَن کوں دیا عمر پایندگی
(۹) اگن کوں دیا سوز سوں روشنی — زمیں کوں دیا خلعت گلشنی
(۱۰) نہ اوس کوں وزیر و نہ اوس کو نظیر — نہ حاجت اُسے ہے بتاج و سریر
(۱۱) نہ اُس کوں ہے عورت نہ فرزند ہے — کہ وہ ایک بے مثل و مانند ہے
(۱۲) پسار آنکھ ہور دیک قدرت تمام — ہر ایک تھار قدرت کے کیا کیا ہے کام
(۱۳) ہوا جس تے منڈان وہ ایک ہے — ہر ایک تھار علم خدا ایک ہے
(۱۴) خدا کو سمج دل ملے ایک توں — زباں سوں بھی اقرار کر نیک توں
(۱۵) ترے تن میں یو جیئو سب تھار ہے — ہر ایک تھار عالمِ جہاندار ہے
(۱۶) مجے کون ہوں میں، سو معلوم نیں — اُسے کیوں سمجھے سکوں بول میں
(۱۷) سمجھ کیوں سکوں قادر ذوالجلال — مرا جیئو سمجھنے مجھے نیں مجال
(۱۸) جے کوئی جیو کوں سمجا سو سمجا اُسے — ولے جیو سمجنے کوں آتا کسے
(۱۹) یقیں جانتا ہوں مجھے ہے خدا — کہ کچ اپس تے ابھی نیں ہوا
(۲۰) میں اِتنا سمجھتا ہوں وہ ہے احد — نہ اُس کو ہے جوڑا نہ اُس کو وَلَد
(۲۱) میرا وہ خدا جو مجھے جیو دیا — چندر، سُورج، دن، رات پیدا کیا

(۲۲) اُسے دل ملے دیکھ حاضر ھے وہ — چھپیں کام اپرال ناظر ھے وہ
(۲۳) ترے پاس ھے وہ ارے بے خبر — دیوانہ نکوھو پھرو ھر کدھر
(۲۴) ھمیں کاں اتھے کاں سے لایا ھے دیک — ھمارے پوکیا کیا پھرایا ھے دیک
(۲۵) اتھا تُونچ بالک ھوا نوجواں — اچھے کا بڈھا ھووے گا ناتواں
(۲۶) رھا نیں ھے جوکچھ کہ دیکھا اتھا — کہ رھتا تو کچھ آج توں دیکھتا
(۲۷) غرض بولنے کا کہ یک حال نیں — زمانے کی گردش کو یک چال نیں
(۲۸) کدھرتے کدھرتے کدھرتے کدھر — کہاں لائے ھیں دیکھ ارے بےخبر
(۲۹) لیکر کی بودی ذوق ھے ھور غذا — نہیں جانتا کوئی غیر از خدا
(۳۰) سمجھنے کا یارب مجھے گیان دے — شب و روز دل میں ترا دھیان دے
(۳۱) مجھے دین و ایمان پر دے ثبات — چلوں گا میں اُس وقت راہ نجات
(۳۲) اپس کے کرم تے مجھے توں سنبھال — کہ شیطان ملعوں پڑیا ھے دنبال
(۳۳) نہ دے ھات دشمن کے تیرا ھوں میں — کہ یک ذرہ مجھ میں نہ میرا ھوں میں
(۳۴) الٰھی مرا دین و ایمان توں — جتن کرکے انجان نیں جان توں
(۳۵) پچھے سخت دشمن ھے شیطان سا — الٰھی تو حافظ ھے ایمان کا
(۳۶) الٰھی تری بات میں مستقیم — مجھے رکھ بحق نبی الکریم

در نعت حضرت سیدالمرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم -

(۳۷) محمد نبی تاج پیغمبراں — سپہدار دیں ' سرورِ سروراں
(۳۸) شہنشاہِ دیں تاج لولاک کا — کہ پل میں کیا سیر افلاک کا
(۳۹) اوسے تاج و اقبال و رفعت دیا — اپس کَن بُلا بھیج عزت دیا
(۴۰) ازل سے نبی ھے نہیں آج کا — کہ اوس سیس ھے تاج معراج کا
(۴۱) مسیحا کا معجز ھے تجھ بات میں — تو امرت چھپیا جا کو ظلمات میں

(۴۲) دیکھو کیا کرم تھا ھمارے اوپر — خدا کا جو بھیجا ھے خیرالبشر
(۴۳) محمد نبی ' فخر کونین کا — مقرب ھے وہ قاب و قوسین کا
(۴۴) خدا کا حبیب وہ خدا کا رسول — جو کچھ وہ کہا ھے سو کرنا قبول
(۴۵) اگر وہ نہ آتا نہ کہتا خبر — ھمیں دنگ اچھتے سدا کور کر
(۴۶) جوکوئی نیں سنا ھے محمد کی بات — قیامت میں جائے گا حسرت کے ھات
(۴۷) دنیا کی بڑائی نہ کام آئے گی — دغل باز دنیا نِکل جائے گی
(۴۸) دنیا کے بدل دین توں کھو نکو — مرے گا تو سچ ' دوزخی ھو نکو
(۴۹) اگر دین ھونا تو دنیا کوں چھوڑ — دغل باز عیار سوں منہ کو موڑ
(۵۰) دنیا میں نکو تو گرفتار ھو — کتا سوئے گا جاگ ھُشیار ھو
(۵۱) عـزازیل ھے دین کا راہ زن — بـڑا کام ایمان رکھنـا جتن
(۵۲) کرے گا اگر طاعت و بندگی — تجے وھاں ھے جنت میں پایندگی
(۵۳) اگر توں سر افگندہ خدمت میں ھے — چلے پر تجھے بات جنت میں ھے
(۵۴) اگر مرگ کے وقت جاوے گا توں — اندھیاری لحد میانے ایمان سوں
(۵۵) اگر شمع ایمان تجھ سات ھے — اندھیاری لحد تجھ پہ شبرات ھے
(۵۶) فرشتے خدا پاس تے آئینگے — انند میانے اچ کر خبر لائینگے
(۵۷) ترے سامنے آکے بیٹھے گی حور — جو کچھ غم اچھے گا سو جاوے گا دور
(۵۸) فراغت کـرے گا گر ایمان ھے — وگر نیں تو ماریکا طوفان ھے
(۵۹) فرشتے غضب کے چلے آئیں گے — تجھے آگ کے گرز دکھلائیں گے
(۶۰) کریں گے تجھے گرز سے مار مار — نچھوڑینگے تا وقتِ روز شمار
(۶۱) قیامت کا جس وقت دور آئے گا — اجل کا پیالہ بھرا جائے گا
(۶۲) جتنے جھاڑ اور پہاڑ ھوویں گے گرد — زمین پر نہ پھرتا اچھے کوئی فرد
(۶۳) گگن کا پھرانا پھراویں گے پھر — ستارے ستیں گے زمیں پر بِکھر
(۶۴) شگافاں تے بھر جائے گا سب گگن — ستے گا اوڑھا ڈونگراں کو پون

(۶۵) زمیں سر بسر هووے هموار یوں   ز مشرق بمغرب کفِ دست جوں

(۶۶) نه تارے اچھینگے نه سات آسماں   زمین و زماں کا چھپے گا نِشاں

(۶۷) جتے جیوتے هے ' سو مر جائیں گے   بجز حیّ القیوم نه کچھ پائیں گے

(۶۸) هوے پَل میں نابود جو بود هے   که اوس حکم پر بود نابود هے

(۶۹) اکیلا اچھے گا اول جُوں اتها   که اس باج بھی کوئی دو جا نه تھا

(۷۰) نظر کرکے قدرت تے بولیے گا یوں   که اے اهل ارض و سماوات کیوں

(۷۱) تمهیں کیا هوا اور کدهر جاپڑے   بڑائی تے دنیا میں کیا بڑ بڑے

(۷۲) کهاں زور دنیا کا وه کرّ و فر   بڑائی جو کرتے تھے با یک دگر

(۷۳) بڑائی اوسی کو سزاوار هے   که دو جگ کا پیدا کرنهار هے

(۷۴) بڑاں بھی سرافیل پھوکے گا سور   که جنبش میں آویں گے اهل قبور

(۷۵) اپس حکم تے پاک پروردگار   جو کچھ تها سو ویمپاچ کاڑ گیا بھار

(۷۶) فرشتے کھڑے هوکے باندیں گے صف   هر ایک جنس مخلوق در هرطرف

(۷۷) پراں بھی ترازو لے کر آئیں گے   عمل دونوں پھڑیاں ملے بھائیں گے

(۷۸) اگر بخت تیرے مددگار هیں   عمل هاے خوبی گرانبار هیں

(۷۹) تجھے دیوینگے بهوت حور و قصور   پلاوینگے هر دم شرابِ طهور

(۸۰) مراتب هرایک شخص کا دیک کر   اوسے قصر دیویں گے جنت بِهتر

(۸۱) اکهنڈ لعل و موتی کے گھر جوت وار   نه یک گھر ' کے ویسے هزاراں هزار

(۸۲) نَهنّا گھر جو کوئی بخت تے پائے گا   بڑائی تے دنیا میں نامائے گا

(۸۳) هرایک رنگ کے پھول خوش باس سب   لے کر آ رکھیں گے ترے پاس سب

(۸۴) کتے جنس میوه هرایک نیں سواد   دنیا کے جتے میوے اوس تے زیاد

(۸۵) کتے جنس شربت کتے جنس کهان   لے کر آویں گے وقت ساعت پهچان

(۸۶) جدهر تو منگے گا اودهر جائے گا   جو کچھ من منگے گا سوتوں کھائے گا

(۸۷) ترا تخت اُوڑے گا بروے هوا   توں اوس پر سلیمان فرماں روا

(۸۸) بہشتی شراب اور بہشتی کباب — بہشتی گل اندام در وقتِ خواب

(۸۹) بہشتِ بریں باغ معمور ہے — ہریک جلس میوے سے بھرپور ہے

(۹۰) مرصع صدر ساتھ جوڑینگے تخت — توں بیٹھےگا اوس پر ارے نیک بخت

(۹۱) سراپا سنواریںگے تجھ خیل حور — لطافت میں پوریاں کثافت تے دور

(۹۲) ہریک حور ایسے سنوار آئیں گے — دل و ہوش و طاقت نکل جائیں گے

(۹۳) نہ کوئی کرسکے وصف ایک حور کا — کہ خاکی ، صفت کیا کرے نور کا

(۹۴) پونم چاند جیسا ہے تہمت نہ باندھ — ہریک موں پہ واریں گے کئی لاکھ چاند

(۹۵) اگر نانوں یک حور کا لےؤں میں — درخشاں سورج کے نمط ہوؤں میں

(۹۶) جوکوئی اُن کوں دیکھے گا سدھ کھوئے گا — دیوانہ انو کے پیچھے ہوئے گا

(۹۷) تجے دیویں گے گر تو طاعت میں ہے — شب و روز ذکر و عبادت میں ہے

(۹۸) اگر توں عبادت کیا نیں یہاں — لے کر جائیں گے سوے دوزخ کشاں

(۹۹) تجھے واں مدد کو نہ کوئی آئے گا — جو کوئی آئے گا سو کیا پائے گا

(۱۰۰) نہ بھائی مدد کرسکے بھائی کوں — نہ مائی مدد کر سکے جائی کوں

(۱۰۱) نہ صاحب کوں واں کام آوے نفر — شفقت کرے نا پسر پر پدر

(۱۰۲) گواہی ترے ہات دیں پاؤں سب — جوکچ توں کیا ہے سو بولیں گے سب

(۱۰۳) اگر ایک چمٹی پو تجکے ستم — ہوا ہے تو ، دیکھے گا اتلاچ غم

(۱۰۴) نہ فریاد کوں کوئی اپڑے گا واں — مگر از کرم خالقِ انس و جاں

(۱۰۵) عبادت کرو ہو عبادت کرو — اجل دور نیں ذکرِ طاعت کرو

(۱۰۶) اگر بادشاہ ہے وگر ہے فقیر — دونوں بھی اجل کے زنداں میں اسیر

(۱۰۷) وگر مست ہو کر بسر جائینگے — بزاں ہوکو ہوشیار پشتائینگے

(۱۰۸) پشیمانی اوس وقت کیا کام آئے — جہنم طرف مارکر جب لے جائے

(۱۰۹) اِتا کچ ارے بھائی ہشیار ہو — نکو سو توں ، غفلت تے بیدار ہو

(۱۱۰) اگر کان دھرتا ، تو قرآن سن — معانی میں دل بھارے نادان سن

(۱۱۱) زباں ھے تلک ذکر و تکرار کر — کہ دائم زباں نا پھرے منھ بھتر

(۱۱۲) نہ سر واں اچھیگا نہ دونوں نَیَن — نہ یہ قوت و زور سالم بدن

(۱۱۳) سدا نا رھے جیئو اس تن منے — کہ یہ گل ھے مہمان گلشن منے

(۱۱۴) اگر مردِ دانش کو آتا ھے توں — تو دل باندھے آویں وہ ایمان سوں

(۱۱۵) نہنا یا بڑا وہ مسلمان ھے — کہ جس شخص میں کامل ایمان ھے

(۱۱۶) وگر علم و دانش میں نادان توں — نہوئے آدمی کم ز حیوان سوں

(۱۱۷) نکو راگ سن، گیت گا توں نکو — برے کام میں جیو کو توں بھا نکو

(۱۱۸) کہے ھیں محمد علیہ السلام — کہ ھے راگ ھور ساز دونوں حرام

(۱۱۹) اگر راگ اور ساز پر توں آتھا — کیا ھے تو اتناچ ھُوا پر خطا

(۱۲۰) دنیا کے گناھاں تے توں دور ھے — وگر نیں تو گرزاں تلے چور ھے

(۱۲۱) جوکوئی راگ میں ذکر کرتے ھے سو — انو بھی گناہ گار ھوتے ھے ھو

(۱۲۲) نکو پیو پنڈا نکو بھنگ کھا — نکو نرد شطرنج میں جیو بھا

(۱۲۳) نکو بت پرستی نکو پی شراب — کہ دوزخ میں ھوویگا جل جل کباب

(۱۲۴) نکو کھیل تیوری نکو باندھ ھوڑ — برے کام تے منھ آپَس کا مروڑ

(۱۲۵) تجھے کھیل خاطر نہیں لائے ھیں — عبادت بدل تجھ کو پھنچائے ھیں

(۱۲۶) تجھے پرورش کس وضع سوں کئے — تجھے نعمتاں دیک کیا کیا دئے

(۱۲۷) زباں کس کی غیبت میں بھاؤ نکو — موئے بھائی کا ماس کھاؤ نہ کو

(۱۲۸) جو کوئی خون ناحق مسلمان کا — کیا ھے، ھوا اھل نیران کا

(۱۲۹) جوکوئی ظلم سوں عہدہ داری کیا — رعیت کوں آزار بے حد دیا

(۱۳۰) لیا لانچ و رشوت ھریک پاس تے — نہوئے آدمی کم ھے خناس تے

(۱۳۱) قیامت میں وہ خوار پامال ھے — اگر آج دنیا میں خوش حال ھے

(۱۳۲) زنا جو کئے ھیں انو کا عذاب — کتا کر لکھوں میں کہ ھے بے حساب

(۱۳۳) کلاونت بازی میں جیو بھانکو — نجس عین ھے اون سوں توں جانکو

(۱۳۴) کلاونت بازی میں کچھ نئیں نفا
تو دیکھے گا ان سوں بغیر جفا

(۱۳۵) بزرگاں تو یوں بول گئے ہیں تمام
جو کوئی ہے حرامی سو کرتا حرام

(۱۳۶) جو کوئی جیو امرد سوں باندیا ہے سو
پری چھوڑ باندر سوں ناندیا ہے وہ

(۱۳۷) عجب کوئی ہوئے پاک پانی تے یاں
اوسے آگ کا غسل دیویں گے واں

(۱۳۸) اگر آنک تے کس طرف بد نظر
کیا ہے تو ٹانگیں گے دوزخ بھتر

(۱۳۹) پسارو نکو آنک کسی کے طرف
کہ انکھیاں تے سب کام ہوتا تلف

(۱۴۰) دیوانہ کسی کے اوپر ہوئے گا
تو واں بند زنداں ملے پڑ[1] روئے گا

(۱۴۱) نکو بد نظر کر کسی نار پر
پوچھیگا قیامت میں سو یاد کر

(۱۴۲) ہریک کوئی منگتا ہے روشن انکھیاں
و لے آدمی کیا ہے دشمن انکھیاں

(۱۴۳) انکھیاں تے بلا آدمی زاد پر
ہمیشہ ہی یاراں سنبھالو نظر

(۱۴۴) انکھیاں باج تے کچھ سُوجا نہ جا
بغیر علم اللّٰہ کوں بوجا نہ جا

(۱۴۵) جو کوئی مال کانئیں دئے ہیں زکات
چلے جائینگے دوزخیاں کے سنگات

(۱۴۶) رکھے ہیں جو کوئی مال یاں گاڑ کر
اسے زر سے داغیں گے واں گاڑ کر

(۱۴۷) کرو قتل دونوں کوں پھر خاص و عام
کہے ہیں پیمبر علیہ السلام

(۱۴۸) اگر مال دھرتا تو بھر خدا
کھلا دے ' دِلا ' سات اپنے لجا

(۱۴۹) یتیماں کا توں مال کھاؤ نکو
آپَس کوں جہنم میں بھاؤ نکو

(۱۵۰) جو کوئی چور اغیار ہیں راہ زن
جلیں گے جہنم میں لکڑیاں نَمن

(۱۵۱) جو کوئی کافراں سات یاری کیا
اونھو سات دوزخ میں ملکر گیا

(۱۵۲) گواہی نکو جھوٹ دے زینہار
قیامت کی رسوائی تے کچھ بچار

(۱۵۳) تجے بولتا ہوں ارے سن نکو
اگر جھوٹ یا سچ ہے ہر کیوں نکو

(۱۵۴) نکو مسخری کر نکو جھوٹ بول
کسی کے پیچھے عیب کسی کا نہ کھول

(۱۵۵) جو کوئی قرض لیکر کیا نیں ادا
قیامت میں دیکھے گا اپنا سزا

1— مصرع ناموزوں ہے - [ادارہ]

(۱۵۶) کہ حق‌دار کا حق دینا بھلا — وگر نیں تو پوچھے گا تجکوں خدا

(۱۵۷) تجے بولتا ھوں نکو آق ھو — غلامی میں ماں باپ کے طاق ھو

(۱۵۸) بھشت بریں بھوت ارزان ھے — نھیں کوئی لیتا سو نادان ھے

(۱۵۹) ھے مھنگا جھنم سو لیتے ھیں مول — برے کام پر دام دیتے ھیں کھول

(۱۶۰) کیا ھے جو موقوف حق کی نماز — اوسے ھے جھنم میں سوز و گداز

(۱۶۱) جو کچھ حق تعالیٰ کیا ھے حرام — وہ قرآن میں ھیں مبین تمام

(۱۶۲) یقیں جان کر سب سمجھنا حرام — رھے تاکہ ایمان سب کے مدام

(۱۶۳) نکو پین ابریشمی زینھار — زرینے میں ناریاں نمن مت سنوار

(۱۶۴) نہ سونے کے باسن میں تو کھانا کھا — روپے کے بھی باسن میں نیں ھے روا

(۱۶۵) جسے ھے سکت بادشاہ پاس جا — کرے کارسازی بخلق خدا

(۱۶۶) اوسے دونگراں تے زیادہ ثواب — بزرگاں نے بولے ھیں یوں در کتاب

(۱۶۷) اگر اجر طاعت میں ھے بھوت نیک — مھم سازی مردماں کم نہ دیک

(۱۶۸) نھو کارسازی میں زنھار کم — عبادت میں گر توں ھوا ھے عَلَم

(۱۶۹) خدا کو اپڑنے کا یوں پنت ھے — نہ اوس کے ثواباں کوں کچھ انت ھے

(۱۷۰) سنا ھوں کہ یک روز جبرئیل سات — پوچھے تھے مگر سرور کائنات

(۱۷۱) "دنیا بیچ اچھتے تو کیا اختیار — دنیا میں بھی کرتے سو بولو بچار"

(۱۷۲) کھے جبرئیل علیہ السلام — "کہ دنیا میں اچھتا تو میں کوئی کام

(۱۷۳) نکرتا بجز بادشاہ پاس جا — مھم سازئی بندہ‌گانِ خدا"

(۱۷۴) کئے ھیں جو کچھ جبرئیل اختیار — کرے گا، اچھیں گے جسے بختیار

(۱۷۵) مسلمان محتاج کا کام کر — ادھورا نکو ست، سر انجام کر

(۱۷۶) پریشان لوگاں میں آجمع ھو — انو گر پتنگ ھے تو توں شمع ھو

(۱۷۷) نجانوں روا کیوں رکھے کردگار — توں عشرت میں، لوگاں سو در انتظار

(۱۷۸) اگر توں دنیا میں ھوا بادشاہ — کرم کر ھمیشہ بخلقِ خدا

(۱۷۹) امانت ہے یو سب یقیں جان سب	قیامت میں پوچھے گا سبحان سب
(۱۸۰) خبر لے بھوکا کون؟ کھاتا ہے کون؟	امیں کون ہے؟ ہور چراتا ہے کون؟
(۱۸۱) جو کوئی چور ہیں دے انھو کو سزا	جو کوئی ساؤ ہے ہو انھو پر عطا
(۱۸۲) اگر راستی سوں کیا عدل یاں	تو اوس تے بڑی بادشاہی ہے واں
(۱۸۳) کروں ہر گھڑی شکر پروردگار	کہ اس دور میں ہے علی شہریار
(۱۸۴) زہے شاہِ عادل زہے بادشاہ	کہ سنّت کو جوں فرض کرتا نگاہ
(۱۸۵) کبھی ترک ہرگز کیا نیں نماز	کہ حق سات دھرتا ہے راز و نیاز
(۱۸۶) شب و روز ہے دین اوپر استوار	تو خوش نود اوس پر ہے پروردگار
(۱۸۷) الٰہی رہے جب تلک آسماں	شہنشاہ عادل کوں رکھ در اماں
(۱۸۸) "ایاغی" کدر توں چلیا بات چھوڑ	سرشتہ دیا کیوں توں پندوں کا توڑ
(۱۸۹) ادھورا ترا بات چھوڑو نکو	بندے سو سرشتہ کوں توڑو نکو
(۱۹۰) جو کچھ بولتا تھا سو آبول اب	قیامت کے احوال کہ کھول سب
(۱۹۱) قیامت کے احوال ہیں بے حساب	لکھوں یک یک تو ہوئے سو کتاب
(۱۹۲) قیامت کے احوال بولوں تجھے	جو کچھ یاد آیا ہے من میں مجھے
(۱۹۳) قیامت کا دن جب کہ ہو آشکار	سوا نیزے پر پاوے سورج قرار
(۱۹۴) گناہ گار لوگاں کا احوال سن	قیامت میں کیا ہوئےگا حال سن
(۱۹۵) سنےگا تو سن بیٹھ' جاتا تو جا	ہمیں بولتے پند بھیرِ خدا
(۱۹۶) سنو جیو سوں نص آیت ہے یو	نہ سمجھو ہریک جو حکایت ہے یو
(۱۹۷) دئے ہیں خبر سرورِ کائنات	علیہ السلام و علیہ الصلواۃ
(۱۹۸) بیاں یوں کئے ہیں بہ امرِ خدا	کہ امّت کے دس فوج روز جزا
(۱۹۹) فضیحت تے محشر منے لاوینگے	جو کچھ یاں کئے ہیں سو واں پاوینگے
(۲۰۰) صفِ اولیں باندریاں کے نمن	صفِ دوئمی میں جوں سور کے بدن
(۲۰۱) نگوں سار اوندھیا کے تیسری ہے صف	لیکر جائینگے کھینچ دوزخ طرف

(۲۰۲) سب اندلے اچھیں گے صف چار میں — کہ گنگے ہور بوڑے صف پانچ میں
(۲۰۳) چھٹی صف زباں چابتے جیب ہے — بڑی جیب سیتے لہو پیب ہے
(۲۰۴) بری گلد اونھو سیں اِتی آئے گی — کہ لوگاں کی طاقت نکل جائے گی
(۲۰۵) صف ساتویں ہات ہور پاؤں کات — گھسیتیں گے خواری سوں دوزخ کے بات
(۲۰۶) صف آتھویں آگ کے دار پر — لڑکتے ستیں گے نگوں سار پر
(۲۰۷) گلدی فوج ہے سو نویں بار کے — کہ مردار بد تر ز مردار تے
(۲۰۸) لباس دھم صف ہے قطران کی — ولے سخت جیوں بند زندان کی
(۲۰۹) کہوں اب تجھے یو بیاں کھول کر — بچن کے رتن' سن کے' لے رول کر
(۲۱۰) صف باندریاں کے جو ھوتے اول — وہ غیبت گراں ہے حرامی نسل
(۲۱۱) سور وہ ھوئے ھیں جو کھائے حرام — سُو کا ہور گلاَ' ہر کسی کا تمام
(۲۱۲) کلن تر جو کوئی مال کا کھائے ھیں — وہ دوزخ میں اوندھے چلے جائے ھیں
(۲۱۳) کئے ھیں جو کوئی ظلم انسان پر — کھڑے ھیں اندھے ھو کے باچشم تر
(۲۱۴) عمل خوب پر اپے اینتے ہے سو — گنگے ہور بوڑیاں کے صف' جان وہ
(۲۱۵) جو کوئی عالماں یاں مخالف چلے — دنیا دیکھ کر دین سوں ڈل ملے
(۲۱۶) خوشامد دنیا دار خاطر کئے — جو کچھ جیو منگتا سو فتوی دئے
(۲۱۷) زباں چابتے واں کھڑے ھوویں گے — خجالت کے انجواں تے مکھ دھوئیں گے
(۲۱۸) جو کوئی رنج ھمسائیگاں کو دئے — جدا ھات ھور پاؤں واں کر دئے
(۲۱۹) لٹکتے جو کوئی آگ کے دار پر — سمج توں کہ دو جاڑی غماز کر
(۲۲۰) شب و روز شاھاں کے نزدیک جا — کئے ظلم لوگاں پو' چاڑی لگا
(۲۲۱) جو کوئی بہوت شہوت میں جیو بھائے ھیں — انو روز محشر میں پچھتائے ھیں
(۲۲۲) شب و روز شہوت میں یوں ھو فدا — بحقِ خدا کچ کئے نیں ادا
(۲۲۳) تو یوں گلد میں بلبلاتے ھیں دیک — اپس میں اپے تلملاتے ھیں دیک
(۲۲۴) صف آخری کا جو قطراں لباس — کہ ھیں اھل ان کوں تکبر شناس

(۲۲۵) تکبر کیا سو وہ ہوتا ہے خوار — عزازیل اوس تے ہوا خوار زار

(۲۲۶) بحق بولتاہوں نکو اینٹ چل — اکڑ یاں چلیا واں پڑے گا پھسل

(۲۲۷) تواضع کیا سو بڑا مرد ہے — جو کوئی اینٹ چلتا سو نامردھے

(۲۲۸) ارے کون ہے توں اپس میں بچار — اراخت کے دو بوند تے آیا ہے بہار

(۲۲۹) یتے پر بڑائی کرے گا تو گر — وگر نیں ہے تجھ پر اجل کا گذر

(۲۳۰) تواضع نکو ست ' بڑائی نکر — عبث ہر کسی سے لڑائی نکر

(۲۳۱) غصہ چھوڑدے ست دے مردانگی — کہ مردانگی نئیں ' ہے دیوانگی

(۲۳۲) تجھے گر دنیا میں زر و زور ہے — ولے دیکھ اندیش آنگے گور ہے

(۲۳۳) ارے سخت بے شرم' اڑ ڑا کے رو — نَیَنْ نیر تے' کچھ سیاہی تو دھو

(۲۳۴) بڑاں کیا کرے گا جو مر جائے گا — قیامت میں کیا منہ لے کر آئے گا

(۲۳۵) سناہوں کہ دوزخ میں ایک اژدھا — بڑا وہ کِتا ہے سو جانے خدا

(۲۳۶) جہنم میں وہ اژدھا کال ہے — کتے پُل صراط اس کا یک بال ہے

(۲۳۷) عجب بال شمشیر تے تیز تر — عجب تر کہ کرنا ہے اوس پر گذر

(۲۳۸) کئے ہیں جو کوئی طاعت ذوالمنن — گذر جائیں گے جلد بجلی نَمَنْ

(۲۳۹) کتے پاؤں میانے چلے جائینگے — کتے لوگ چُھتیاں تے کم آئینگے

(۲۴۰) گناہ گار جب پاؤں اُس کے اوپر — رکھے نئیں کی' پڑیں گے جہنم بھتر

(۲۴۱) بکرم کر الٰہی توں اس وقت پر — جو اوس پُل اوپرتے کروں میں گذر

(۲۴۲) الٰہی مجھے دے سر افگندگی — جو دائم کروں میں تری بندگی

(۲۴۳) مجھے عمر دے یا الٰہی دراز — جو کرتا اچھوں میں ہمیشہ نماز

(۲۴۴) تکبر مرے سر سے توں دور کر — ترے دھیان تے دل کوں معمور کر

(۲۴۵) الٰہی رہ راست دکھلا مجھے — کجی دور کرتا جو اپڑوں تجھے

(۲۴۶) الٰہی میرا دین و ایمان توں — جتن کرکے انجاں نئیں جان توں

(۲۴۷) مرا دین و ایمان اے ذوالمنن — جتن کر جتن کر جتن کر جتن

(۲۴۸) شب و روز اے پاک پروردگار ترے لطف کا هوں میں امیدوار

(۲۴۹) اگر هے مجھے ڈونگراں تے گناه تری مَغْفِرت کن هیں جوں برگ کاه

(۲۵۰) مجھے یا آلٰهی ترا دھیان دے بحق نبی' کامل ایمان دے

(۲۵۱) مرا دل هے قندیل ایمان کا لگا اوس میں دیوا ترے دھیان کا

(۲۵۲) کتا رؤں مرے پوبھی افسوس آه هوئے بال اجلے ولے دل سیاه

(۲۵۳) آلٰهی اگرچه گناه گار هوں دنیا کے عمل میں گرفتار هوں

(۲۵۴) نکو کر توں میرے عمل پر نظر نظر کر توں اپنے کرم کے اوپر

(۲۵۵) جَداں جئیو تن سوں کرے گا وداع ترے مہر کا بس مجھے هے شعاع

(۲۵۶) اکیلا جداں گور میں بهائیں گے فرشتے ڈرا پوچھنے آئیں گے

(۲۵۷) توں اوس وقت میرا مددگار هو اکیلا نکو ست مجھے یار هو

(۲۵۸) ''محمد امین ایاغی'' اوپر آلٰهی کرم کی نظر کر نظر

(۲۵۹) آلٰهی بحق رسول انام علیہ الصلوٰة و علیہ السلام

(۲۶۰) بصدیق و فاروق ذوالاحتشام بعثمان و حیدر و ده دو امام

(۲۶۱) دران دم که باشم به زیر زمیں رفیقم تو باشی جهاں آفریں

(۲۶۲) آلٰهی هراں کس که ایں خط نوشت عفو کن گناهش عطا در بهشت

(۲۶۳) نجات نامه یهاں سو هوا هے تمام بحق محمد علیہ السلام

تمت تمام شد کار من نظام شد

سیفو

(Sappho یا Psappho)

دنیا کی غیر فانی شاعرۂ یونان

جب کبھی اِس بات کی جستجو کی گئی کہ تاریخ ادب کا سب سے بڑا کارنامہ کون سا ہے تو یقیناً بلا اِختلاف کہا جائے گا کہ وہ کارنامہ " تحقیق سیفو " ہے - اِس خیال کی تائید اِس نفس واقعہ سے ہوتی ہے کہ طویل صدیوں کی مدت یعنی اُس وقت سے جب گریگری ہفتم نے سیفو کا کلام جمع کر کے آگ کی نذر کر دیا اور اُس کی جگہ لوگوں کو اپنا خشک مگر مقدس کلام پڑھنے کے لیے دیا ' سولھویں صدی عیسوی کے آخر تک دنیا کے پاس ایسی کوئی چیز نہ تھی جو دنیا کی اِس عظیم‌ترین شاعرہ کی یاد دلا سکتی ! اُس کا مجموعۂ شعر ناپید ہو چکا تھا اور یونان کے مسخرے طربیہ نگاروں نے اُس کے نام کو ذلیل و رسوا کر دیا تھا - اِس کے باوجود جب ہماری نظر سے ایک انگریز مصنف کا یہ قول گزرتا ہے کہ :—

" اگر دنیا کے تمام شعرا سے سوال کیا جائے کہ وہ کون سا بیش بہا خراج ہے جو زمانے نے انسانی فطنت (جینیس) کی ظفرمندی کے ذریعے سے حاصل کیا ' تو وہ بلا تأمل اور متفقہ طور پر جواب دیں گے کہ 'سیفو کے گم شدہ اشعار' ! "

تو سیفو کی عظمت کا اندازہ صرف ہماری حیرت سے ہو سکتا ہے -

مغربی محققین نے سیفو کے متعلق فقدان ذرائع کے باوجود ہر وہ بات ڈھونڈھ نکالی ہے جو معلوم کی جا سکتی تھی - اور اب اُس میں اِتنے ہی اضافے کی گنجائش باقی ہے کہ جو حالات استنباط و نتائج کے طور پر معلوم ہوئے ہیں وہ کسی غیرمتوقع دریافت سے مستند ہو جائیں - علماے محققین کے یہ استنباط و نتائج قیاسی ہونے کے باوجود استناد کا درجہ رکھتے ہیں ؛ کیونکہ وہ منطقی اِستخراج ہیں - دو چار باتوں کے علاوہ سیفو کی زندگی کے حالات تمام تر ظن و گمان پر مبنی ہیں؛ اور یہی ایک بات ہے جو تحقیقات سیفو کی عظمت کا اندازہ کرا دیتی ہے -

ہماری زبان میں سیفو کا نام ایک لفظ ہے فہم سے باہر ؛ اِس لیے کہ ہم اُس زبان کو نہیں جانتے جس میں سیفو نے شاعری کی اور اصل زبان جانے بغیر شاعری کی روح کو نہیں سمجھا سکتا - لیکن اِس پر بھی سیفو کا نام دنیا بھر میں روشن اور درخشاں ہے - سیفو اگر نغموں کی پرستار تھی تو محبت کے رنج و الم کی بھی دیوی تھی - اگر وہ پریم کی پجارن تھی تو گیتوں کے دکھ سکھ کی بھی دیوی تھی - سیفو کی شاعری اُس کی روح کی ایک جھلک ہے جس سے دنیا کی آنکھیں چوندھیاتی ہیں - وہ سیفو جس کی نورانی پیشانی پر اُس کے گیتوں کی راتیں چھائی رہتی تھیں - وہ شاعرہ کہ اگر اُس کی اُس فناآغوش جست کو جو اُس نے محبت کو پالینے کے لیے لگائی صحیح مان لیا جائے تو عالم عاشقی اُس جست کو کبھی بھلا نہیں سکتا -

الفاظ جن کو اپنا رازدار بنا لیتے ہیں وہ واقف ہیں کہ سیفو کے اِن جواھرریزوں کی جوت غیرفانی تھی جسے صدیوں کی گمنامی کی گرد دھندلا نہ کر سکی ؛ اور جس کی پاشیدہ شعاعیں ' کرنوں کے ریزے ' آج بھی اِنسانی نسل کے لیے وھی کیف و انبساط مہیا کر رہے ہیں جو

پچیس صدی پہلے مہیا کرتے تھے - سیفو کے یہ پیارے ادبی ہیروں کی کنیاں ہیں جن کی چمک میں شراب کا وہ نشہ اور مہک بھی ہے جس نے ڈھائی ہزار سال پہلے حزینۂ رنگ و بو سیفو کے دیکھنے والوں کو سرشار کر دیا تھا -

حالات زندگی

سیفو کا زمانہ تقریباً چھے سو سال قبل مسیح ہے - وہ جزیرہ متی‌لین (Mitylene) کی رہنے والی تھی - لیکن اُس کی پیدائش لیسباس (Lesbos) کی تھی ؛ اور چھے سال کی عمر تک وھیں رھی -

سیفو کا خاندان ایولی (Aeoli) نسل سے تھا ' جو ایک مخلوط نسل تھی - اِس نسل کے لوگ نہایت قوی اور حد درجہ قابل ہوتے تھے : جنگ میں بہادر اور تجارت میں حوصلہ مند ' سیاست میں ذہین ' اور شعر و موسیقی میں بالا تر ! اِس نسل کی عورتیں بھی مخصوص حیثیت رکھتی تھیں : وہ مردوں سے الگ نہ رہتی تھیں اور بازاروں میں عام طور پر دیکھی جاتی تھیں - حالانکہ اُس زمانے میں خود ایتھنز میں دستور نہ تھا کہ عورتیں مردوں کی صحبت یا بازاروں میں نظر آئیں - عورت کے متعلق کسی قسم کا چرچا ہونا ذلت و رسوائی کا موجب تھا - کیونکہ اُس عہد کے یونان میں گونہ آزاد زندگی بسر کرتی ہوئی صرف ڈیرہ‌دار (Courtizon) عورتیں ھی دیکھی جاتی تھیں - مگر لیسباس کی عورتوں کی تربیت اِس اُصول پر ہوتی تھی کہ وہ توانا شہریوں کی مائیں بنیں جو اسپارٹا کے لیے کارآمد ہوں - لیسباس میں ایک سے زیادہ شادی کا بھی رواج نہ تھا ؛ اور کہا جاسکتا ہے کہ مصر قدیم کی عورتوں کی طرح لیسباس کی عورتیں بھی آزاد اور فطری زندگی بسر کرتی تھیں -

سیفو کی بعض نظموں سے جو اُس نے اپنے بھائی لاریکس (Larichus)

کو مخاطب کر کے لکھی ھیں پتا چلتا ھے کہ اُس کا خاندان ذی وجاھت اور با وقار تھا اور عمرانی اجتماعوں یا قومی تہواروں کے موقعے پر لاریکس پیالہ بردار بنایا جاتا تھا - ایتھنیز (Aethenes) کے بیان سے معلوم ھوتا ھے کہ یہ خدمت کسی خوبصورت اور ذی عزت خاندان کے نوجوان ھی کو سپرد کی جاتی تھی ؛ اور بعد کی تاریخوں سے یہ بھی ثابت ھے کہ یہ خدمت دو سال تک سیفو کے خاندان میں رھی - سیفو کی اِن نظموں سے خود سیفو کا اِن تقریبوں میں شریک ھونا بھی ثابت ھے -

سوئیڈاس (Suïdas) کے قول کے مطابق سیفو نے ایک نہایت دولتمند شخص مسمی کرکیلاس (Kerkylas) سے شادی کی جو انڈروس (Andros) کا باشندہ تھا - اگرچہ بعض مورخین نے اُس کو ایک فرضی واقعہ کہا ھے لیکن اُن کی دلیلیں نہایت بےبنیاد ھیں -

سیفو کی زندگی کے دو واقعے مسلم اور یقینی ھیں - ایک تو اُس کے بھائی کراکسس (Charaxus) کا ھے جو سیفو کے اخلاق کے ضمن میں بیان ھوگا - دوسرا سیفو کے نقل وطن کا واقعہ ھے - لیکن اُس کا یہ نقل وطن اختیاری فعل تھا یا اِس کے خلاف ' اِس کی تصدیق نہیں ھو سکی - اُس کے ترک وطن کی شہادت ایک رخامی کتبے سے ملتی ھے ' اور اگر ایڈمنڈس (Edmonds) کا قیاس ھے کہ یہ سنہ ۵۹۸ قبل مسیح کا واقعہ ھے تو ھائنس (Heius) کا خیال ھے کہ وہ سیفو کی نوجوانی کا زمانہ تھا - اِس کتبے کے مسخ شدہ الفاظ اگر پڑھے جاتے تو زیادہ روشنی پڑ سکتی تھی - لیکن ایڈمنڈس نے مسخ شدہ الفاظ سے قیاس کیا ھے کہ یہ سیفو کا دوسری بار نقل وطن تھا - اور یہ ایک امکانی توجیہ ھے -

الکائیس (Alcaeus)' سیفو کا ھمعصر شاعر ھی نہ تھا بلکہ اِن دونوں میں گہری دوستی بھی تھی - اُس کا ایک رقعہ ملا ھے جس کے حاشیے

پر ایک نوٹ ہے - اُس نوٹ کی تصریح ایڈمنڈس نے یہ کی ہے کہ الکائیس نے اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ مستبد مِرسیلاس (Myrsilus) کے خلاف ایک سازش کی تھی جو ناکام رہی اور اُس کی پاداش میں وہ لیسباس کے ایک مقام پائرھا (Pyrrha) میں جلا وطن کیا گیا تھا - اگر اِس پرچے کی خواندگی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے ' تو بالکل قرین عقل ہے کہ سیفو بھی الکائیس کے رفیقوں میں سے ایک ہو ' جو اُس عہد کے مستبد حکمراں کے خلاف اُس سازش میں شریک تھے -

اووِڈ (Ovid) کے ایک مصرعے سے بھی اِس کی تائید ہوتی ہے' جس میں اُس نے دوشیزگان پائرھا (Pyrrha) کا جملہ استعمال کیا ہے - اور یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ پائرھا کے ابتدائی سکوں پر ایک بالکل ویساھی زنانہ چہرہ منقوش ہے جیسا کہ متی‌لین کے سکوں پر ہے - اور متی‌لین کے سکوں کا نقش' متفقہ و مسلمہ طور پر سیفو سے منسوب کیا گیا ہے -

خود سیفو کے ''باقیات صالحات'' میں وطنی سیاست سے متعلق صرف ایک اشارہ ملتا ہے جو متی‌لین کے '' مسولینی '' پیتاکس سے متعلق ہے -

سیفو کا سسلی جانا بھی ثابت ؛ مگر یہ قطعی طے نہ ہو سکا کہ وہ سسلی میں کس مقام پر مقیم رہی - اووِڈ کے ایک لفظ سے وہ مقام مگارا قیاس کیا جا سکتا ہے - لیکن دوسرے قرائن سیراکیوس (Cyracuse) کی تائید کرتے ہیں - اور چونکہ سیراکیوس سسلی کا سب سے بڑا شہر تھا ' یہی قرینہ زیادہ قابل قبول ہے - بعد کے زمانے میں سیراکیوس کے ٹاؤن ہال میں سیفو کا ایک مفتخر مجسمہ بھی نمایاں طور پر نصب تھا - بہر حال سسلی میں سیفو کا قیام زیادہ مدت کے لیے نہ تھا - وہ ہمیشہ لیسباس اور متی‌لین ہی میں مقیم رہی - لیکن یہ بالکل ممکن ہے کہ

اُس نے اپنے زمانے میں ایشیا کے مشہور مقامات کی خاص کر سیراکیوس اور فوکئیا (Phocaea) کی سیاحت کی ہو -

ماحول

الکائیس، سیفو کے زمانے میں، ایک نامور شاعر تھا ؛ اور سیفو سے عمر میں بھی زیادہ تھا - اگرچہ لوسیان، ایک محقق کے بیان کے مطابق، لیسباس کے لیے الکائیس کے مقابلے میں، سیفو زیادہ قابل فخر و قدر تھی - لوسیان نے سیفو کا ذکر تیلیسلا (Telesilla) اور فلسفی تھیانو (Theano) کے ساتھ کیا ھے -

جس طرح کسی نہ کسی نوع سے تمام شاعر اپنے ماحول کی پیداوار ہوتے ھیں ، سیفو بھی اپنے عہد اور حوالی کا نتیجہ تھی - وہ اپنے زمانے کے رجحانات اور مطامح کی زبان تھی -

جزیرۂ لیسباس اُس زمانے میں بحر "ایجئین کا موتی" کہا جاتا تھا : اور مناظر کے حسن، آب و ہوا کی خوبی ، شادابی اور زرخیزی کے لیے مشہور تھا - شراب اور انجیر، جیسے لیسباس کے ہوتے تھے اور کہیں کے نہ ہوتے تھے - اور اگر ہومر کا انتخاب کچھ معنے رکھتا ھے تو دوشیزگان لیسباس کا حسن و جمال دنیا کے لیے مثال تھا - حسینان لیسباس اپنے فن رقص کے لیے مشہور تھیں ؛ اور اِسی بنا پر لیسباس کا دوسرا نام "ناچ بھومی" پڑ گیا تھا -

ایک قدیم مصنف نے سیفو کو "گیسو درازانِ لیسباس کا فخر" لکھا ھے - لیسباس میں ھیرا (Hera) کی قربان‌گاہ پر حسن کے مقابلے ہوا کرتے تھے - یونانی موسیقی کا موجد ترپینڈر اور عدیم‌المثال بربط نواز ایریان ، اِن دونوں کا وطن لیسباس ھی تھا - یعنی لیسباس اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر مستحق تھا کہ "دسویں میوز" کا بھی وطن وھی ہو - فلاطون نے کتنے پیارے انداز میں کہا ھے کہ :—

" بعض نا سمجھ اب تک میوزوں کی تعداد نو ہی
مان رہے ہیں ؛ اُنھیں معلوم نہیں کہ لیسباس میں
دسویں میوز نے جنم لیا ہے ! "

یونان قدیم کی فطانت و ذہانت اِس بات پر قانع نہیں ہو سکتی تھی کہ کسی بات کو اختیار کیا جائے اور نقطۂ عروج تک نہ پہنچایا جائے - کیونکہ یونانیوں کی حِس خوش ذوقی ہر بات اور ہر چیز کو مکمل ترین صورت میں دیکھنا چاہتی تھی - چنانچہ اُس عہد کی عورت بھی ہر اُس فن میں جو دونوں جنسوں میں مشترک تھا ' کمال کے درجے پر پہنچنا چاہتی تھی؛ اور کسی وقت اپنے آپ کو "نا جنس" بنانے پر راضی نہ تھی -

مشغلہ

سیفو کی بچی ابھی کمسن ہی تھی کہ اُس کا شوہر مر گیا - اور اگرچہ کسب معاش کے لیے عورت کا کوئی فن یا پیشہ اختیار کرنا ایک پرانا طریقہ تھا ؛ لیکن سیفو نے پہلی تاریخی مثال بہم پہنچائی - اُس نے ایک قسم کی اکیڈیمی قائم کی تھی جہاں لڑکیوں کو شعر و موسیقی اور رقص و نغمہ یا دوسرے لفظوں میں ذہنی و جسمانی حسن و رعنائی کی تربیت دی جاتی اور شائستگی سکھائی جاتی تھی - اور اکیڈیمی کی تحریک شاید اِس واقعے سے ہوئی ہو کہ دیوتاؤں کی تقریبوں پر جلوس کے ساتھ رقص و نغمہ کا اہتمام سیفو ہی کے سپرد کیا جاتا تھا - کسی نا معلوم شاعر نے اِس منظر کو یوں بیان کیا ہے :—

" نرم نگاہوں والی ہیرا دیوی کے اعزاز میں دوشیزگان
لیسباس گوناگوں نزاکتوں سے ' دل آویز اور سحر خیال
رقص کرتی ہوئی مقدس اور پرشان قربان گاہ کی
طرف جا رہی ہیں ؛ اور پر عقیدت رقاصاؤں کے اِس

جمگھٹے میں سیفو اپنے زرّیں بربط پر عقیدت کا نغمہ
شروع کرتی ہے ! اِس مسرور رقص کی مسرت میں
سیفو' نہیں بلکہ خود کالیوپی (Calliopi) رقصاں ہے! "

مس پیٹرک کا خیال ہے کہ سیفو اور اُس کی شاگردوں نے افرودائٹ کی پرستش کے لیے ایک مذہبی دائرہ بنا لیا تھا - سیفو کی یہ اکیڈیمی کہلاتی بھی " میوزوں کے دلدادوں کا دائرہ " تھی - اور ایک تربیت‌گاہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ادبی کلب کا درجہ بھی رکھتی تھی -

سیفو ہی کے ایک ٹکڑے سے ظاہر ہے کہ جس مکان میں وہ مسند شعر کی ملکہ تھی ' اُس نے انتقال بھی وہیں کیا -

کلام و مرتبہ

شکسپیر کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد مردوں میں ہومر برترین شاعر ہے ؛ مگر سیفو بغیر استثنا عورتوں میں برترین شاعرہ ہے - عجیب بات ہے کہ ہومر اور سیفو نہ صرف کمال فن کے اعتبار سے شعرائے عالم کے سرخیل ہیں بلکہ قدامت کے لحاظ سے بھی ہیں - اور اِس پہلو سے اُن کے کمال فن کا کماحقہ اندازہ نہیں کیا جاسکتا-

ہومر اور سیفو کی شاعرانہ حیثیت کا اندازہ کرنے میں معلوم ہوتا ہے کہ پس‌آئند نسلوں نے ہومر کے ساتھ بہتر سلوک روا رکھا - اور اگرچہ ہومر کئی صدی قدیم تر تھا ' مگر اُس کا تقریباً سارا کلام اِس وقت بھی دنیا کی ملکیت ہے - مگر اِسی کے ساتھ ہومر کی زندگی کے متعلق کسی کو کچھ معلوم نہیں - سیفو کا معاملہ اِس کے بالکل برعکس ہے - سیفو کے اشعار کے کچھ اجزا فراہم کیے جا سکے ہیں جن کا قلیل ہونا نہایت قلق انگیز ہے - لیکن اُس کی ذات کے متعلق بہت کافی معلومات حاصل ہو گئی ہیں - اور سیفو کی شخصیت کے متعلق یہ معلومات صرف قدیم تصانیف کے اشاروں یا حوالوں ہی سے حاصل نہیں ہوئیں بلکہ خود سیفو

کے کلام سے بھی مستنبط ہوتی ہیں -

یونان کے فن موسیقی کا صاحب تصنیف ارسٹوکسینس بتاتا ہے کہ الکائیس اور سیفو کی دوستی اِس درجے پر تھی کہ ایک دوسرے کو اپنی تصنیف دکھا لیتا تھا - سوئیڈاس کے قول کے مطابق سیفو کا کلام نو جلدوں میں محفوظ تھا - اور ورجل کے شارح سرویئس کا بیان ہے کہ سیفو کے " شادیانے " یا " نغمات عروسی " کی ایک پوری جلد مدون ہوئی تھی - یہ بھی قیاس کیا گیا ہے کہ سکندر اعظم کے زمانے میں سیفو کے کلام کے دو ایڈیشن متداول تھے : ایک موضوع کی ترتیب کے مطابق جو تیسری صدی عیسوی کے مشہور نحوی ارسٹوفنیز نے مرتب کیا تھا اور دوسرا بحروں کی ترتیب کے اعتبار سے دوسرے مشہور نحوی ارسٹارکس کے ہاتھوں مدون ہوا تھا - اِس دوسرے ایڈیشن کو اگرچہ متعدد تبصرہ نگاروں نے قبول کیا ہے ' مگر وہ بوجوہ نا قابل اعتبار ہے -

ایک بڑے گلدان پر ایک مرقع میں سیفو کو اپنے اشعار سناتے دکھایا گیا ہے اور اُس سے قیاس کیا جاتا ہے کہ سیفو نے اپنے دیوان خود مرتب یا شائع کیے - مگر ہوریس کی مثال کے ہوتے ہوئے ایسی ترتیب ناممکن سی بات معلوم ہوتی ہے -

بہر حال سیفو کے اِس مختصر باقیات میں بھی اِتنا مسالا موجود ہے ' جس سے سیفو کی ذات اور زندگی کے متعلق ایک صحیح عندیہ قائم کیا جا سکتا ہے ؛ اور اُس کی شخصیت کے متعلق واقعی معلومات حاصل ہوسکتی ہیں ؛ اور اُس کی فطنت کا معیار بھی بخوبی قایم ہوسکتا ہے -

اِس وقت تک کلام سیفو کے جتنے ٹکڑے اور پارے دستیاب ہوئے ہیں ' وہ نمبروں کی ترتیب سے معروف ہیں ؛ اور امکانی حد تک ذیل کی

تقسیموں میں آتے ہیں :—

نمبر ۱ سے ۴ تک خاص حالتوں کے بیان پر مشتمل ہیں -
" ۵ سے ۳۲ تک سیفو کے ادارے اور معاشری زندگی سے متعلق ہیں -
" ۳۳ سے ۵۵ تک نمبر ۵۱ کو چھوڑ کر خود سیفو کی ذات سے متعلق ہیں -
" ۵۶ سے ۶۰ تک شاعرانہ تعلّی کے انداز میں ہیں جن کے اندر اُس نے ایک شاعرہ کی حیثیت سے حیات جاوید پانے کا دعویٰ کیا ہے -
" ۶۱ سے ۷۰ تک فلسفۂ زندگی کی طرف اشارہ کرتے ہیں -
" ۷۱ سے ۸۷ تک بشمول نمبر ۵۱ قدرتی مناظر کی حسن‌کاری ہے -
" ۸۸ سے ۱۱۷ تک دیوتاؤں کی توصیف و مدح میں ہیں -
" ۱۱۸ سے ۱۵۱ تک (Epithalamia) عام طور سے "شادیانے" ہیں -
" ۱۵۲ سے ۱۷۳ تک کسی خاص موضوع سے متعلق نہیں ہیں -

اِن پاروں کے علاوہ سیفو کے اشعار کے مفرد الفاظ بھی دستیاب ہوئے ہیں جو ایک فرہنگ کی صورت میں محفوظ کر دیے گئے ہیں - پارے نمبر ۱۲۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کا پہلا مجموعہ ۱۳۲۰ سطروں کا تھا - اُس کے بالمقابل ہوریس کی چار جلدوں میں کل تین ہزار سطریں ہیں اور سب سے زیادہ ضخیم جلد میں ایک ہزار ہیں - اِس سے بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ سیفو کا پہلا دیوان جس میں اُس کا وہ کل کلام تھا جو اُس نے اپنی خاص بحر "سیفوئی" (Saphoic) میں لکھا تھا باقی جلدوں سے زیادہ ضخامت کا ہوگا - بہر حال سیفو کے مجموعی کلام کا اندازہ آٹھ ہزار اشعار تک ہوا ہے -

لیکن اِس کل میں سے بمشکل پانچ سو سطروں کا مسالا اور تقریباً دو هزار الفاظ اِس وقت دنیا کی ملکیت هیں - اُس میں ایسے بھی الفاظ هیں جو مسخ هوگئے اور پڑھنے میں نہیں آتے هیں - اور اکثر الفاظ میں جوڑ اور پیوند لگا کر قیاسی مفہوم پیدا کیا گیا ھے -

غرض ' یہ بات حتمی نہیں هو سکی کہ سیفو کا کلام جمع کیونکر هوا اور شائع کس صورت میں هوا - اور یہ بھی معلوم نہیں هوسکا کہ سیفو نے اگر اپنا کلام شائع کیا تو وہ کس زمانے میں هوا تھا - البتہ اِس پر یقین کیا جا سکتا ھے کہ اُس کے کلام کا بیشتر حصہ سیفو کے دوستوں اور اُس کے ''مشکوے سروش'' میں باریاب هونے والیوں یعنی اُس کی شاگردوں کے ذریعے سے محفوظ رها هوگا - کیونکہ سیفو جس بزم شعر و نغمہ کی زینت مسند تھی اُس میں شریک هونے والیاں سیفو کی شاگردی پر مفتخر تھیں- اور اُس کی محبت اور احترام میں ایک ایک لفظ یاد رکھا گیا هوگا-

سیفو کے مجموعۂ اشعار کا ایک سرے سے فنا هو جانا در اصل نہایت اعلیٰ و پاکیزہ خزانۂ ادب کا ضائع هو جانا اور ناقابل تلافی اور ماتم انگیز نقصان ھے ! سرسری نظر میں اِس نقصان کو ادبی ذوق کے عام زوال سے منسوب کیا جا سکتا ھے - لیکن اُس کی تعبیر یہ بھی هو سکتی ھے کہ سیفو جس زبان اور انداز میں شاعری کرتی تھی وہ گونہ نامانوس تھا - لیکن اِس نقصان عظیم کا اصل سبب کلیسا کی متعصبانہ دشمنی تھی - اِس بات کی اگرچہ کوئی قطعی شہادت موجود نہیں ' لیکن اِس عام روایت کو سرے سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ سیفو کے دیوان' منتظمین کلیسا کے حکم امتناعی کی زد میں آگئے تھے -

راهب تیشین (Tatian) ' کئی سو سال پہلے ' سیفو کے کلام کو سختی کے ساتھ مردود کر چکا تھا - اگرچہ یہ بھی یقینی نہیں کہ اُس کی

راے سیفو کے کلام کے مطالعے پر مبنی تھی -

سنہ ۱۵۵۰ع میں کارڈن (Cardon) کی روایت ایک حد تک الکیونیاس (Alcionius) کے اِس بیان کی تائید کرتی ھے کہ اُس نے اپنے بچپن میں بازنطینی دور کے فرمانروایان کلیسا کے ھاتھوں یونانی شعراے قدیم کے کلام کا نذر آتش کر دیا جانا سنا تھا - اور اُس ذکر میں کارڈن نے خاص طور پر سیفو اور دیگر شاعروں کے نام لیے ھیں - اِس کے علاوہ اسکالیگر (Scaliger) کا قول ھے کہ گریگری ھفتم کے عہد میں سیفو اور دوسرے غنائی شعرا کا کلام جلایا گیا - چنانچہ یہ تو یقینی طور پر سمجھا جا سکتا ھے کہ سیفو کا کلام کلیسائی تفوق کے زمانے میں ممنوع قرار پایا - لیکن جلانے کے سوال میں یہ چیز ھمیشہ سامنے آئے گی کہ پھر پٹرونیس اور ماریٹال وغیرہ کا مبتذل ذخیرۂ شعر کس طرح بچ رھا ' اور نیک عمل زاھدوں اور راھبوں کو اُس کی نقلیں کرنے دی گئیں ؟

باقیات سیفو کے ذرائع حصول

تعصب و جہالت کے ھات سے جھپٹ لینے اور زمانے کی مزید دستبرد سے بچالینے کےلیے علماے فن نے نسلاً بعد نسل ' پیہم کاوشیں کی ھیں کہ ادب پارینہ میں سیفو کے کلام کا جو جز اور پارہ مل سکے محفوظ کر لیا جائے - اِس وقت تک تقریباً اَسّی محققین نے اِس عظیم کام کی انجام دھی میں اپنی زندگیاں صرف کر دی ھیں - سیفو کے بہت سے لفظ اور چند اشعار یا پوری نظمیں دستیاب کی ھیں - اور اِن حاصل شدہ جواھر میں وہ اجزا بھی شامل ھیں جن کی سند کوئی نہیں مگر جو زبان ' طرز ' اور موضوع کے اعتبار سے سیفو کے ھو سکتے ھیں -

گزشتہ سالوں میں مصر میں سیفو کے کلام کی جو حیرتناک دریافت ھوئی اُس سے پہلے تک سیفو کی صرف دو پوری نظمیں معلوم

تھیں - ایک اُس کا مشہور افرودویت کا قصیدہ (Ode) اور دوسری اُس سے زیادہ مشہور نظم جو سیفو نے اپنی ایک محبوب شاگرد کے نام لکھی مگر عنوان قائم نہیں کیا تھا ؛ اور اب وہ پارہ ۴ سے پہچانی جاتی ہے ؛ اور جس کے دھکتے ہوئے الفاظ اور طوفانی تخیلات محبت کے جذبے کی شدتوں سے مملو ہیں !

لیکن مصر میں کوڑے کے اندر سے متعدد اشعار ' ایک مثنوی کا معتدبہ حصہ ' مسودے کی صورت میں ہات لگ گیا ؛ جو برلن اور لندن میں محفوظ ہے - لیکن ظلم بالاے ظلم یہ تھا کہ اِن مسودوں کو مالکوں نے گھوڑے پر پھینکتے ہوئے پھاڑ بھی دیا تھا ! اِس لیے مسودوں کو بامعنی صورت دینے کے لیے اکثر جگہہ قیاس اور پیوند سے کام لینا پڑا - لیکن اِس کے باوجود اِس دریافت میں جتنا کلام ملا خاص کر پارہ ۸ اور ۱۷ (عجائب خانۂ برلن) نے سیفو کے کمال وصناعت شعری کے متعلق دنیا کے علم میں عجیب و غریب اضافہ کیا ہے -

ڈاکٹر گرینفیل اور ڈاکٹر ھنٹ جو '' قرطاس '' کی پندرھویں جلد کے مدوّن ہیں ' اُنھوں نے اُس میں سیفو کے چھوٹے چھوٹے جملے اور اُس کی زندگی کے متعلق کئی کئی سطریں بھی درج کی ہیں - یہ اگر مکمل دستیاب ھوتیں تو بےانتہا قابل قدر چیز ھوتی - سیفو کے متعلق اِن سطروں میں کمیلیاں (Chamaeleon) کا حوالہ آیا ہے ' جو چوتھی صدی قبل مسیح کا ایک نحوی و فلسفی تھا اور جس نے سیفو پر بھی ایک مقالہ سپرد قلم کیا تھا - گمان ھوتا ہے کہ سیفو کے اِس سوانح نگار نے جس کی یہ چند سطریں ہیں کمیلیاں کے اُس مقالے سے استفادہ کیا ہے- اِن دو ڈاکٹروں کے قبضے میں ابھی اور بھی اجزا ہیں' اور ممکن ہے کہ اُن کا مفہوم متعین ھوجانے کے بعد سیفو کے متعلق ھمارے علم میں کچھ اور اضافہ ھو -

اِن کے علاوہ جن کی بدولت سیفو کی دو نظمیں (۲ و ۳) آنے والی نسلوں تک پہنچیں ' اور مصری آثار کی تفتیش کرنے والوں کے علاوہ ' آج کی علمی دنیا اتھینیئس (Athenaeus) کی سب سے زیادہ ممنون ہے جو تیسری صدی قبل مسیح میں تھا ؛ اور جس نے اپنی کتاب میں وہ موضوعات اور مباحث جمع کر دیے جو اُس کے وقت میں ذہین صحبتوں ' علمی مجالس اور ادبی دعوتوں میں گفتگو میں آتے رہتے تھے -

اِن سب کے علاوہ جن قدیم مصنفین کی تحریروں میں سیفو کے کلام کے قابل قدر اجزا ملتے ہیں یا اُس کے کلام پر تبصرہ کیا گیا ہے اُن میں حکیم ارسطو ' فصیح‌بیان ڈیمیٹریاس ' پلوتارک ' میکسی‌مس ٹائرس ' اور سوفسطائی ارسٹیڈیز وغیرہ ہیں - آخرالذکر کی تصانیف میں سیفو سے متعلق ابھی اور بھی اشارے محفوظ ہیں - کیونکہ اِس کا عزیزترین دوست (جو مارکس آرلیئس کا اتالیق بھی تھا) سیفو کی شاعری پر لکچر دیا کرتا تھا -

کلام سیفو کے مختصر جملے وہ ہیں جو قدیم مصنفین کے یہاں صرفی اعتبار سے مثالاً درج ہوئے ہیں - کیونکہ یہ تصانیف قواعد زبان کے موضوع پر ہیں یا وزن شعر سے بحث کرتی ہیں - یونان قدیم کے علما کی موجودہ تصانیف سے یہ جملے فراہم ہوکر سیفو کی شاعری کے باب میں اگرچہ کوئی وقیع چیز تو پیش نہیں کرتے ؛ مگر جے ای سائمنڈ کے خیال میں سیفو کا ایک ایک لفظ اپنی جگہہ مکمل اور قابل قدر ہے - اِس نوع کی یافت سب سے زیادہ ڈیڈیمس کالسنٹرس (Didymus Chalcenterus) کی تصانیف سے ہوئی ہے -

لاطینی مصنفین میں کیٹولس ' ہوریس اور اووِڈ نے سیفو سے استفادہ کیا ہے - ماریشل نے بھی دو تین جگہہ سیفو کا حوالہ دیا ہے -

کیٹولس کے اندر لاطینی کے مقابلے میں یونانی فطانت زیادہ ہے اِس لیے اُس کی شاعری سیفو سے قریب ہے - سیفو کے اِس مختصر اور بے ربط باقیات کے مطالعے سے پتا چل جاتا ہے کہ کیٹولس نے کہاں کہاں اُس کا تتبع کیا ہے - ایک جگہ اُس نے اپنی محبوبہ کو مخاطب کیا ہے وہ سیفو کا اِتباع نہیں بلکہ ترجمہ معلوم ہوتا ہے - کیٹولس ' سیفو کی فطانت کا قائل اور ماننے والا تھا - ایک جگہ وہ اُسے " کاملِ الفن " کا خطاب دیتا ہے - لیکن سیفو کی پاکبازی میں اُسے بھی شک تھا - ہوریس بھی بعض جگہ اپنی غنائی شاعری میں سیفو سے متأثر نظر آتا ہے ؛ اور بیّن طور سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُس کا بہت احترام کرتا تھا - وہ سیفو کو اپنے محبوب شاعر الکائیس کے ساتھ " مقام مرحومین " میں جگہ دیتا ہے - ہوریس نے ایک جگہ سیفو کی شاعری کے متعلق لفظ Mascula استعمال کیا ہے جسے بدبینوں نے سیفو کی ذات سے منسوب کر دیا - اووِڈ کے یہاں سیفو کے متعلق بہت کچھ ملنے کی اُمید ہو سکتی تھی ' لیکن اُس نام نہاد " مکتوب " کے علاوہ جو سیفو کی طرف سے فاؤن کے نام ہے ' دو ایک جگہ معمولی اشارے ملتے ہیں - اُس کے کلام میں سیفو کا اثر بالکل نہیں پایا جاتا - یہ " مکتوب " یا " نامۂ محبت " بھی قیاساً اووِڈ سے منسوب کیا گیا ہے - اووِڈ نے ایک جگہ سیفو کے متعلق Lacivia کا لفظ استعمال کیا ہے - اِس لفظ کا مفہوم لازماً برا نہیں ہے - اِسی لفظ سے اپولیئس نے بھی سیفو کو یاد کیا ہے مگر وہاں اِس کا صریح مفہوم Sportive یعنی " خوش باش " یا " زندہ دل " نکلتا ہے -

الحاصل ' دوسری صدی عیسوی تک سیفو کا نام اور کلام ' اُس کا رنگ اور مسلک شعری رائج تھا - اور اُس عہد کا آخری شخص جس کے ساتھ سیفو کا نام لیا جا سکتا ہے ' وہ شہنشاہ جولین تھا جو سیفو کے کلام کا

دلدادہ تھا اور اُسے " عجیب و غریب سیفو ! " کہا کرتا تھا -

کلیات سیفو

اب یہ اُمید ہر اِمکان کی حد سے باہر ہے کہ سیفو کا کلیات کبھی دستیاب ہوسکے؛ بجز اِس صورت کے کہ مصر میں کوئی ایسا مخفی مقبرہ دریافت ہو جائے جس کا مدفون خصوصیت کے ساتھ شعر سیفو کا دلدادہ ہو اور اُس کا کلیات ساتھ لے گیا ہو ! یا Herculaneum میں سے کسی شاعر کا کتب خانہ برآمد ہو جائے جس میں سیفو کا کلیات بھی ہو ! یا پھر یہ کہانی حقیقت ثابت ہو کہ دمشق میں فتح کے بعد تمام یونانی زبان کی کتابیں جمع کر کے " قبۃالخزانۃ " میں دفن کر دی گئی تھیں !

سیفو کی مقبولیت

سیفو کی مقبولیت کو دنیا کے کسی ملک اور کسی زمانے کا کوئی شاعر نہیں پہنچتا ؛ کیونکہ دنیا میں کسی شاعر کی تصویر اُس کے ملک کے سکوں پر تھپا نہیں ہوئی - یہ اعزاز اور خصوصیت صرف سیفو کا مقدر تھا -

دوسرا ثبوت سیفو کی عظمت اور مقبولیت کا یہ ہے کہ تین سو سال سے سیفو اور اُس کے کلام کے متعلق جستجو جاری ہے اور برابر مجتہدین فن داد تحقیق و تلاش دے رہے ہیں - سب سے زیادہ مکمل کتاب سنہ ۱۹۰۸ع میں مسٹر وھارٹن (Wharton) نے لکھی جسے سیفو کے باب میں " لفظ آخر " کا درجہ دیا گیا - مگر بیس سال پورے نہ ہونے پائے تھے کہ مسٹر ہینز (Heins) نے ایک جامع‌تر تالیف پیش کر دی -

سیفو کی قدر و منزلت کا اندازہ کرنے کے لیے تیسری حقیقت یہ ہے کہ متعدد یورپی شعرا نے سیفو کے ایک ایک پارے کو لےکر پوری نظمیں لکھی ہیں - دنیا کی تاریخ ادب میں یہ نئی اور نرالی ادبی کاوش ہے اور جرأت و ہمت کا ایک ایسا کارنامہ ہے جو اپنی آپ مثال ہے- کسی شاعر کے خیال

کو اُس کے ایک لفظ یا ٹکڑے سے اُس شاعر ھی کی طرح تخئیل کرنا ، اُسی کے ماحول میں احساس کرنا ، اور اُس کی تخئیل و احساس کو اپنا لینا ، در حقیقت اھرام مصری کو آن واحد میں کھڑا کر دینے کے برابر مشکل کام ھے ! گویا سیفو کے خوابوں کی تعبیر نہیں بیان کی گئی بلکہ اُس کے خواب خود دیکھے گئے ! قطع نظر اِس سے کہ اُن شاعروں کو کس حد تک کامیابی ھوئی یہ مجرد واقعہ کہ سیفو کے ٹکڑے پر سیفو ھی کی زبان و انداز میں نظمیں کہی جائیں اور اُس کا رنگ اور سیرت پیدا کی جائے ایک کار عظیم و عجیب ھے !

علماے یورپ نے تنقید ادب کو کس درجے پر پہنچا دیا اور ادبیات پر کس کس جہت سے نظر ڈالی جاتی ھے ، یہ کوشش اِس بات کی عظمت کو بھی پوری طرح ثابت کر دیتی ھے -

مذکورۂ بالا ثبوت کے علاوہ سیفو کی عظمت اور مقبولیت کے لیے فلاطون کا اُسے " دسویں میوز " کہنا کوئی معمولی داد نہیں -

چھٹی صدی قبل مسیح کے نصف اول کا یہ تاریخی واقعہ ھے جس سے ثابت ھوتا ھے کہ سیفو کے نغمے ارض یونان پر کس طرح چھاگئے تھے- ایک جشن دعوت میں یونان کا مشہور مقنن سولن بھی شریک تھا - سولن کے بھتیجے نے اُس صحبت میں سیفو کے بعض شعر پڑھے - سولن اِن اشعار سے اِس قدر متاثر ھوا کہ اُس نے وہ اشعار اُسی وقت یاد کیے ؛ اور پھر ایک سوال کے جواب میں کہنے لگا کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اور میں اِن اشعار کو یاد کیے بغیر مرنا نہیں چاھتا تھا -

دوسرا تاریخی واقعہ اِس کے دو سال بعد کا ھے : ایکراتیس (Apicratis) کے ڈراما کا ایک کردار فخر کرتا ھے کہ اُسے سیفو کا گیت یاد ھے ! اِس واقعے سے یہ اندازہ ھوجاتا ھے کہ اُس وقت کی سوسائٹی میں

سیفو کے اشعار کا کیا درجہ تھا -

سسرو کے زمانے میں بھی سیفو کے گیت گائے جانا ثابت ھے اور پھر تیسری صدی عیسوی تک کی شہادت ملتی ھے کہ سیفو کے نغمے ذوق و انہماک کے ساتھ گائے جاتے اور اِنسانوں کو وجد میں لاتے تھے -

اِس کے بعد یقینی شہادت تو نہیں مگر ساتویں صدی عیسوی میں بھی سیفو کے نغمات کی مقبولیت کے اشارے ملتے ھیں کہ وہ بالکل محو نہیں ھو گئے تھے - کیونکہ اُس صدی کے نحویوں نے سیفو کے حوالے دیے ھیں -

ایک اور خاص بات سیفو کی عظمت کے ضمن میں یہ ھے کہ ساتویں صدی کے بعد سے سیفو کا نام اور کلام محو ھوکر پندرھویں صدی کے آخر تک کہیں اُس کے متعلق اشارہ نہیں ملتا - لیکن سولھویں صدی میں اُس کی مقبولیت اور عظمت پھر اپنا مستحق مرتبہ پالیتی ھے !

ھومر کی طرح کسی شاعر کا کلام ھمیشہ مقبول و معزز رہ سکتا ھے ؛ غالب کی طرح مردود ھو کر مقبول بھی ھو سکتا ھے ؛ اور نظیر کی طرح متصل مقبول بھی رہ سکتا ھے اور مردود بھی ؛ لیکن یہ خصوصیت تنہا سیفو کو حاصل ھے کہ ایک ھزار سال سے زیادہ مدت تک انتہا درجے پر مقبول رھنے کے بعد اِنسانی حافظے سے یکسر محو ھو جائے اور آتھ صدیوں تک بالکل گمنام رہ کر پھر وھی عظمت و قبولیت حاصل کرلے !

سیفو کا اخلاق و کردار

سیفو کی اخلاقی حالت اور اُس کے کردار کے متعلق دو باتوں نے سخت الجھن اور مغالطہ پیدا کر دیا : ایک تو اُس کا اپنی شاگردوں سے غیر معمولی اظہار محبت کرنا جو اُس کے موجود اشعار میں بھی غالب موضوع ھے ؛ اور خاص کر اُس کی وہ نظم جو سیفو نے اپنی شاگرد اِتھیس کو مخاطب کرکے لکھی ھے جو سیفو کی

اکیڈیمی چھوڑ کر ایڈرومیڈ (Andromede) کے اسکول میں داخل ہو گئی تھی - اور دوسری بات وہ خط ہے جس کو غیر مستند طور پر اووڈ کی تصنیف کہا جاتا ہے، سیفو سے منسوب کیا جاتا ہے کہ اُس نے اپنے محبوب فاؤن (Faon) کو لکھا تھا -

فاؤن کے افسانے کا مسالا اصل میں بعض نحویوں کی تاویلوں کا نتیجہ ہے - سیفو کچھ دن مقام ارسیس میں بھی رہی تھی؛ اور وہاں اُس کی ہم نام ایک ڈیرہ‌دار (Courtizon) بھی رہتی تھی - چنانچہ جب سیفو رسوا کی جانے لگی تو اِن نحویوں میں سے کسی نے اِن داستانوں کو اُس ڈیرہ‌دار سیفو سے منسوب کردیا - یہ خیال شاید اِس لیے پیدا ہوا کہ جس باکمال شاعرہ کے نام اور حوالے سے لوگ اپنے فن صرف و نحو کو معزز اور وقیع بناتے ہیں اُسے رسوائی سے بری ہونا چاہیے -

مگر بعد کے یونانی طربیہ نگاروں نے جو تاریخ ادب میں ایٹک کامیڈین (Attic Comedians) کہے گئے اُن افسانوں کو لےکر متعدد ڈرامے لکھ ڈالے - اور پھر ناموں کی تمیز مٹ کر اُن داستانوں کو اُس ذات سے منسوب سمجھا گیا جو نہایت مشہور تھی -

قدیم زمانے کے جن لوگوں نے سیفو کے نام کو ذلت و رسوائی سے پاک رکھنے کی کوشش کی اُن میں سب سے پہلے فلسفی میکسیمس کا نام آتا ہے - وہ خود بھی اعلیٰ کردار اور شریفانہ اخلاق کا انسان تھا - اور اُس کے خیال میں سیفو کا اپنی شاگرد لڑکیوں سے غیر معمولی محبت کرنا کوئی انہونی بات نہ تھی؛ اور اُس کی یہ محبت اُس محبت سے مماثل تھی جو حکیم سقراط کو اپنے شاگردوں سے تھی - یعنی میکسیمس، سقراط اور سیفو کی محبت کو معصوم سمجھتا تھا - اُس نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ اِن دونوں کی رسوائی کی ذمہ‌دار اُن کی ہمدردانہ فطرتیں تھیں؛ اور کثرت احباب

کے ساتھ اُن کی حسن پرست طبیعتوں کو غلط طور پر سمجھنے کا نتیجہ ! وہ خود سیفو کے کلام سے اُس کے اخلاق و کردار کی بلندی ثابت کرتا اور بتاتا ہے کہ سیفو کا ایک بھائی جو اسکندریہ میں تھا ' ایک ڈیرہ دار دریشا (جس کا تاریخی لقب روڈوپس "Rohdopis" تھا) کی محبت میں خراب و خوار ہوا تو سیفو نے ایک نظم میں اُسے سخت تنبیہ کی -

اُس کے ہم عصر اور مستند شاعر الکائیس نے سیفو کو اِن لفظوں میں مخاطب کیا ہے :—

"بنفشے کی پھول بُننے والی ' مسکراهت سے مٹھاس
برسانے والی ' پاکیزہ سیفو! میں تجھسے کچھ کہنا
چاهتا هوں مگر حجاب کرتا هوں ! "

سیفو نے اِس نظم کا جواب نظم سے دیا :—

"تیری خواهش اگر کوئی عمدہ بات کہنے کی هوتی تو
تیری آنکھوں کو شرم نہ چھو سکتی اور تو جو کچھ
کہنا چاهتا تھا برملا کہہ سکتا ! "

سیفو کی محبت کے اِن افسانوں پر سب سے پہلے ایک جرمن نقاد ویلیکر (Weleker) نے درایت کی نظر ڈالی اور اپنے استدلال سے سیفو کو تمام انسانی اور نسوانی خوبیوں کا مجسمہ قرار دیا - مسٹر میور (Muir) نے اِس سے اختلاف کیا ؛ اور بحث کی گرما گرمی اِتنی بڑھی کہ دونوں حد سے تجاوز کر گئے -

اُس وقت کے ادنیٰ طربیہ نگار شعرا ' سیفو کو ایک آوارہ ' عشرت پرست اور لیسباس کے اوباش حلقے میں اپنی شاعری اور پست اخلاقی کے سبب مقبول ہونے کے رنگ میں پیش کرکے اِن بحثوں کے لیے موضوع پیدا کر گئے ؛ اور اِن بحثوں کا نتیجہ یہ ضرور نکلا کہ سیفو مسلم طور پر اگر

اپنے زمانے کے معیار اخلاق سے بالا تر نہ تھی تو گری ہوئی بھی نہ تھی -

اِس گفتگو کے آخر میں انسائکلوپیڈیا برٹانیکا کے مقالہ‌نگار کا یہ قول نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ھے کہ ''اگر مثلاً اُس خاکے کو سامنے رکھا جائے جو ارسٹوفنیز نے سقراط کا بنا کر پیش کیا تھا تو ہم حق بجانب ہوں گے کہ سیفو کے متعلق اِس ذیل میں جو کچھ کہا گیا ھے اُس تمام کو یکسر ھفوات سمجھیں ''۔

فاؤن کی محبت کا قصہ

مذکورۂ بالا شہادتوں سے سیفو کے کردار کو اُس گندگی سے پاک کیا گیا ھے جو یونانی طربیہ‌نگاروں نے اُس کے سر تھوپی تھی اور جس کی تفصیلات اور دلائل اوپر بیان کیے جا چکے ھیں - اور اِس واقعے سے بھی انکار کیا گیا ھے کہ اُس قصے کی اگر کوئی اصلیت ہوتی تو اُس وقت کے یونانی ادب میں اُس کا ذکر آتا - یہ دلیل بھی دی گئی ھے کہ چونکہ بعض قدیم بیانات میں ایڈونس کو فاؤن کے نام سے یاد کیا گیا ھے اِس لیے یہ فسانہ وینس و اڈونس کے قصے کی یاد تازہ کرنے کے لیے وجود میں آیا -

لیکن اِس تمام تحقیق و تلاش میں جو اِنسانی فکر و جستجو کا تحیرخیز کارنامہ ھے ' ایک بات یکسر نظرانداز کردی گئی ھے - اور وہ سیفو کا انسان اور عورت ہونا ھے - یہ کہا گیا ھے کہ سیفو اُس قوم کے افراد میں تھی جو حسن کے مظاہر کی دیوانی تھی ؛ لیکن یہ کسی نے تسلیم نہیں کیا کہ سیفو کو کسی سے محبت ہوئی—وہ محبت جو دو گوشت پوست کے اِنسانوں میں ہو سکتی ھے - یہ بھی نہیں بتایا جا سکا کہ سیفو کو اپنے شوہر سے محبت تھی - فاؤن کے افسانوں کو قیاسات سے غلط ثابت کیا گیا ھے ؛ کوئی تاریخی ثبوت فراہم نہیں ہو سکا - لیکن اگر دوسرے پہلو سے بھی قیاسات کی شہادت مانی جائے تو خود ایک انگریز نقاد کو تسلیم

ھے کہ یہ افسانہ ' سیفو کی شاعرانہ شخصیت پر چست لباس کی طرح زیب دیتا ھے -

ایک ایسی شاعرہ جس کا ثانی پچیس صدی کا اِرتقا بھی پیدا نہ کر سکے' محبت کیے بغیر اِتنی زبردست مغنیۂ محبت بن جائے ! قیاس قبول نہیں کرتا - شاعر اگر حقیقی ھے تو اُس کے لیے محبت ناگزیر ھے ! پھر ' سیفو کی تو فطرت شعر کے سانچے میں ڈھلی تھی ! اور اُس کے ساتھ نفس اِنسانی کی رمز شناسی ' جذبات کی سچی قدردانی ' راحت و آرام کی زندگی ' یہ سب لوازم مہیا ھوں اور محبت کو دخل نہ ملے ! عقل نہیں مانتی - ایسی سیفو کا کسی کی محبت میں دیوانہ نہ ھو جانا ' اُس کا محبت سے محروم رھنا ' بےشک حیرت انگیز ھو سکتا ھے ! اِس کے برخلاف محبت کرنا اور نراس ھونا جو سچی محبت کا انعام ھے ' اور پھر اُس محبت پر قربان ھو جانا ' سیفو کی ھستی کو ایک شعر نغز بنا دیتا ھے—— محبت کا ایک شاھکار پیش کر دیتا ھے !

سیفو کی ذات سے اِس واقعے کی نسبت نے اُس کی شخصیت میں ایک طلسمی کشش پیدا کردی ھے - جن محققین نے اِس فسانے کو بےاصل ثابت کرنے کے لیے کاوشیں کیں ' کوئی شک نہیں کہ تحقیق کی دنیا میں قابل صد تحسین کام ھے ؛ لیکن شعر و شباب کی دنیا میں تو اِسے شکست طلسم سے تعبیر کیا جائے گا - اور اِس سے اِنکار نہ کیا جا سکے گا کہ اِس سراسر تخئیلی قصے نے بیش بہا ادب پارے پیدا کرا دیے اور اعلیٰ قسم کی نظم و نثر وجود میں آگئی -

حقیقت کچھ بھی ھو ' لیکن سیفو کا یہ " نامۂ محبت " اِس قابل ھے کہ باقی رھے -

سیفو کا محبت نامہ

سچ بتانا ' جب تم نے یہ خط پڑھا تو کیا میری صورت بھی تمھارے ذہن میں آگئی تھی ؟ اور کیا آخر میں نام پڑھنے سے پہلے تم جان گئے تھے کہ خط کس کا ہے ؟

تم کہوگے کہ میرا محبوب مشغلہ تو گیت بُننا ہے ' میں نے یہ نوحہ کیوں لکھا ؟ ہاں ' مگر میری محبت مغموم ہے ـــــ یہ نوحہ ایک مغموم نغمہ ہی تو ہے ! حالانکہ میرے بربط سے آنسوؤں کا گیت نہیں نکلتا ! مگر میں اِس طرح پُھنک رہی ہوں جیسے مکئی کا بھرا پُرا اور تیار کھیت تیز پوروا میں لو دیتا دکھائی دے !

فاؤن ' ایتنا کے کشت زاروں میں پھر رہا ہے اور میرے دل میں ایتنا کی آگ روشن ہے !

میرے بربط کے تار ملے ہوئے ہیں لیکن مجھے کسی گیت کا الہام نہیں ہو رہا ہے ' وہ دماغ جو گیتوں میں بات کرتا ہو خیالات سے خالی ہے!

لیسباس کی دوشیزہ لڑکیاں' ماپرھا کی کنواریاں ' اور میتھمنا کا کنارا اب مجھے نہیں لبھاتے : انکتوریا اور سائڈرو کی میری نظر میں کوئی وقعت نہیں رہ گئی ہے اور نہ اینھیس میں کوئی دلکشی ؛ اور میری وہ محبت جس میں سیکڑوں شریک تھے اور جو میری رسوائی بھی بن گئی اب صرف تمھارا حصہ ہے ـــــ تنہا تمھارا ! تم کتنے خود غرض ہو !

تم خوبصورت ہو ایسے کہ جوانی تم سے چُھلیں کر رہی ہے ؛ اور اے حسن پُرلذت ! تمھاری خوبصورتی اور جوانی میری نظروں کا جال بن گئی ہے ! تم اگر گز اور بیلا اٹھالو تو فیبس[1] (Phoebus) بن جاؤگے ' اور جو ماتھے پر ایک سینگ لگا لو تو باخس[2] (Bacchus) نظر آؤگے ! فیبس نے

1ـــاپالو سورج کا دیوتا - 2ـــ شراب کا دیوتا -

دوشیزۂ کریٹ کی آرزو کی اور باخس نے ڈیفنی کی - لیکن گیت گانا نہ تو کریٹ والی جانتی تھی اور نہ ڈیفنی ! ایسے شیریں نغمے ' یہ مدھر گیت تو میوزوں نے بس سیفو کو سکھائے ھیں جن سے دنیا گونج رھی ھے ! الکائیس بہتر سُر لگا لیتا ھے لیکن اُس کی شہرت برتر نہیں ؛ اگرچہ میرا اور اُس کا وطن ایک ھے ' ساز ایک ھے !

بےمہر فطرت نے مجھے زیبائی نہیں بخشی' لیکن اُس کے بدلے میں روشن و رسا ذھن دیدیا ھے ! میرا جسم و قد مختصر ھے ' لیکن میرا نام زمینوں اور سمندروں سے بڑا ھے : یہی میری قدر و قیمت کا پیمانہ ھے ! میرا روپ رنگ سانولا ھے' پر کالی رنگت والی اینڈرومیڈا[1] (Andromeda)' پرسیوس[2] (Perseus) کی نگاھوں میں گوری تھی ! رنگ‌دار کبوتروں میں سفید کبوتریاں اکثر دیکھی جاتی ھیں اور سیاہ کچھوے کی مادہ سبزہ رنگ ھوتی ھے ! لیکن تمھیں اگر اپنا ھی سا جوڑا چاھیے تو یاد رکھو کبھی نہ پاؤ گے—ایسی کوئی نہ ملی گی ! ھاں' اگر تم مجھے پڑھو گے تو میرا حسن و جمال بڑھ جائے گا ! اور تم کہتے بھی تو تھے کہ تو بس باتیں کرتی رہ !

مجھے یاد ھے کہ جب میں گاتی — کہ محبت کرنے والے ھی گانا جانتے ھیں — گاتی ھوتی ' تو تم میرا منہ چوم لیتے ' مجھے بھی بوسے[3] دیتے تھے ! تم میرے گانے کی تعریف کرتے' میری ھر چیز اور ھر بات سے خوش ھوتے — خاص کر جب محبت تسکین پاتی ! میرا چنچل پن تمھیں بہت بھاتا ' میری چلبلاھٹ تمھاری نظرمیں بہت پیاری ھوتی ! اوہ ! جب ھماری محبت اپنا حق پالیتی تو خواب‌ناک کاھلی میں خستہ و خموش پڑے رھنا ! کس قدر مزہ‌دار گھڑیاں ھوتی تھیں !

1—ایک حسین دوشیزہ جو ستارہ بنا دی گئی -

2—ایک یونانی ھیرو جس نے اینڈرومیڈا کو رھائی دلائی - 3—بوسہ -

مگر یہ نئی فتوحات — سسلی کی لڑکیاں ہو اور تم! اب لیسباس کہاں؟ مگر میں بھی سسلی ہی کی ہوں! اے میگریا کی ماؤ اور لڑکیو! اِس فراری کو پلٹا دو! اِس کی چکنی چُپڑی باتوں میں نہ آنا: میں بھی اِنھیں لفظوں کو سن چکی ہوں!

آئریکس (Eyrx) والی دیوی! میں تو تیری زبان ہوں — میری مدد فرما! میرے باپ کی موت پر جب اُس کی مٹی میرے آنسوؤں سے سے بھیگی تو میں نے چھ ہی بہاریں تو دیکھی تھیں! میرے بھائی نے ایک بیسوا کے پیچھے اپنی دولت اور عزت کھودی اور اب اُسے بری طرح پھر حاصل بھی کرنا چاہتا ہے جس طرح کھوئی تھی؛ اُس نے اپنی بہن سے کھری کھری سنیں - یہ تو میرے ضمیر اور صافگوئی کا تقاضا تھا - اور یہ مصیبتیں نہ ہوتیں تب بھی میری بچی کی فکریں کیا کم تھیں!

لیکن اب، سب سے بڑھکر میرے غموں کا باعث تم ہو! میری ناؤ ہلکی اور مخالف ہوائیں تیز ہیں! اب میرے گیسو پریشان رہتے ہیں اور انگلیاں نگینوں سے خالی! میرا لباس گھٹیا ہے اور میرے سر پر نہ تو سنہری دمک دکھائی دیتی ہے اور نہ اُس میں عربستان کی شبنم مہکتی ہے: میں اچھے لباس اور جواہر سے سجوں تو کس کے خوش کرنے کو؟ میرے جذبات کا دیوتا تو سمندر پار جا براجا ہے!

میرا دل اب اِتنا گداز ہوگیا ہے کہ ایک کانٹا بھی مجھے ہلاک کر دینے کو کافی ہے - میرے جینے کی اب کوئی وجہ اگر ہوسکتی ہے تو بس یہ کہ زندگی بھر محبت کیے جاؤں!

میری پیدائش کے وقت بہنوں نے خیال رکھا تھا کہ میرے کُرتے میں موٹا ڈورا نہ ہو - میری صناعت نے مجھے ایسے سانچے میں ڈھال دیا

کہ تھیلیا [1] (Thalia) کی تعلیم میرے قلب کو متأثر کرتی ہے ! پھر اگر ایک ... [2] گالوں والے نوجوان کی محبت کا روز ظفرمندی مجھے گمراہ کر دے تو اِس میں حیرت کی کیا بات ہے !

سحر کی دیوی ! میں ڈرتی تھی کہ تو اُسے مجھ سے چھین لےگی ؛ اور وہی ہوا !

اے آسمان کے چاند ! اُس کا واسطہ جو سب کا واسطہ ہے ' فاؤن کو کچی نیند میں نہ اُٹھا دینا !

وینس اُسے اپنے رتھ میں بٹھا کر الوپ کر لے گئی ہے ؛ مگر میں ڈرتی ہوں کہ کہیں مریخ اُس کی خوبروئی کو دیکھ پائے ! میٹھا برس ! نہ بالکل جوان نہ بالکل لڑکا ! ہاں ' تیرا سن و سال تو بس ایک جوہر ہے — صرف ایک مسرت ! آ ' او مجسم رعنائی ! میری گود میں آ جا ! تو محبت نہ کر ' میری تو اِتنی ہی اِلتجا ہے کہ مجھے محبت کرنے دے !

میں اگرچہ تمھیں خط لکھ رہی ہوں مگر آنسو ہیں کہ اُمڈے آرہے ہیں : کاغذ کے یہ دھبے دیکھ لو !

لیکن اگر تمھیں جانا ہی تھا تو پیار اخلاص کے ساتھ رخصت ہوتے ! یہ کہتے ہوئے جاتے کہ

" لیسباس والی خیر باد ! "

میرے آنسوؤں کی اور میرے [illegible] [3] کی تم نے قدر نہ جانی ! کاش میں اُس وقت اندازہ کرسکتی کہ مجھے کیا دکھ پہنچنے والا ہے ! تمھاری یاد میرے پاس تو ملامت و ندامت بن گئی ہے ؛ مگر تمھارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جو تمھیں میری یاد دلائے ؛ حالانکہ میں تمھیں چاہتی ہوں !

1— نو میوزوں میں سے ایک جو طربیہ کی دیوی سمجھی جاتی ہے ۔ 2— چکنے ۔ 3— بوسوں ۔

میں نے تم سے کچھ نہیں چاہا— کچھ نہیں ؛ بجز اِس کے کہ میری محبت کو نہ بھلانا ! میرے پیارے ! محبت کی قسم—اور محبت خدا کرے تمہارے پاس رہے— نوؤں میوزوں کی قسم ' جب کسی نے کہا کہ میری تمام خوشیاں اُڑ گئیں تو میری آنکھ سے نہ تو آنسو گرا اور نہ منھ سے ایک حرف نکلا : میری آنکھوں میں آنسو تھا ہی نہیں ' میرے گلے میں آواز تھی ہی نہیں ! میرا سینہ برف کی چٹان تھا ! لیکن جب غم کو زبان ملی تو میں نے چھاتی پیٹ لی ' بال نوچ ڈالے ' اور جان گھلا دینے والے صدمے سے چیخا کی ! بالکل ایسے جیسے اپنے بچے کی چتا کے سامنے ایک ماں کا حال ہو !

میرا بھائی کراکس میرے غم کو دیکھکر ہنستا ہے ' اور میرے صدمے کے سبب کو زیادہ شرمناک بنانے کے لیے کہتا ہے " یہ اِتنا رنج کیوں کرتی ہے ' اِس کی بیٹی تو زندہ ہے ! "

محبت اور ندامت کبھی متفق اور یکجا نہیں ہو سکتے : میرا مجروح ... [2] لوگوں کی نگاہوں کے لیے کھلا ہوا ہے !

میرے خیالات فاؤن کے قبضے میں ہیں اور میرے خوابوں کو دن کی طرح روشن وہی بناتا ہے ! فاؤن ' تم گو مجھ سے دور ہو مگر خوابوں میں میرے پاس رہتے ہو ! مگر نیند سے جتنی خوشی مل سکتی ہے وہ بہت مختصر ' نہایت قلیل ہوتی ہے ! میں اکثر دیکھتی ہوں کہ میرا سر تمہارے بازو پر رکھا ہے ؛ یا میرا ... [3] تمہارا تکیہ ہے—بعض دفعہ یہ اختلاط اِتنا حقیقی ہوتا ہے کہ میرے ہونٹ—میرے سب حواس جاگ پڑتے ہیں ! میں زبان در دہن تمہارے ... [4] کی لذت محسوس کرتی ہوں— ...[5] لینے اور ...[6] دینے ' دونوں قسم کی لذت ! اور پھر محبت کی رسم پوری ہوتی ہے—کتنی میٹھی اور پر لذت ! فاؤن !

1 و 2 و 3—س ی ن ہ ۔ 4—ب و س و ں ۔ 5 و 6—ب و س ہ ۔

تمھارے بغیر محبت کا مزا کیا !

لیکن جب دن اپنی صورت اور سب کچھ دکھانے آجاتا ھے تو میں بڑبڑاتی ھوں کہ میرے خواب اِتنی جلدی ختم ھو گئے ؛ اور میں جنگل میں نکل جاتی ھوں : گویا میری مایوسی و محرومی کا علاج اِس سے ھو جائیگا ! کیونکہ اُس جنگل نے وہ سب کچھ دیکھا ھے جس کا دیکھنا سب کو خوش کر دیتا ھے ! میں پاگلوں کی طرح سر کھولے وھاں پہنچتی ھوں اور کھو کے اندر سیاہ اور کُھردری چٹان لٹکتی دیکھتی ھوں جو اب سے پہلے مصفا مرمر معلوم ھوا کی تھی ! میں اُس کنج میں جاتی ھوں جہاں ھم اکثر سوئے تھے اور جس کے جھونرے ڈالیاں ھمارے اوپر جھکے رھتے تھے ؛ مگر وہ کنج اب اوجڑ معلوم ھوا ؛ کیونکہ جنگل کی رونق اور میرا آقا تو موجود ھی نہ تھا !

وہ سبزہ زار جس پر ھم پڑے رھتے تھے ' جس کے اوپر تمھارے قدموں کے نشان تھے ' میں نے اُس جگہ کو ھات سے چھوا ! آہ ' وہ سبزہ جو کبھی اِتنا پیارا تھا آج میرے آنسوؤں سے سینچا جا رھا تھا -

جھکی ھوئی ڈالیاں آھیں بھر رھی تھیں اور چڑیوں کے چہچہے غائب تھے ! بس ایک غمزدہ بلبل چینخ رھی تھی ؛ اِس لیے کہ اُس کا —شوھر نہیں—محبوب مارا گیا ھے ! بلبل ھاے گل پکارتی ھے اور سیفو ھاے دل !

پھر ' رات آکر اُس کنج کو سلا دیتی ھے - میں اُس بلوریں چشمے پر جاتی ھوں جو دیوتا کا استھان ھے - اُس پر کنول کی ڈالیں جھکی ھوئی تھیں - میں چشمے کے کنارے گھاس پر گر جاتی ھوں تو ایک نمف (Nymph) آکر کہتی ھے :—

" تو اگر محبت کی آنچ نہیں سہار سکتی تو امبریسیا

(Ambracia) کے ساحل پر جا جہاں سے دُمکیان نے چھلانگ ماری اور پائرھا کے دل میں اُس کی محبت پیدا ہو گئی - دُمکیان کو کوئی صدمہ نہ پہنچا اور اُس کا دکھ درد مٹ گیا - تو بھی لوکیڈیا کی چوٹی پر چڑھ جا اور بے خوف جست لگا : تیرے لیے بھی وہی ہوگا ! "

یہ کہا اور وہ آواز اور آواز والی غائب ہو گئی - میں اُٹھی ' آنکھوں سے بڑے بڑے آنسو جھڑنے لگے - میں نے کہا :—

" اچھا نمف ' میں محبت کی دیوانی جاتی ہوں چوٹی پر ' مجھے ہراس بھی نہیں ہے ' جو مقدر ! ہواؤ آؤ ' میرے ہلکے پھلکے جسم کو اُٹھانے میں تمھیں تکلیف نہ ہوگی ! محبت کے فرشتے ! آ اور مجھے اپنے پروں پر اُٹھالے کہ لوکیڈیا کا کنارا میری موت سے بدنام نہ ہو !

میں اپنے بربط کو جو میرے اور فیبس کے لیے مشترک فخر کا باعث تھا ' فیبس پر چڑھاتی ہوں : میرے بربط پر یہ شعر لکھوا دینا :—

' یہ بربط سیفو کا نذرانہ ہے ! وہ جتنا سیفو کے لیے
موزوں تھا اُتنا ہی موزوں تیرے لیے ہے ! "

آہ ؛ مگر او بھاگ جانے والے تو مجھے ایکٹیم کے کنارے جانے پر کیوں مجبور کرتا ہے ؟ تو ہی کیوں نہیں آجاتا کہ لوکیڈیا کی موجوں سے بہتر علاج تو تو ہے ! تو فیبس دیوتا کی طرح ... [1] اور جوانمرد ہے ! اُف ' تو بحری چٹانوں سے زیادہ سنگدل ہے — تو میری موت سے ایک شاندار خطاب حاصل کرنا چاہتا ہے !

ہمارے دونوں کے ...[2] متصل ہونے کی جگہ ' میں لوکیڈیا کی چوٹی پر سے کود رہی ہوں ! فاؤن ' یہ وہی تو ... [3] ہے جسے تم نے ' فطلت کی آگ سے معمور ' کیا تھا !

اے کاش میں گا سکتی ! لیکن غم کی آگ نے میرے دل کو جلا ڈالا '

1— گبھرو (گبرو) - 2— س ی ن ے - 3— س ی ن ہ -

اور میری فطانت و صناعت کو تباہ کر دیا ھے : اب میرے گیتوں میں وہ ھنروری نہیں رھی ' اب میرا بربط چپ ھے — اُس کے تار خموش ھیں!

لیسباس کی بیاھتا اور کنواریو! ایولیا کے گیتوں میں تمھارے نام بڑے پیارے لگتے ھیں؛ لیکن لیسباس کی محبت میرے لیے تو رسوائی لائی! اب تم میرے گیت سننے اکٹھی نہ ھونا! وہ سب کچھ جسے تم سماوی سمجھتی تھیں ' فاؤن کے ساتھ اُڑ گیا! میں — میرے فاؤن — کہنے والی ھی تھی! بد نصیب سیفو! جاؤ ' اور اُسے بلا لاؤ تو پھر میں تمھیں گیت سناؤں گی! میری فطانت کو چمکانے اور ماند کرنے والا تو فاؤن ھے!

اُف ' مگر میری التجائیں کس کام کی! اُس کا دل کب پسیجتا ھے! میری التجائیں تو تیز ھواؤں کے ساتھ بہ جاتی ھیں! او گھونگے! تو ھی میری التجاؤں کو لے جاتا اور اُسے واپس بلا لاتا!

ھاں ' چڑھاوے کے پھل پھول تو لد چکے ھیں ' تو روانہ کیوں نہیں ھوتا؛ اور میرے دل کو کیوں عذاب دیے جارھا ھے؟ اُتھ ' وینس دیوی محبت کرنے والوں کے لیے سمندروں کو ساکن کردیتی اور بادِ مراد چلا دیتی ھے! روانہ ھو جا ' کیوپڈ تیری کشتی کا کھویّا ھے ' وہ اپنے نازک ھاتھوں سے پالیں چڑھائے گا!

لیکن اگر تجھے سیفو سے گریز ھی ھے ' تو اُس سے بے وجہ بھاگتا ھے ' تو نفرت سے لکھی ھوئی ایک سطر بھیج دے تاکہ میں لوکیڈیا کی چوتی پر چڑھ کر قسمت آزماؤں!"

جیسا کہ اوپر کہیں بتایا گیا ھے یہ " محبت نامہ " اووِڈ کا کہا جاتا ھے مگر مستند نہیں ھے - بہر صورت ایک ادب پارہ ھے : اُسے سیفو نے لکھا یا نہیں ' وہ فاؤن کے لیے لکھا گیا یا نہیں ' وہ ایک پارۂ ادب ھے ؛

اور اُس کو وجود میں لانے والی اگر سیفو نہیں تب بھی وہ اُس کے وجود میں آ جانے کا سبب تو ھے !

سیفو کی صناعت شعری

اپنے زمانے میں سیفو بےمثال شاعرہ مانی گئی کہ وہ دنیا کے تمام نغماتی شاعروں میں اعلیٰ ترین مغنیہ ھے ! اور اُسے جذبات انسانی کے گیت گانے والی واحد مغنیہ تسلیم کیا گیا ھے - لیکن سیفو کی شاعری کو ایسا مافوق بنانے دینے والے اسباب کیا ھیں ؟ اِس کے لیے سب سے پہلے اُس کے ھمعصر شعرا اور نقادوں کا جائزہ لینا ضروری ھے - چھ سو سال قبل مسیح جب سیفو نے دنیا سے اپنی عظمت و عزت کا خراج وصول کیا ، اُس وقت یونانی ثقافت (کلچر) کے مرکزوں میں نغماتی شاعری عجیب اور مخصوص طریق پر مقبول تھی - خاص کر Aeolic جزیرے کے لوگوں میں یہ صنف شعر عروج کمال کے آخری نقطے پر پہنچ گئی اور یونان کے ذھین مطالعے کا موضوع اور ذکی دماغوں کا محبوب ترین مشغلہ تھی - اُس کے تکنیک مکمل اور قطعی ، متنوع اور انتہائی ترقی یافتہ صورت میں موجود ھو گئے تھے - اُس کے جزئیات قاعدے میں آ گئے اور منضبط ھو گئے تھے - اور اِس حد بندی کے ساتھ اُس کے اندر جذبات کا خلوص تھا ، فطری ولولہ تھا ، اور تخیل کی آگ روشن ھوتی تھی !

اِن نغمات کی مملکت ، اِن گیتوں کی راجدھانی متی لین تھا ؛ جہاں مقدس قربان گاھوں پر ، مر کے معطر کنجوں میں ، چشموں کی منور روانیوں پر ، لاجوردی سمندر کے کناروں پر ، اور رنگ و بو کے دریا باغوں میں ، حسن اور عشق کی جوان آنچ کو بجتے ھوئے الفاظ میں بلند کیا جاتا تھا - اور زمزمہ و شعر کی اِس دنیا ، فصاحت و ترنم کے اِس عالم ، پر گیتوں کی رانی سیفو کی حکمرانی سب نے مان لی تھی - اُس کے حضور

اِن گانے والوں کا ایک مختصر دربار لگتا تھا ' اُس کے ہم‌عصر نغمہ سرا ' حتیٰ کہ الکائیس بھی سیفو ھی کا گیت گاتے تھے !

سیفو کے ہم‌عصر شعرا نے اُس کی فطانت کا جتنا احترام مد نظر رکھا اُتنا ھی احترام وہ اُس کی شخصیت کا بھی کرتے تھے - اور یہی ایک حقیقت اُس الزام کو رد کرنے کے لیے کافی ھو سکتی ھے جو بعد کے زمانے کے مسخروں نے سیفو کی شہرت پر بٹا لگانے کو لگایا -

شعر و ادب کی دنیا میں عصری داد اور مقبولیت کو اِس لیے زیادہ وزن نہیں دیا جاسکتا کہ اکثر شاعر اپنی زندگی میں نہایت مقبول رھے مگر ایک ھی نسل بعد بھلادیے گئے - اردو شعرا میں داغ کو مثال میں پیش کیا جا سکتا ھے - شعر کی باقی رھنے والی مقبولیت زمانۂ مابعد کی مقبولیت ھے - سیفو کا غیر فانی ھونا اِس سے ظاھر ھے کہ وہ جس قدر محبوب و مقبول اپنے زمانے میں تھی اُتنی ھی باعظمت اور مقبول آج بھی ھے - اور یہی زندہ جاوید ھونا ھے ! اور اگر اِس وقت تک کا ادب کسی حادثے کے باعث یکسر فنا نہیں ھو جاتا تو دعویٰ کیا جاسکتا ھے کہ آنے والی نسلوں کے لیے ممکن نہ ھوگا کہ ادب و شعر کا ذوق بھی رکھیں اور سیفو کو نظر انداز بھی کر دیں !

سیفو کا کمال شعر اِس حقیقت میں چھپا ھے کہ سیفو کے عہد سے لے کر فن انتقاد کی خردہ گیری جتنی زیادہ شدید ھوتی گئی ' سیفو کی شاعری اُتنی ھی زیادہ کامل ثابت ھوتی گئی - دوسری ناقابل انکار حقیقت سیفو کی صناعت کے باب میں یہ ھے کہ اُس کا سرمایۂ شعر ایک ہزار سال تک ھر وقت کی بول چال کا جز رھا ' روزمرہ کے حوالوں میں آتا رھا ' استشہاد کے طور پر مستعمل رھا - خیالات بدلتے رھے ' نقطۂ نظر میں فرق آتا رھا ؛ لیکن سیفو کے اشعار میں فرسودگی پیدا نہ ھوئی '

اُن کی ندرت قائم رهی ' وہ اُسی طرح تازہ و شگفتہ رهے ! فن شعر میں جتنی نزاکتیں پیدا کی گئیں وہ گویا سیفو کے کلام سے هی لےکر پیش کی گئیں ؛ کیونکہ وہ هر زمانے کے نقد پر پورا اترتا رها - شاعر اپنا تفوق سیفو کے اتباع سے ثابت اور نقاد اپنا فن اُس کی سند سے قائم کرتے رهے -

شعر سیفو کا علو اور برتری وہ لوگ تسلیم کر گئے هیں جو یونان قدیم کی فطنت کو آج کل کے نقاد کے مقابلے میں بہتر سمجھ سکتے تھے ؛ اور جن کے ادبی منصب اور رتبے سے آج کا نقاد بھی رو گردانی نہیں کر سکتا -

اِسے موجودہ و آئندہ زمانوں کی خوش بختی سمجھنا چاهیے کہ سیفو کے کلام کے چند نمونے فنا کی دستبرد سے بچ رهے - ورنہ اگر یہ بھی ضائع هو جاتے تو اِس عہد کا نقاد ' یونان قدیم کے نقادوں کے اُن تبصروں کو سمجھ بھی نہ سکتا جو سیفو کے اشعار پر لکھے گئے اور محفوظ تھے - واتس ڈینٹن (Watts Denton) عہد جدید کے ایک انگریز نقاد نے شعر پر ایک مقالہ لکھا هے' اُس کی وہ چند سطریں جو سیفو سے متعلق هیں اِس جگہ نقل کر دینا نامناسب نہ هوگا :—

> ''سیفو سے پہلے ایسے نغمے نہیں گائے گئے تھے ' اور اُس کے بعد بھی انسانی روح نے جذبات کی آگ میں تپ کر ایسی آہ اور کراہ کبھی نہیں کی - فنی اعتبار سے بھی صفائی ' سلاست ' اور اُس شاهانہ ایجاز کلام میں جو کسی صناع کو ملہم غیب بھی شاذ هی سکھاتا هے ' دنیا نے سیفو کا ثانی پیدا نہیں کیا— بلکہ کوئی ایسا بھی نظر نہیں آتا جو سیفو کے مقابلے میں دوسرا درجہ پانے کا بھی مستحق ٹھہرے ! ''

اِس زمانے کے ایک دوسرے نقاد ' جے' اے' سائمنڈ (Symond) نے لیسباس والوں کی اِس خصوصیت کا قصیدہ پڑھا ہے کہ وہ جسمانی حسن اور مناظر قدرت کے پرستار تھے ' اور پھر سیفو کے کلام کی خصوصیتوں کو اجاگر کیا ہے - اُس نے سیفو کی بعض تشبیہات بھی پیش کی ہیں ؛ مثلاً :—

چاند کو "آلھۃالجمال ویندس کی پجارن[1] " کہا ہے -

دوسری جگہ چاند کو "آسمانوں کی دلفریب حکمراں" کہا ہے -

ایک اور مقام پر چاند کو "گلابی انگلیوں والی" اور قربانگاہ پر رقص پرستش کو منور بنانے والی" کہا ہے -

نور سحر کو "سنہری چپلوں والی" کہا ہے -

نخلستان کو "سیب کی شاخوں میں بہنے والے چشمے کے راگ سے نائم و غنودہ" بتایا ہے -

لونگ میں "شہد کی مہک" سونگھی ہے -

"پھولتی جوانیوں سے ہار گندھوائے" ہیں -

رات کو "بہت سے کانوں والی" کہا ہے -

زمین کو "بےگنتی پھول مالاؤں سے سجی ہوئی" کہا ہے -

قمری کے مجسمے کے پروں کو "موت کی خنکی سے نڈھال' دکھایا ہے -

مجیرے کی آواز کو "گرمی موسم کو مسحور کرنے کا منتر" کہا ہے -

جوّ سماء میں ماری پھرتی چڑیا کے حسن کو سراہا ہے -

بلبل کو "سروش بہار" کہا ہے -

سیب کی رنگت کو "میٹھا انفعال کہہ کر اُسے گل‌داؤدی سے متقابل کیا ہے -

---

ا—یونانی زبان میں چاند کے لیے جو لفظ مستعمل ہے وہ گرامر (صرف-نحو) کے لحاظ سے مونث ہے - [ادارہ]

اپنی شاعری کے تار و پود کو ''نیمفون (Nymphs) کے باغ کی آرائش'' کہا ھے -

ایک نو عروس اور اُس کی دوشیزگی کا مکالمہ لکھا ھے -

لاطینی نقاد جو لانگینس کے فرضی نام سے معروف ھے اور جو فن نقد میں نظریۂ ''جلال'' کا موجد ھے' وہ سیفو کے قصیدے پر جو پارہ نمبر ۴ ھے (اِس کا ترجمہ اِنتخاب کلام میں شامل ھے) تنقیدی بحث کرتے ھوئے لکھتا ھے :—

'' ھر چیز کے اندر فطرتاً ' اُس چیز کے جوھر کے ساتھ ساتھ بعض دوسرے عناصر بھی پوشیدہ ھوتے ھیں - اِس لیے لازمی نتیجہ یہ ھونا چاھیے کہ ھمیں کسی چیز کے اھم و مخصوص ترین اجزاے ترکیبی کا انتخاب کرنے میں ' اور اُن کو ایک دوسرے سے مربوط کرکے ایسا بنا دینے کی قوت میں کہ وہ ایک ذی حیات '' کُل '' بن جائے ' جلال کا پہلو نظر آئے - کیونکہ پڑھنے یا سننے والا ایک صورت میں تو انتخاب اجزا سے متأثر ھوتا ھے اور دوسری صورت میں اُن اجزا کے مجتمع ھونے سے متأثر ھوتا ھے - مثالاً سیفو کو لیجیے : وہ ھمیشہ دیوانگی محبت کے جذبے کو اُن علامات سے بھی حاصل کرتی ھے جو اُس کے ساتھ موجود ھوتی ھیں ' اور حقیقت نفس‌الامر سے بھی - لیکن سیفو کی فطنت کا اِظہار اُس کی اِس قوت میں ھے کہ وہ جذبے کے نمایاں پہلو اور شدید ترین رخ انتخاب کر لیتی اور اُنھیں ایک شکل میں متحد کر دیتی ھے '' -

لانگینس اِس نظم کی صراحت کرنے کے بعد لکھتا ھے کہ :—

'' کیا یہ حیرتناک بات نہیں کہ سیفو ' روح ' جسم ' سماعت ' زبان ' آنکھیں اور رنگ ' سب چیزوں کو اِس طرح کہ گویا وہ اُس کے اندر نہیں بلکہ باھر ھیں ' مجتمع کر کے ایک ھی مقصد پر لگا دیتی ھے ؟

اور کس طرح اجتماع ضدین کر سکتی ہے کہ ایک ہی وقت میں برف کی طرح سرد بھی ہے اور انگارے کی طرح گرم بھی؛ صحیح‌الفکر بھی ہے اور مخبوط‌الحواس بھی؛ ہیبت زدہ بھی ہے اور جاں بلب بھی؟ وہ ثابت کر دیتی ہے کہ اِس تحریک میں ایک ہی جذبہ بر سر عمل نہیں بلکہ جذبات کا ہجوم کام کر رہا ہے! یہ خصوصیت محبت کرنے والوں میں اگرچہ مشترک ہوتی ہے، لیکن سیفو کا کمال یہ ہے کہ وہ نہایت خاص پہلو چن کر ایک 'کُل' میں ممزوج کر دیتی ہے''۔

لانگینس کے اِس تجزیے سے نہایت خوبی اور صفائی کے ساتھ ثابت ہو جاتا ہے کہ جذبے کو واقعیتی اور صناعانہ لباس سے آراستہ کر سکنے میں سیفو کی عظمت و جلال مرکوز ہے۔

نحوی ڈایانیسیاس (Dionysius)، سیفو کی اُس نظم پر تبصرہ کرتے ہوئے جو افروڈیٹ کی شان میں ہے (اِس کا ترجمہ بھی کلام کے نمونوں میں شامل ہے) کہتا ہے :—

''غنائی شعرا میں صرف سیفو کی طرز، کمال پر پہنچی معلوم ہوتی ہے........اور اِس نظم کا حسن اور دلکشی، الفاظ کی اطلسی بناوٹ اور مخملی نشست کے اندر ہے: پورا پارہ الفاظ کی ترتیب میں ہم‌جنسی اور حروف کی ہم‌رشتگی سے بُنا گیا ہے۔ پوری نظم میں حروف علت، ثابتہ سے پہلے یا بعد، یا تو ساکن حروف سے مربوط ہیں یا نیم حروف علت (Semi vowels) سے۔ ایسے موقعے شاذ آئے ہیں کہ نیم حروف علت، نیم حروف علت یا ثابتہ سے ٹکرائے ہوں........اور چونکہ ترکیب الفاظ آواز کی موجوں میں انتشار پیدا نہیں کرتی، پورا پارہ نرمی و سلاست کے ساتھ متحرک ہے!''

یونان قدیم کے اکثر نقادوں نے سیفو پر تبصرے لکھے لیکن بجز

تعریف و توصیف اور کچھ نہ لکھ سکے- اِن قدیم تبصرہ نگاروں کی توصیف اِس لیے زیادہ وزن‌دار ہے کہ وہ اپنے ادب کی روایات اور اپنی زبان کی نزاکتوں سے زیادہ واقف تھے -

سیفو کی شاعری کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں جن کی فنی خوبی اور طرز بیان کا حسن پہچاننا تو ہمارے لیے ممکن نہیں ' تاہم خیالات و جذبات سے پورے طور پر ہم شرابور ہو سکتے ہیں !

وینس [1] دیوی کی شان میں :—

مرمریں تخت پر بیٹھنے والی لازوال سائپریس ! خداوند جیوپیٹر کی بیٹی ! تو سب کچھ کر سکتی ہے—میری روح کو بھی غموں سے نجات دے ! کہتے ہیں پچھلے زمانے میں تو اپنے باپ کے سماوی محل سے نکل آتی تھی ! یہ اگر سچ ہے تو سماویٔ ملکہ ! میری التجاؤں پر بھی رحم فرما ! اور اپنے سنہری رتھ کو ایک بار پھر کہکشاں کی سڑک پر دوڑا دے ! تیری محبوب قمریوں کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ سے تاریک دنیا کی ہوائیں پھر ایک دفعہ پاکیزہ بن جائیں !

مقدس دیوی! میں ایک آواز سن رہی ہوں! کیا یہ تیرے غیر فانی لبوں کی صدا ہے ؟ کیا تیرا جلوہ و جمال کی کرنیں پھیلا دینے والا چہرہ مجھ سے میرے غم کا حال پوچھ رہا ہے ؟

دیوی ! میری محبت کی دیوانی روح تجھ سے اور کچھ طلب نہیں کرتی' بس یہ سننا چاہتی ہے

1— ڈایانیسیاس نے اِسی نظم پر تبصرہ کیا ہے -

کہ جو دوشیزہ سیفو کے رنج و الم کا باعث ہے وہ سیفو کے پہلو سے آ لگےگی ! اگر تحفے لینے سے نفرت ہے تو تحفے دینے پر ناز کریگی ؛ وہ اگر شرمیلی اور ... [1] سے گریز کرتی ہے تو خود ... [2] دینے لگے گی !

ملکہ ' ایک دفعہ اور آجا ' اور اپنی اِس پجارن کو غم کے پنجے سے چھڑا دے ! آ اور میری کشت آرزو کو سرسبز بنادے! آ ' اور مجھ پر ہمیشہ مہربانی فرما —میری دوست بن جا !

محبوب لڑکی کے نام [3] :—

وہ جسےتو اپنا مہمان بنالے' جو تیرے روبرو ہو ' قریب بیٹھکر تیری میٹھی میٹھی باتیں سننے میں محو ہو سکے ' تیری ہنسی کے نشے سے مست ہو سکے' دیوتاؤں کا ہمسر ہے !

مگر یہی منظر میرے پہلو میں میرے دل کو لرزا دیتا ہے ! میں تیری صورت پر نظر ڈالتی ہوں تو گونگی ہو جاتی ہوں ' منہ سے بات نہیں نکلتی ! اُس گھڑی ایک شعلہ بھڑک کر میری ہستی پر چھا جاتا ہے : میری آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں ' میرے کان سن نہیں سکتے ' میرے اعضا میں بار بار ایک تھرتھری دوڑ جاتی ہے ' میرے ماتھے پر پسینے کی شبنم افشاں ہو جاتی ہے ؛ میرا رنگ اُڑ جاتا اور میں

1 و 2 —بوسے • 3—اِسی نظم پر لاطینی نقاد لانگینس نے بحث کی ہے -

سفید پڑ جاتی ہوں ، میں دیوانی ہو جاتی ہوں ،
نزع کی طرح میرا دم گھٹنے لگتا ہے !

ایک مجسمۂ شباب و رعنائی جوان کو دیکھ کر کہتی ہے :—

" حسین دوست ! سامنے آ ، میری طرف دیکھ ، اور اپنی آنکھوں میں مستور رعنائی کو عریاں کر دے ! "

ایک پارے میں اپنے اظہار احساس کے ساتھ انسانی فطرت پر طنز بھی کر جاتی ہے :—

" وہ مجھے زیادہ دکھ پہنچاتے ہیں جن کے ساتھ میں اچھا برتاو کرتی ہوں ! "

اپنی میوز (سروش غیبی) کو مخاطب کرنے میں لطیف تعلّی بھی ہے :—

" میری بنفشہ کی بُننے والی میوز ! میں تجھ سے اپنا جائز حصہ مانگتی ہوں ! "

حسن صورت اور حسن سیرت کی تصریح کرتی ہے :—

" جو حسین ہے ، وہ دیکھنے ہی کا حسین ہے ؛ جو نیک ہے وہ حسین پہلے ہے ! "

اپنے شاعرانہ احساس کو اِس طرح بیان کرتی ہے :—

" ساحل پر بکھرے ہوئے بلور کے ٹکڑوں کو چھیڑو مت ، یوں ہی پڑا رہنے دو ! "

حقیقت کی عقدہ کشائی کرتی ہے :—

" مجھے وہ شہد نہیں چاہیے جس کے اندر مہال ہے ! "

جذبات کا نغمہ اِس طرح سناتی ھے :—

" چاند اور ثریا اپنی اپنی جگہ قائم ہو چکے ہیں ،

آدھی رات آ چکی ھے ، وقت جا رہا ھے ،

چلا جا رہا ھے ، اور میں اکیلی پڑی ہوں ! "

ایک شاعرانہ احساس سناتی ھے : —

" نیچے ، سیب کی ڈالیوں کو چومتا ، پانی بہ رہا ھے ،

اوپر کی پتیاں سرسرا کر گہری نیند بہا رہی ہیں ! "

ایک دوسرا :—

" قربان گاہ کے گرد کنواریاں کھڑی ہو گئیں ،

اُن پر ، چودھویں کی چاندنی چھٹک رہی تھی ! "

فطرت محبت اور جذبات کے طوفان کو ایک لفظ میں بند کر لیتی ھے :—

" حسین دوشیزہ جب محبت کرتی ھے ،

تو بہت سے ہار گوندھ ڈالتی ھے ! "

شباب اور عشق کی تصویر کھینچتی ھے :—

" آ ، وینس آ، اور

اِن اپنے اور میرے دوستوں کے لیے ، طلائی کوزوں کو

محبت کی شراب اور لذتوں سے بھر دے ! "

ایک " شادیانے " میں جذبات کو اِس طرح گاتی ھے :—

" نئی دلھن ؛ جس کے سینے میں گلابی محبت کا گھر ھے

اے پافوس کی طرح سندر دلھن !

سہاگ پلنگ طیار ھے ،

جا ، اُس سے مل اور ،

اختلاط کی مٹھاس میں شریک ہو جا -
روشن زہرہ کی کرنیں ہیرا دیوی کی روپہلی چوکی
کو حیران تمناؤں ...... دیکھتے ہوئے '
تیرے دل میں اُسے (شوہر کو) مسند نشین کر دیں گی ! "

شام کے منظر کی کیفیات کو کس نزاکت تخئیل سے پیش کرتی ہے:—
" صبح کی چمک نے جن چیزوں کو دور بھگا دیا تھا '
زہرہ (شام کا ستارہ) تو اُن کو گھر بلا رہی ہے '
تو بھیڑوں اور بچوں کو اِس طرح بلا رہی ہے '
جیسے بچوں کو ماں سینے سے لپٹانے کو بلاتی ہے ! "

اپنی حسرت کو کتنا حسین بنا دیتی ہے :—
" کیا میں ابھی تک کنوارپنے کی آرزو رکھتی ہوں ! "

آرزؤں کی نارسائی کا حسین ترین استعارہ ہے :—
" اے دوشیزہ ! تو اُس شیریں اور سرخ سیب کی مانند ہے
جو سب سے اونچی ڈالی میں '
باغبان کی نگاہ سے پوشیدہ ہے —
نہیں ' چھپا ہوا نہیں بلکہ اُسے ترسا رہا ہے ! "

نو عروس اور اُس کی دوشیزگی میں مکالمہ کراتی ہے :—
نو عروس : تو کہاں گئی ' کہاں چلی گئی ' میری دوشیزگی ؟
دوشیزگی : نوجوان لڑکی ' اب میں تیری نہیں ہو سکتی ' میرا
جانا تو ایک صبح کی خوش آمد ہے ! "

کیفیات شباب کی تصویر یوں بناتی ہے :—
" اور اُن کے بھاری پپوٹوں پر '
رات کی تاریک نیند پڑی لوٹ رہی ہے ! "

ایک گل اندام کی تعریف کرتی ھے :—

" دودھ سے زیادہ سفید '

ریشم سے زیادہ نرم '

گلاب سے زیادہ نازک '

رباب سے زیادہ مترنم '

نرگس سے زیادہ لوچدار '

اور سونے سے بہتر سونا ! "

(ل ' احمد)

کندی کی دوربین

○[از سعید انصاری مدیر ہندستانی]○

کندی کی دوربین پر ، ضرورت کے مطابق اجمالاً پہلے کچھ لکھا گیا تھا - لیکن یہ مضمون بحث و تفصیل چاہتا ہے ؛ اِس لیے ایک مستقل مقالہ پیش ہے -

کندی اور بصریات

دوربین کا نظریہ ، ہندسی بصریات اور طبعی بصریات پر مبنی ہے[1] ؛ اِس لیے ضروری ہے کہ اِس فن میں کندی کے کارناموں کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے - اِس سے دوربین کے امکانات پر بھی روشنی پڑے گی -

کندی نے بصریات پر متعلق اور غیر متعلق ، سب ملاکر (۹) رسالے لکھے ہیں -

۱ — رسالته فی انواع الجواهرالثمینة وغیرها -

۲ — رسالته فی انواع الحجارة -

۳— رسالته فیما یُصبَغ فیعطی لوناً -

۴— رسالته فی عمل المرایا المحرقة -

۵ — رسالته فی سُعار المرآة -

۶ — رسالته فی اختلاف المناظر -

۷ - رسالته فی اختلاف مناظر المرآة -

۱— انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ، ص ۹۰۶ ، ج ۲۱ -

۸—رسالۃ فی تلویح الزجاج -

۹—رسالۃ فی عمل آلۃ یُعرفَ بھا بعُد المعاینات -

اِن میں ۶ رسالے کیمیائی نقطۂ نظر سے ھیں ؛ ابتدائی ۵ اور نمبر ۸- دو ھندسی نقطۂ نظر سے ھیں ؛ نمبر ۶ اور ۷ - ایک ابعادیات کا رسالہ ھے ؛ نمبر ۹ -

پہلے دو رسالے بظاھر ' بصریات سے کوئی تعلق نہیں رکھتے - مگر چونکہ بعض جواھرات سے ' شیشہ کاتنے اور بعض معدنی ظروف میں اُس کو جمانے یعنی سخت کرنے (تصلیب) کا عمل کیا جاتا ھے ' اس لیے وہ رسالے بھی بصریات سے کسی حد تک متعلق ھیں -

چار رسالے خاص شیشے کی صنعت پر ھیں - ایک میں تلوین یعنی رنگنے کا بیان ھے - اِس میں دو طرح کی چیزیں شامل ھیں : (۱) شیشہ رنگنا - (۲) اُن باریک یا بےرنگ عناصر کو رنگنا جو یوں آنکھ سے شناخت نہیں ھو سکتے - ایسے عناصر کا ایک سادہ شیشے کے تکڑے (Slide) پر لیپ کرتے ھیں ؛ پھر اُن کو رنگتے ھیں ! اور خوردبین سے دیکھتے ھیں - اِس طرح اُن کی شناخت ھوتی ھے - ایک رسالے میں آتشیں شیشے مذکور ھیں - ایک آئینے کی آب پر ھے - ایک میں شیشے کی تلویح کا بیان ھے !

دو رسالے بصریات پر ھیں- نمبر ۶ میں اِس علم کی تینوں شاخوں' یعنی طبعی' عضویاتی اور ھندسی بصریات کو مکمل طریقے سے بیان کیا ھے- یہ اپنے فن کی نہایت جامع کتاب ھے - بوئر لکھتا ھے [1] :

Al-kindi dealt very fully with Optics

کندی نے اِس میں اقلیدس ' بانی بصریات کی کتاب کے اغلاط بھی درست کیے ھیں ! نمبر ۷ میں اُس اختلاف کا بیان ھے جو آئینے کے مناظر

1—انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ' ص ۱۰۱۹' ۱۰۲۰' ج ۲ -

میں پیدا ہوتا ہے - اُس کو ہندسی شکلوں سے واضح کیا گیا ہے -

ایک رسالے میں ایک آلے کا ذکر ہے جس سے ''بُعدِ معاینات'' پہچانا جاتا ہے -

اِس تمام تفصیل سے اندازہ ہوا ہوگا کہ کندی نے بصریات کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا ہے ! اِس وقت اِس فن کے جتنے ضروری شعبے ہیں ، اُن سب پر اُس کے رسالے موجود ہیں - ایسی حالت میں اُس کو دوربین کا ایجاد کرلینا کچھ مشکل نہ تھا ! عینک اور دوربین کے شیشے کا سراغ سنہ ۱۲۸۵ع سے یورپ میں چلتا ہے [1] - اُس وقت یورپ ، ترقی کے ابتدائی مدارج میں تھا - اگر ایسے زمانے میں وہاں یہ چیزیں تیار ہوسکتی تھیں ، تو اسلامی تمدن کے عین زمانۂ شباب میں اگر کندی جیسے نادرۂ روزگار نے اہل یورپ سے صرف ۴۵۰ برس پہلے کوئی دوربین تیار کرلی ؛ تو اِس میں تعجب کی کیا بات ہے ! اُس نے تو تنہا ، اِس زمانے کی سائنس کے تمام اہم مسائل کی بنیاد رکھ دی تھی! جیسا کہ اُس کے فلسفے سے معلوم ہوا ہوگا - صرف '' کشش '' کا مسئلہ مجھے اُس کے یہاں نہیں مل سکا ہے -

میرا خیال ہے کہ یورپ میں تیرھویں صدی کے آخر میں عینک اور دوربین کے شیشے کا جو ذکر ملتا ہے ، یہ بھی کندی ہی کی دوربین کے شیشے کا فیض ہوگا ! اگر اُس کی دوربین اِن لوگوں کو نہیں ملی تو کم از کم اُس کا چرچا سنا ہوگا ؛ یا رسالۂ '' تلویح الزجاج '' کے نظریے کی ، کتابوں سے نہیں تو سینہ بہ سینہ ، روایتیں پہنچی ہوں گی - کیونکہ کندی کے ۵۸ رسالے فتنۂ ہلاکو سے قبل بغداد سے نکل کر یورپ میں پھیل چکے تھے - اور اِس طرح کندی ، یورپ میں روشناس ہو چکا تھا !

---

1 — انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ، ص ۹۲۰ ، ج ۱۳ -

دوربین کا میکینزم

دوربین ایک آله هے ' لیکن دو آلوں سے مرکب هوتا هے -

(۱) اسکیل ' یه آله ' فاصلے (بُعْد) پر دلالت کرتا هے - فاصله ' چیزوں کے دیکھنے کے لیے اختیار کیا جاتا هے -

(۲) شیشه ' یه آله چیزوں کو دکھاتا هے -

دوربین کا فریم ایک هوتا هے - اُس کے ایک حصے پر اسکیل اور نلکی کے سروں پر شیشے هوتے هیں -

کندی کی دوربین کی ساخت ' ساده ترین حالت میں هم اِس طرح فرض کر سکتے هیں :—

کسی دهات کی ایک نلکی (Tube) دو تکڑوں میں تقسیم هے - ایک تکڑا بڑا هے ' جس کے اندر دوسرا تکڑا چلا جاتا هے - یه تکڑے ڈهیلے نهیں هیں؛ بلکه ایسے چست هیں که اندر کا تکڑا اوپر کے تکڑے کو هات سے کھسکانے کے بعد باهر نکلتا هے - هر تکڑے میں ایک سرے پر ایک شیشه هے- محدب (Convex) شیشه اوپر هے - یه اپنے فوکس پر کسی دور کے منظر کا عکس ڈالتا هے - مقعر (Concave) شیشه نیچے هے- یه منظر کے عکس کی جسامت کو بڑها دیتا هے - دونوں شیشے ' جسامت میں برابر برابر هیں - یعنی مقعر شیشه چھوٹا نهیں هے - نلکی کے دونوں تکڑوں کے اندر اور باهر آنے سے بُعْد کی ڈگریاں بنتی هیں - لیکن اُن ڈگریوں پر اوپر والی نلکی کا خالی سرا ' هات کی مدد سے پهنچتا هے ؛ یعنی کِھسکایا جاتا هے - اُس کو کوئی ایڈجسٹر (Adjuster) یا پیچ (Screw) نهیں کھسکاتا - ڈگریاں نه تو موهوم هیں ؛ نه چوڑیاں هیں ؛ بلکه اسکیل میں لکھی یا کُھدی هوئی هیں - اسکیل ' مقعر شیشے کی نلکی پر کچھ دور تک بنا هوا هے -

بس یهی دو شیشوں والی دوربین ' کندی کی دوربین تھی -

(۱) اسکیل

آنکھ ' بصری آلے کی حیثیت سے ناقص واقع ہوئی ہے- اجرامِ سماوی جو ہزاروں لاکھوں میل دور واقع ہیں ؛ اُن کا مشاہدہ آنکھ سے نہیں ہوسکتا ! کیونکہ آنکھ کی قوت بہت محدود ہے - چونکہ یہ ستارے اور سیارے "بہت دور" ہونے کی وجہ سے آنکھ سے چھوتے چھوتے دکھائی دیتے ہیں ؛ اور اُن کی ظاہری شکل و صورت اور دیگر حالات کا پتا نہیں چلتا اس لیے اصولاً یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ آنکھ سے کسی ترکیب کے ذریعے سے قریب کر دیے جائیں ' تو آنکھ اُن کا تفصیلی مشاہدہ کر سکتی ہے !

فاصلے کو قریب کر دینے کا تخیل ' اسکیل بنانے کا محرک ہوا ہے ! اسکیل میں وہ فاصلے نہیں ہوتے جو دراصل اِن اجرام سماوی اور زمین کے ناظر کے درمیان موجود ہیں - بلکہ چند فرضی فاصلے ہوتے ہیں ' جن کو ہم قائم کرتے ہیں ! مثلاً ۲۵' ۵۰' ۷۵ ' ۱۰۰ میل کے فاصلے پر ہم چیزوں کو دیکھنا چاہتے ہیں ! ظاہر ہے کہ ایک سیارہ جو ہم سے ایک لاکھ میل کی دوری (بُعد) پر واقع ہے ' اگر پچاس میل کی دوری پر کسی ترکیب سے آجائے تو ہم آنکھ سے اُس کا بہت تفصیلی مشاہدہ کر سکتے ہیں -

کندی نے کسی ایک بُعد (یا بُعد کی کسی ایک ڈگری) پر معاینات کو دکھلانے کے لیے ایک اسکیل بنایا تھا؛ جس پر بُعد کی ڈگریاں نقش یا لکھی ہوئی تھیں- اُس کو دیکھ کر جس بُعد (یا بُعد کی ڈگری) پر منظور ہوتا ' نلکی کا اوپر والا حصہ ' ہاتھ سے کھسکا دیا جاتا - بُعد کی اُسی

ڈگری سے معاینات کا نظارہ ہو جاتا تھا! اِس کی مثال میں ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سنہ ۱۸۷۵ع کی پیرس والی دوربین میں ۳۰ فرسخ کے فاصلے پر چاند نظر آتا تھا - حالانکہ چاند، زمین سے دو لاکھ چالیس ہزار میل کے بُعد پر ہے - چاند اُس میں کتنا صاف نظر آتا ہوگا؟ اِس کے لیے اِسی قدر جان لینا کافی ہے کہ اِس دوربین میں مرئیات کا قطر، مجرد آنکھ کے نظارے کے بالمقابل، "۲۴" سو گنا بڑھ جاتا تھا [1] -

کندی کے جس اسکیل سے "بُعد معاینات" یا بُعد کی کوئی ڈگری، دیکھ کر پہچانی جاتی تھی، اُس کا نام یہ تھا: "رسالتہ فی عمل آلتہ یعرف بہا بعد المعاینات" - اِس کا کام "معاینات" کو دکھلانا نہ تھا - بلکہ "بُعد معاینات" کو دکھلانا تھا؛ تاکہ اُسی بُعد پر معاینات کسی ترکیب سے دیکھے جائیں!

اسکیل میں بُعد کی چند ڈگریاں رکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ اُن کو گھٹا بڑھا کر ایک ہی چیز کو تفصیل اور اجمال کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں!

چونکہ اسکیل میں بُعد کی ڈگریاں باریک لکھی ہوئی یا نقش ہوں گی جن کو پڑھتے، نیز بُعد کے گھٹاتے بڑھاتے یعنی نلکی کے اوپری حصے کو ہاتھ سے کھسکاتے، وقت اسکیل کو غور سے بار بار دیکھنا پڑتا ہوگا؛ اس لیے بُعد کے علم کی اِس صورت کو "معرفت" کے لفظ سے ادا کیا گیا؛ جو اِس تمام کیفیت پر حاوی ہے! چونکہ ایک وقت میں، معاینات کو دیکھنے کے لیے بُعد کی کوئی ایک ڈگری اختیار کی جاتی تھی اس لیے واحد لفظ "بُعد" کہا گیا! جس کے معنے "a distance" کے ہیں - اُس کی جمع "ابعاد" استعمال نہیں کی گئی! حالانکہ معاینات جمع ہے؛ اُن کے ابعاد

1—دائرۃ المعارف بستانی: دائرۃ المعارف القرن الرابع عشر (العشرین) از محمد فرید وجدی، ص ۶۸۰، ج ۲ -

ہو سکتے ہیں ؛ بُعد نہیں ہو سکتا - ابعادیات کے اور رسالوں میں ایسی صورت میں ''ابعاد'' کا لفظ آیا ہے ؛ مثلاً : ابعاد مسافات الاقالیم ' ابعاد الاجرام ' ابعاد قلل الجبال ! چونکہ اسکیل پر بہت سے بُعد (یا بُعد کی ڈگریاں) بنی ہوئی تھیں اس لیے ''بُعد واحد'' نہیں کہا گیا - اُس کے معنے ''one distance'' کے ہیں - اُس سے یہ معلوم ہوتا کہ محض ایک بُعد (مثلاً ۵۰ میل) پر معاینات کا نظارہ ہو سکتا ہے - اِس سے کم یا زیادہ پر نہیں ہو سکتا !

وجہ تسمیہ پر دوبارہ نظر

اِس آلے (اسکیل) کی وجہ تسمیہ پر دوبارہ غور کیجیے ! اِس میں تین لفظ ہیں : معرفت ' بُعد ' معاینات - اب تینوں کو الگ الگ سنیے :—

معرفت | معرفت اور علم تقریباً ہم‌معنی ہیں - البتہ اُن کے حدود میں اختلاف ہے - لسان العرب میں ہے [1] :

العرفان العلم - قال ابن سیدہ و ینفصلان بتحدید لا یلیق بهذا المکان -	عرفان ' علم ہے - ابن سیدہ نے کہا '' اور اِن دونوں میں باہم فرق ہے '' جس کا بیان کرنا اِس جگہ مناسب نہیں -

ابن سیدہ نے ''المخصص'' میں اِن حدود کو یوں واضح کیا ہے [2] :—

سُمّی العلم علماً لانہ من العلامۃ و هی الدِلالۃ و الامارۃ - (ص ۲۹)	علم کو علم اِس لیے کہتے ہیں کہ وہ علامت سے نکلا ہے جس کے معنے بتانا اور نشان کے ہیں -
عرفان الشیء ' خلاف الجهل بہ.... معارف الشیء وجوهہ التی تَعرفہ	کسی چیز کے عرفان کا مطلب یہ

1—لسان العرب ' ص ۴۰ ' ج ۱۱ - 2—المخصص ' ص ۲۸—۳۰ ' ج ۳ -

بها کمعارف الارض، واحدها مَعرِف -
و قول الهذلی

متکورین علی المعارف بینهم
ضرب کتعطاط المزاد الاثجل

یعنی وجوههم ، و ذلک لان المعرفة
انما تقع بها و بالنظرالیها - و امرأة
حسنة المعارف، ای محاسن الوجه -
و العِلم، نقیض الجهل ......(ص ۲۸)
و مما هو ضربٌ من العلم قولهم
الیقین و لا ینعکس ، فنقول کل
یقینٍ علم و لیس کل علم یقیناً -
و ذلک ان الیقین علم یُحَصّل بعد
استدلال و نظر لغموض المعلوم
المنظور فیه ؛ او لاشکال ذلک علی
الناظر - علی [1] - و لذلک قالت
الاوائل ان الیقین هو العلم الثانی ،
ای انه لا یُعلَم و لایُدرَک عن بدیهة
و لکنه بعد بذل الوُسع فی التعقّب
و إنعام النظر و التصفّح - قال - و
یُقوّی ذلک قوله تعالی وَکَذٰلِکَ نُرِی
إِبْرَاهِیمَ مَلَکُوتَ السَّمَاوَاتِ وَ الْاَرْضِ
وَلِیَکُونَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ - ثم ذکر بعد

ہے کہ اُس سے ناواقفیت نہیں ہے
.....معارف کسی چیز کی وہ صورتیں
ہیں جن سے تم اُس کو پہچانتے ہو،
جیسے زمین کے معارف - اِس کا
واحد معرف ہے - ہذلی کہتا ہے
......اِس میں اُس نے معارف سے
چہرے مراد لیے ہیں ؛ کیونکہ
معرفت اُنہیں سے اور اُنہیں کو
دیکھ کر ہوتی ہے - امرأة حسنة
المعارف سے مراد چہرے کے محاسن
والی عورت ہے - اور علم کا مطلب
جہل کا اُلٹا ہے......علم کی ایک
قسم لوگوں نے یقین کو قرار دیا ہے
لیکن اِس کا اُلٹا نہیں ہے - تو ہر
یقین ، علم ہے ؛ لیکن ہر علم، یقین
نہیں - وجہ یہ ہے کہ یقین وہ علم
ہے جو استدلال اور نظر کے بعد حاصل
ہو ، کیونکہ جس چیز کو جانا اور
دیکھا جا رہا ہے وہ غامض ہے ؛ یا
دیکھنے والے کو اُس کا دیکھنا مشکل
معلوم ہو رہا ہے - ......اِسی بنا پر
اگلوں نے کہا ہے کہ یقین دوسرا علم

---

۱ — یعنی ابن سیدہ -

ما كان من نظره و استدلاله - و لذٰلك لم يجز ان يُوصَف القديمُ سبحانه به' لانه لا يُوصَل الى طبقة التَيقّن الا بعد التطرّق اليها بالتأمل و التصفّح و المقابلة بين معاقد الرأى و مقاصده - و اللّٰه تعالى لا يلحقه ذٰلك - فليس كل علم يقيناً لان من المعلومات ما يُعلَم من غير ان يَعترِض فيه توقف او موضع نظر - على - يعنى نحو ما يُعلَم ببدائه العقول و الحواسّ كالقضايا المنقسمة الى اربعة اقسام و هى المعقول كقولنا العقل مُدرِك لما أُعمِل فيه - و المحسوس كقولنا الشمس طالعة او غاربة - و المشهور كقولنا ان شكر المُنعِم حسن و كفره قبيح ؛ و ان بر الوالدين لازم - و المقبـول وهى القضية التى توخذ عن واحدٍ ثقةٍ مرتضًى او جماعةٍ ثقاتٍ مُرتَضَين - فهٰذا كله من المقدمات التى حصلت فى النفس من غير بحث و لا قياس- قال ابو على - و يؤكد ما ذكرنا من ذٰلك قول رؤبة

هوتا ہے ؛ یعنی اُس کا علم و ادراک بداهتاً نہیں ہوتا بلکہ دوبارہ تدبر و نظر' خوب دیکھ بھال اور چھان بین میں کوشش صرف کرنے کے بعد ہوتا ہے ......اور اُس کی تائید اللّٰہ تعالیٰ کے اِس قول سے ہوتی ہے - اور اِسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت و عظمت دکھائی اور تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں ہو- اِس کے بعد حضرت ابراہیم کی نظر اور استدلال کا ذکر کیا ہے ! اِسی لیے یہ جائز نہیں کہ یقین کے ساتھ خدا کو متصف کیا جائے - کیونکہ یقین کے درجے تک پہنچنا اُسی وقت ممکن ہے جب بار بار غور اور چھان بین کی جائے' اور رائے کے عقدوں اور مقصدوں میں مقابلہ کر لیا جائے - اور اللّٰہ تعالیٰ کو اِس کی ضرورت نہیں - پس ہر علم یقین نہیں ہے - کیونکہ بعض چیزیں بلا انتظار و غور معلوم ہو جاتی ہیں - ......مثلاً جو چیزیں بداهتاً عقل اور حواس سے معلوم ہوتی ہیں جیسے

یا دار عفراء و دار البَخْدَنِ
اما جزاء العارف المُسْتَیْقِنِ
....

فوصْفُه العارفَ بالمستیقن یُقَوّی انه غیره - و مما یُبیّن ذلک ما نراه فی اشعارهم من توقفهم عند وقوفهم فی الدیار لطول العهد و تعفی الرسوم و دروسها ، حتی یُثبِتوها بالتأمل لها و الا ستدلال علیها - کقوله

وقفتُ بها من بعد عشرین حِجّةً
فلأیاً عرفتُ الدار بعد توهم

و قال

توهمت آیات لها فعرفتها

و قال

ام هل عرفت الدار بعد توهم ؟

قال محمد بن السری ، قالوا فی قوله ' بعد توهم ' توهمت الشیء انکرته - و عند التباس الشیء و اشکاله یُفزَعَ الی النظر و یُرجَع الی الدلیل - و کذٰلک قول رؤبة

آما جزاء العارف المُسْتَیْقِن

ای المتوقّف المتبیّن لآثارکِ و رسومکِ الی ان یُثبِتَکِ -

قضایا کی چاروں قسمیں معقول... محسوس... مشهور... مقبول... تو یه سب اُن مقدمات میں هیں جو نفس میں بلا بحث و قیاس حاصل هوتے هیں - ابو علی کا قول هے که جو کچھ یه مذکور هوا اِس کی تائید رؤبة کے مصرع سے هوتی هے : اما جزاء العارف المستیقن - اِس میں عارف کی صفت مستیقن لانے سے ثابت هوتا هے که عارف ، مستیقن کے علاوہ کوئی صفت هے - اِس کی زیادہ توضیح کلام عرب سے هوتی هے - اشعار سے پتا چلتا هے که وہ (شعرا) دیار محبوب میں تھہرنے کے وقت زمانه گزر جانے اور نشانات مٹ جانے کی وجه سے اُن دیار کو پهچاننے میں توقف کرتے هیں ، یهاں تک که تأمل اور اِستدلال کے ذریعے سے اُن کو ثابت کرتے هیں - (اِس کے بعد چند اشعار هیں) - محمد بن السری نے " بعد توهم " کا مطلب یه بتایا هے که توهمت الشیء اُس وقت بولتے هیں جب کسی چیز کو

پہچان نہ سکیں - اور جب کسی چیز میں التباس و اِشکال (شبہہ) ہوتا ہے تو نظر کرنے اور دلیل لانے کی ضرورت ہوتی ہے - اِسی طرح رؤبۃ کا مصرع ہے (جو اوپر نقل ہوا ہے) - عارف مستیقن کا مطلب یہ ہے کہ جو ٹھہرنے والا ہے اِس لیے کہ تیرے (محبوب) نشانات کا پتا چلائے یہاں تک کہ تجھ کو ثابت کردے -

اِس زمانے کی ایک تصنیف " فرائد اللغۃ " میں معرفت اور علم کا فرق اِس طرح بیان کیا گیا ہے[1] :—

قیل المعرفۃ ادراک البسائط و الجزئیات - و العلم ادراک المرکبات و الکلیات - و من ثَمّ یقال : عرفت اللّٰہ ولا یقال علمتہ- "و المعرفۃمسبوقۃ بنسیان حاصل بعدالعلم- بخلاف العلم- و لذٰلک یسمیٰ الحق تعالیٰ بالعالم دون العارف - " قالہ الجرجانی - فالمعرفۃ تقال فیما لا تعرف الّا کونہ موجوداً فقط - و العلم اصلہ ' و یقال فیما یعرف وجودہ و جنسہ و علّتہ و کیفیتہ - فالمعرفۃ تقال فیما یتوصل

کہا گیا ہے کہ معرفت بسیط اور جزئی چیزوں کے ادراک کو کہتے ہیں اور علم مرکب اور کلی اشیا کے ادراک کو - اِسی جگہ سے یوں بولتے ہیں عرفت اللہ ؛ علمت اللّٰہ نہیں کہتے - " علم حاصل ہونے کے بعد جب بُھلا دیا جائے اور پھر حاصل کیا جائے تو یہ معرفت ہے - حالانکہ علم ایسا نہیں ہوتا ' اِسی لیے خدا کو عالم کہتے ہیں ' عارف نہیں " - (کیونکہ وہ جانی ہوئی چیزوں کو

1—فرائداللغۃ ' ص ۲۱۸ ' ج ۱ -

اليه بتفكر و تدبر - و العلم قد يقال
فی ذٰلک و فی غیرہ - و العلم يقال
فی ما یُحصل عليه بغير واسطة - و
العرفان فيما يحصل عليه بواسطة
الكسب - و لذا قيل ان اللّٰه عالم
المعارف - و العرفان قد تستعمل
(!) فيما يدرک آثارہ و لا يدرک
ذاته - و العلم فيما يدرک ذاته -

بھولنے کے بعد پھر نہیں جانتا -
بلکہ شروع سے جانتا ہے - اور بھولتا
نہیں ہے -) یہ جرجانی کا قول ہے -
جس چیز کا فقط موجود ہونا معلوم
ہو تو یہ معرفت ہے - علم اِس کی
اصل ہے اُس میں کسی چیز کا
وجود ، جنس ، علت، کیفیت سب
معلوم ہونا چاہیے - جب چیزوں
کو تفکر اور تدبر سے معلوم کیا جائے
تو یہ معرفت ہے - اور علم میں
تفکر و تدبر کبھی ہوتا ہے اور کبھی
نہیں ہوتا - جو چیزیں بلا واسطہ
معلوم ہو جائیں تو یہ علم ہے - جو
چیزیں اکتساب کے ذریعے سے حاصل
ہوں تو یہ عرفان ہے - اِسی لیے
خدا کو عالم‌المعارف کہتے ہیں -
عرفان بعض اوقات ایسی چیزوں کے
لیے بھی استعمال ہوتا ہے جن کے
نشانات کا پتا چلتا ہو اور ذات کا
پتا نہ چلتا ہو - اور علم کا اُن چیزوں
کے لیے اطلاق ہوتا ہے جن کی ذات
کا پتا چلتا ہو -

اِن قولوں میں کہیں تباین کی نسبت ہے ؛ کہیں عموم و خصوص

مطلق کی ؛ اور کہیں عموم و خصوص من وجہ کی ! یہ ائمۂ لغت کے اقوال ہیں - باقی علم و معرفت کے نحوی یا منطقی معنے ؛ تصوف میں اُن کے اصطلاحی معنے ؛ پھر قاضی ابوبکر باقلانی ' امام ابوالحسن اشعری ' استاذ ابن فورک ' امام رازی اور معتزلہ کے متکلمین نے اُن کے درمیان جو فرق کیا ہے ' اُس کے بیان کا یہ موقع نہیں !

" معرفت " کی گزشتہ ۹ تعریفوں میں ' ابن سیدہ کی تعریف بہت واضح ہے - اُس کی تائید ' اشعارِ عرب سے ہوتی ہے - اُس کی بنیاد " نظر " کے غور و فکر یعنی " تأمل " پر ہے - محبوب کے مکان کے کھنڈر دھندلے سے باقی رہ گئے ہیں - اُن پر برسوں کے بعد عاشق کا گزر ہوتا ہے - وہ مکان کو پہچان نہیں سکتا - اِس التباس اور اِشکال کی حالت میں وہ ایک ایک چیز کو دیکھتا ہے - اور دلیلیں تلاش کرتا ہے - جب اِس طرح وہ مطمئن ہو جاتا ہے تو یہ راے قائم ہو جاتی ہے کہ یہی محبوب کا مکان ہے ! علم کی اِس مجموعی کیفیت کو " معرفت " کہتے ہیں ! اِس کا درجہ " یقین " سے پہلے ہے - اِسی لیے ایک شاعر نے عارف کی صفت مستیقن بیان کی ہے - اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ عرفان ' یقین کے علاوہ کوئی چیز ہے ! (جو اُس سے پہلے بھی ہے) -

بُعد | بُعد کی تعریف یہ ہے[1] :—

فی عرف العلماء ہو امتداد بین الشیئین لا اقصر منه ای لا یوجد بینهما اقصر من ذٰلک الامتداد ' سواء وجد مساویاً لذٰلک الامتداد کما فی بعد المرکز من المحیط او	علما کے عرف میں بُعد دو چیزوں کے درمیان ایسا خط ہے جس سے کم نہ ہو سکے یعنی اُن کے درمیان اُس سے چھوٹا خط نہ کھینچا جا سکے - چاہے اُس کے برابر خط کھنچ سکے

1 — کشف اصطلاحات الفنون ' ص ۱۱۵ ' ج ۱ -

زائداً علیہ کما فی غیرہ - | جیسا کہ محیط سے مرکز کے بُعد میں ہوتا ہے - یا اُس سے بڑا جیسا کہ اور چیزوں میں ہوتا ہے -

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں بُعد کی یہ تعریف لکھی ہے[1] -

"The length is a straight line between two objects, or the interval in time between two periods or events."

دوسری تعریف نظریۂ " اضافیت " کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے ؛ جس نے مکان-زمان کی واحد کائنات تسلیم کی ہے !

بُعدِ مطلق کا تصور یا قیاس نہیں کیا جا سکتا - بُعد اضافی چیز ہے ! وہ ہمیشہ دو چیزوں کے درمیان پہچانا یا تاڑا جا سکتا ہے - ہم کو اشیاء خارجی کا احساس دو طرح سے ہوتا ہے ؛ ایک قوتِ باصرہ کے ذریعے سے، دوسرے قوت لامسہ کے ذریعے سے ! نظر سے بُعد کا صحیح تصور قائم نہیں ہوتا ؛ یعنی صرف دیکھنے سے ہم کسی چیز کا صحیح مقام معلوم نہیں کر سکتے - کسی چیز کا مقام متعین کرنے کے لیے ہم اُسے انگلیوں سے چھوتے ہیں - اب اگر چیز رسائی کے اندر ہے ، تو ہم چھونے کے لیے ہاتھ پھیلاتے ہیں - ہاتھ کی حرکت کے عمل سے بُعد کا خیال قائم ہوتا ہے - اگر چیز رسائی کے باہر ہے تو ہم اُس کو محض آنکھ سے دیکھتے ہیں اور اُس کا بُعد حساب لگا کر معلوم کرتے ہیں !

معاینات | معاینات معاین کی جمع ہے - اِس کا مادہ عین ہے - عین آنکھ کو بھی کہتے ہیں ! معاینات وہ چیزیں ہیں جو آنکھ سے دکھائی دیتی ہیں - انگریزی میں اِس کا ترجمہ "visible" ہوگا - معاینات ، مبصرات اور مرئیات ، مرادف الفاظ ہیں - مبصرات ،

1—انسائیکلوپیڈیا ، س ۴۲۶ ، ج ۷ -

بصر سے نکلا ھے - '' بصر '' قوتِ بینائی کو کہتے ھیں ؛ جس کا قدرتی آلہ آنکھ ھے ! مرئیات ' رؤیت سے مشتق ھے ' جو آنکھ کا کام ھے -

اب تینوں لفظوں کو ملاؤ ! بُعد معاینات کی معرفت کا یہ مطلب ھے کہ جو چیزیں ھم کو دکھائی دیتی ھیں اُن کا طوٗل یا صحیح مقام ' ھم آنکھ کے ذریعے سے ' تأمل کر کے معلوم کریں - معاینات کے بغیر بُعد کا تصور نہیں ھو سکتا ! اور بُعد کی معرفت نظر سے تأمل کر کے ھوتی ھے ! لیکن دقت یہ ھے کہ جو چیزیں ھماری دسترس سے باھر ھیں ' مثلاً اجرامِ فلکی ' اُن کا بُعد ھم آنکھ سے بالکل نہیں دیکھ سکتے ؛ کیونکہ نظر سے اُن کے بُعد کا کوئی صحیح تصور قائم ھی نہیں ھو سکتا ! دوسری دقت یہ ھے کہ ایسا کوئی آلہ ایجاد نہیں ھوا ھے جو معاینات بعیدہ کے طول کا کوئی صحیح تصور قائم کرا سکے - اور شائد ایسا ھونا ممکن بھی نہیں ھے! کیونکہ خود آنکھ میں جب ایسی قوت نہیں ھے تو پھر اُس کے مدد کرنے والے آلے میں یہ قوت کہاں سے آ سکتی ھے ؟

اِسی لیے کندی نے اجرام کا فاصلہ ' حسابی طریقوں سے معلوم کیا تھا - وہ '' بُعد پیما '' کے میٹر سے آسمان کے نقشوں یا ذات‌الحلق میں اجرام کا فاصلہ ناپتا ھوگا ' اور اُن کا شعاع کی رفتار یا دوسرے طریقوں سے حساب لگاتا ھوگا ! آج کل آسمان کے حصے کر کے اُن کا الگ الگ فوٹو لیتے ھیں - پھر تمام فوٹو یکجا کر کے اُن کا ایک فوٹو لیتے ھیں - اِس فوٹو میں جو فاصلہ سیاروں اور ستاروں کے درمیان نظر آتا ھے اُس کو '' بُعد پیما '' سے ناپ کر حساب لگاتے ھیں ! چونکہ معایناتِ بعیدہ (اجرام وغیرہ) کا بُعد استخراج کے ذریعے سے (یعنی حسابات لگا کر) معلوم ھوتا ھے ' اور نظر سے اُس کا معلوم ھونا ممکن نہیں ھے ' اِس لیے ضرورت ھے کہ ''بُعد'' کے لفظ پر مکرر غور کیا جائے! یہاں بُعد کے شائد کوئی اور معنے ھیں !

بُعد نہ کہ ابعاد !

تمام معاینات ، خواہ وہ قریب ہوں یا بعید ، اُن کا ایسا بُعد جو ہم کو " نظر سے تأمل کر کے ٹھیک معلوم ہو جائے " وہ بُعد تو نہیں ہو سکتا جو ناظر اور منظر کے درمیان واقعی طور پر موجود ہے ! کیونکہ وہ کسی طرح مشاہدے سے صحیح طور پر نہیں معلوم ہو سکتا ! البتہ وہ ایسا بُعد ہو سکتا ہے جو چیزوں کے دیکھنے کے لیے ہم خود فرض کر لیں ! ہم بُعد کی ڈگریاں کسی آلے پر قائم کر لیں اور اُس آلے سے معاینات کو دیکھیں ! یہ بُعد بالکل ہمارے بس کا ہے - اِس کو ہم ہر وقت آلے پر دیکھ سکتے ہیں - اور اُس کی ڈگریوں پر تأمل کی نظر بھی ڈال سکتے ہیں ؛ کیونکہ بُعد کے گھٹانے بڑھانے میں اُس کی ڈگریوں کو بار بار دیکھنا بھی پڑے گا اگر وہ کسی اسکیل پر لکھی یا کُھدی ہوئی ہوں ! اِس بُعد کی معرفت کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم اجرام وغیرہ کے درمیان جو باہم حقیقی فاصلہ ہے اُس کو معلوم کرلیں ؛ بلکہ اُس کی غرض یہ ہے کہ دُور کے اجرام کو اپنے آلے کے مفروضہ اور منقوش بُعدوں پر کسی ترکیب سے نزدیک لا کر دیکھیں ؛ تاکہ دُور کی چیزیں ، نزدیک ہو کر صاف نظر آئیں !

دوربین کا نظریہ ، خاص اِس بُعد کے خیال پر قائم ہوا تھا !

یہاں یہ کہنا درست نہیں کہ اِس بُعد سے مراد وہ بُعد ہو سکتا ہے جو ناظر اور منظر یا زمین اور منظر کے درمیان موجود ہے ! کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آلے کے نام میں "من‌الارض" وغیرہ کی قید ضرور لگائی جاتی ! کندی کا ایک رسالہ ہے جس میں چاند کے مرکز اور زمین کے درمیانی بُعد کا بیان ہے ، اُس کا نام یہ ہے : "رسالة فی استخراج بُعد مرکز القمر من الارض" ! اِسی طور پر اسکیل کا نام یوں ہو سکتا تھا : "رسالة فی عمل آلة یعرف بها بُعد المعاینات من الارض" !

کندی نے اسکیل کو آلہ اس لیے کہا کہ اُسی پر دوربین کا نظریہ مبنی ہے - دوربین کا مقصد وہ خاص فاصلہ (بُعد) ہے جو ہمارا مقرر کیا ہوا ہے ' اور جس پر ہم معاینات کو دیکھنا چاہتے ہیں ! چونکہ معاینات کے دیکھنے میں شیشے سے پہلے ' بنیادی تخیل فاصلے (بُعد) کا ہے ' اِس لیے کندی نے اُس شے کو جس پر یہ فاصلہ (بُعد کی ڈگریاں) نقش ہوتا ہے ' آلہ کہا - اور سچ مچ وہ آلہ ہے بھی ! چونکہ معاینات کے دکھلانے والے شیشے' اِسی آلے (اسکیل) کے فریم کے دونوں سِروں میں لگے رہتے ہیں اِس لیے کندی نے " تلویح الزجاج " والے رسالے کے نام میں شیشے کو آلہ نہیں کہا ؛ کیونکہ وہ پہلے آلے کا تابع ہے ؛ گو خود بھی بداهتاً آلہ ہے - ولا مشاحۃ فی الاصطلاح !

دوربین کے نام میں معاینات کے دکھانے کی رعایت صرف فارسی میں ہے ! دوربین کا مطلب یہ ہے کہ جو دوٗر کی چیز دکھائے ! نہ کہ دوٗری دکھائے - عربی بلکہ خود یونانی نام (تلسکوپ) میں یہ رعایت نہیں ہے ! تلسکوپ دو لفظوں سے مرکب ہے : تیل " بعید " اور سِکوپیو " اختبر "- تیل سکوپ " اختبرالبعید " ! اختبار ' دیکھنے کو نہیں کہتے ! بلکہ تجربہ کرنے (to experience) اور تجربے کے ذریعے سے جاننے (to know by trial) کو کہتے ہیں ! عربی میں چند الفاظ ہیں - کندی نے " یعرف بہا " کہا ہے - معرفت کے معنے اوپر گزر چکے - کندی کے بعد نیریزی نے " یتبین فیہا " کا لفظ استعمال کیا ہے[1] - ایک اور لفظ " یقاس بہا " بھی بُعد کے لیے صحیح ہے - اِس وقت دوربین کے لیے چار لفظ مستعمل ہیں : نِظَارۃالبعد ' مرقب ' نَظّارۃ ' منظارِ مُقَرِّب - نِظارۃ ' فراست اور حذق کو کہتے ہیں - مرقب ' رقب النجم سے بنایا ہے -

---

1- الفہرست' ص ۳۸۹ -

اِن دونوں لفظوں سے تاڑنے کا مفہوم نکلتا ھے ؛ دیکھنے کا نہیں - نَظّارہ البتہ مبالغے کا صیغہ ھے اور نظر سے مشتق ھے - منظار مقرب ' دوربین کا مقصد اور کیفیت بھی بتاتا ھے ' یعنی وہ آلہ جو چیزوں کو قریب کر کے دکھائے !

اِس سے ظاھر ھوا ھوگا کہ دوربین کے لیے '' ینظر '' وغیرہ کی ضرورت نہیں ھے- جس نے جو لفظ استعمال کیا ھے' کسی خاص مقصد کو پیش نظر رکھ کر ٹھیک استعمال کیا ھے ! علاوہ بریں ' اسکیل کے لیے اِس لفظ کی ضرورت اس لیے اور بھی نہیں ھے کہ اولاً تو اُس پر کندہ بُعد کی ڈگریوں کی معرفت ' نظر کے علاوہ کسی دوسرے حاسے سے ھو ھی نہیں سکتی ' جیسا کہ اوپر گزرا ؛ ثانیاً یہ کہ اِس میں وہ جامعیت نہیں ھے جو ''معرفت'' کے لفظ میں ھے - اگر شیشے کا بیان ھوتا تو البتہ یہ لفظ ضروری ھو جاتا !

---

(۲) شیشہ

سیارے اور ستارے، دراصل تو ہمارے قریب نہیں آ سکتے ؛ لیکن اُن کا عکس لے کر اور پھر اُس کو بڑھا کر ہم قریب سے اُن کو دیکھ سکتے ہیں - اور اِس طرح اُن کا تفصیلی مطالعہ بھی ہو سکتا ہے ! یہ خیال دوربین کے دوسرے آلے یعنی شیشے کی ایجاد کا باعث ہوا -

شیشہ ایک شفاف ، سخت ، جھنکار والا ، بے رنگ اور جِلا قبول کرنے والا جسم ہے - یہ روشنی کو بہت بڑی قوت سے توڑتا ہے ؛ اور اگر اِس کو ایک طرف سے کسی معدنی رقیق تہ یا کثیف چمکدار طلا (مثلاً قلعی) سے ڈھانک دیا جائے تو یہ روشنی کا پورا عکس لے لیتا ہے !

شیشہ سازی کی صنعت نہایت قدیم ہے- مصری قدما، اہل نینوی، فینیقی ، عبرانی ، سب اِس سے واقف تھے - لیکن دُور یا نزدیک بیں آنکھ کے لیے نظارے کے شیشے یا ہر قسم کے دوربینی شیشے ، بقول مضمون نگار انسائیکلوپیڈیا ، تیرھویں صدی عیسوی کے آخر سے پہلے کسی کو معلوم نہیں تھے[1] - اِس درمیان میں صرف کندی ایک ایسا شخص نظر آتا ہے جس نے Meissner سے ۴۵۰ سال قبل اِن شیشوں کو ایجاد کر لیا تھا !

کندی نے "رسالتہ فی تلویح الزجاج" کے نام سے اِس موضوع پر ایک مستقل تصنیف چھوڑی ہے ! قدما کی اِس موضوع پر کوئی کتاب مسلمانوں کو نہیں ملی ؛ اور نہ چوتھی صدی ہجری کے آخر تک کسی مسلمان عالم نے اِس پر قلم اُٹھایا !

1—ص ۹۲۰ ، ج ۱۳ -

تلویح کے معنے

کندی نے تلویح کے لفظ کو بالکل نئے معنوں میں استعمال کیا ہے - اِس لفظ کا استعمال "صلات" (Prepositions) کے ساتھ قدیم لغات میں بھی موجود ہے - ابوزید انصاری (تقریباً سنہ ۲۱۵ھ) کی کتاب النوادر، اور قدامۃ بن جعفر (سنہ ۳۳۷ھ) کی جواہرالالفاظ میں (ب) اُس کا صلہ آیا ہے- جوہری (سنہ ۳۹۳ھ) کی صحاح میں ب کے علاوہ اور صلات بھی ہیں - لیکن کندی نے تلویح کو بلا صلے کے استعمال کیا ہے ؛ اِس لیے ظاہر ہے کہ اِس کے وہ معنے نہیں ہو سکتے جو اُن لغتوں میں لکھے ہوئے ہیں - تاہم اُس کے جدید معنوں کو سمجھنے کے لیے حسبِ ذیل معانی کو سامنے رکھنا چاہیے، جو لغات میں بلا صلے کے لکھے گئے ہیں -

۱ — لسان‌العرب (ص ۴۲۱-۴۲۴، ج ۳)

(الف) لوّحتہ الشمس، غیّرتہ و سفعت وجھہ -	آفتاب نے اُس کو بدل دیا اور اُس کا منہ جھلس دیا -
(ب) لوّحتہ النار غیّرتہ -	آگ نے اُس کو بدل دیا -
(ج) لوّحہ، عطّشہ -	اُس کو پیاسا کر دیا -
(د) لوّحہ العطش، غیّرہ و أضمرہ -	پیاس نے اُس کو بدل دیا، اور دُبلا کر دیا -
(ہ) لوّحہ الشیب، بیّضہ -	بڑھاپے نے اُس کو سفید کر دیا، یعنی بال اُجلے کر دیے -
(و) قال الزجاج فی قولہ عزّ و جلّ "لوّاحۃ للبشر" ای تحرق الجلد حتی تسوّدہ -	لواحۃ للبشر کے یہ معنے ہیں کہ وہ کھال کو جَلا دیتی ہے، یہاں تک کہ سیاہ کر دیتی ہے -

۲ — تاج‌العروس (ص ۲۱۹، ج ۲)

(الف) لاحه العطش او السفر و البرد و السقم و الحزن يلوحه لوحاً ، غيّره و أضمره..... ...كلوّحه تلويحاً -

پیاس یا سفر اور سردی اور بیماری اور غم نے اُس کو بدل دیا اور دُبلا کر دیا -

(ب) و قالوا التلويح هو تغيير لون الجلد من ملاقاة حرّ النار او الشمس-

لوگوں کا قول ہے کہ تلویح کے معنے ہیں کھال کا رنگ بدل دینا ، اب چاہے وہ آگ کی گرمی سے ہو یا آفتاب کی گرمی سے -

(ج) لوّح الشيب فلاناً ، غيّره ؛ و ذٰلک اذا بيّضه قال :

من بعد ما لوحک القتير -

(یہ محاورہ اُس وقت کے لیے ہے) جب بڑھاپا کسی کو بدل دے یعنی بال سفید کر دے...... -

۳ — قاموس (ص ۱۵۳ ، ج ۱) -

لوّحه ، احماه -

اُس کو گرم کر دیا -

۴ — اساس ، زمخشری (ص ۲۰۰ ، ج ۲) -

لوّحته ، غيّرته و سفعت وجهه -

(آگ نے) اُس کو بدل دیا اور اُس کا منہ جھلس دیا -

۵ — اقرب الموارد (ص ۱۱۷۰ ، ج ۲) -

لوّح الرجل تلويحاً ، اشار من بعيد مطلقاً بأی شیء کان- و منه سميت الكناية الكثيرة الو سائط تلويحاً -

دُور سے اشارہ کرنا ، چاہے جس چیز سے ہو - اِسی سے اُس " کنایہ " کو تلویح کہا گیا جس میں بہت سے واسطے ہوتے ہیں -

۶ — فرائداللغة فی‌الفروق (ص ۱۶۹ ، ج ۱)

لوّحته الشمس اذا آذته و اذوته -

آفتاب نے اُس کو تکلیف دی اور دُبلا کر دیا -

۷—فرهنگ انند راج (ص ۷۲۸ ' ج ۱)

(الف) قوت بقدر حاجت دادن -

(ب) شمشیر درخشانیدن -

۸—صراح (ص ۲۰۴ ' ج ۱)

پرَنگ دادن جامه را -

۹—مؤیدالفضلاء (ص ۲۳۸ ' ج ۱)

درخشاں کردن -

یہ کل ۶ معنے ہوئے ؛ جو مع ماخذوں کے درج ذیل ہیں :—

(۱) آفتاب یا آگ کا رنگ بدل دینا اور چہرہ جُھلسا دینا - بھوک ' سفر ' سردی ' بیماری ' اور غم کا دُبلا کر دینا - بڑھاپے کا بال سفید کر دینا - (لسان‌العرب ' تاج‌العروس ' اساس‌البلاغة ' قاموس ' صحاح ' فرائداللغة فی‌الفروق ' اقرب‌الموارد ' صراح ' مؤیدالفضلاء ' فرھنگ انند راج)-

(۲) چمکانا - (مؤیدالفضلاء ' انند راج)

(۳) بقدرِ ضرورت قوت دینا - (انند راج)

(۴) گرم کرنا - (قاموس ' صراح ' مؤیدالفضلاء ' انند راج -)

(۵) دوٗر سے اشارہ کرنا - (اقرب‌الموارد ' منجد ' مؤیدالفضلاء ' انند راج)

(۶) کپڑے میں چمک پیدا کرنا - (صراح)

اِن سب میں قدر مشترک ' ایک " بڑا تغیر " نکلتا ہے ' جو ظاہری اور باطنی دونوں حیثیتوں سے ہو !

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں بھی " تلویح " کی دشواریوں کو " شدید تغیر " کہا گیا ہے[1] :—

1—ص ۹۲۰ ' ج ۱۳ -

"The object of lens polishing is to produce regular transparent surfaces of "revolution" on a piece of glass or other clear substance."

اب شیشے کی تلویم کے یہ معنے ہوئے کہ اُس کو اِس طرح بدلا جائے کہ اُس کی ظاہری ہیئت اور باطنی خصوصیت دونوں میں کامل تغیر پیدا ہو جائے - یعنی

(۱) اُس کی شکل گول' بیضاوی' یا کسی اور طرح کی تراشی جائے؛ جو پہلے نہ تھی -

(۲) اُس کو رگڑا جائے - شیشے کا رگڑنا اُس کو دُبلا کرنا ہے - کیونکہ وہ اِس سے سچ مچ "دُبلا" پتلا ہو جاتا ہے -

(۳) اُس میں چمک نہ تھی ؛ اب چمک پیدا کی جائے -

(۴) اُس میں پہلے قوت نہ تھی ؛ اب بقدرِ ضرورت قوت پیدا کی جائے !

(۵) اُس کے رنگ میں تبدیلی پیدا کی جائے -

(۶) چونکہ شیشہ ' تلویم کے بعد اپنی اصلی خصوصیات سے بہت دُور ہو جاتا ہے ' اس لیے اُن کی طرف دُور سے اشارہ کرتا ہے - جیسے وہ کنایہ جو صاف نہ ہو؛ یعنی پُر پیچ بنا کر ' اور لفظوں کو گُھما کر کوئی بات کہی جائے ؛ چونکہ وہ بھی اُس بات کی طرف دُور سے اشارہ کرتا ہے ' اس لیے تلویم کہلاتا ہے -

اِن ۶ معنوں کا جامع "تلویم" کا لفظ ہے - اور شائد دوسرا لفظ اِس کے بجائے نہیں مل سکتا - تلویم سے شیشے کی بالکل کایا پلٹ ہو جاتی ہے - اُس کا رنگ اور صورت بدل جاتے ہیں - اُس کی سیرت میں عظیم‌الشان تغیر پیدا ہو جاتا ہے - وہ پہلے چیزوں کا دھندلا عکس

لیتا تھا - ایک طرف کسی چیز کی تہ لگا دینے سے کچھ صاف عکس اُترتا تھا - قلعی کر دینے سے وہ عکس اور زیادہ صاف ہو جاتا تھا - مگر اب اُس کو تہ یا قلعی کی ضرورت نہیں ہے - وہ آرپار کی چیز صاف دکھاتا ہے- اُس میں بہت صاف عکس پڑتا ہے - وہ ایسی چیزیں دکھا سکتا ہے جن کو بےامداد آنکھ نہیں دیکھ سکتی - وہ بڑی چیزوں کا چھوٹا اور چھوٹی چیزوں کا بڑا عکس لے سکتا ہے - وہ چھوٹے عکس کو بڑھا بھی سکتا ہے ! اِس‌طرح چیزوں کے دکھانے میں وہ آنکھ کا تابع نہیں ہے؛ بلکہ ایک امدادی آلہ ہے !

تلویم کے مدارج

اِن مقاصد کے حصول کے لیے حسب ذیل سات مشکل مرحلے ہیں، جو تلویم کے مدارج کہے جا سکتے ہیں : —

۱ — شیشے کے کسی بڑے ٹکڑے سے ایک چھوٹا ٹکڑا کاٹنا -

۲ — تراش خراش -

۳ — انحنا (Curve) کے لیے تراش -

۴ — انحنا کے لیے درستی -

۵ — ہمواری -

۶ — جِلا دینا -

۷ — خراد پر شیشے کا کنارا بنانا -

مختصر طور سے اِن کو دو لفظوں میں یوں بھی کہ سکتے ہیں : (۱) رگڑنا (Grinding) اور (۲) جِلا دینا (Polishing) -

عدسہ

جو شیشہ اِن مدارج ہفت گانہ سے گزر جاتا ہے وہ آج کل کی اصلاح میں "عدسہ" کہلاتا ہے - یہی دوربین کا شیشہ ہے ! کندی نے اُس کا کیا نام رکھا تھا؟ یہ مجھے معلوم نہیں -

ممکن ہے کہ وہ اِس کو "زجاج ملوّح" کہتا ہو ؛ جس طرح نصل ملوح اور قدح ملوح ، عربی میں مستعمل ہے -

"عدسہ" Lens کا ترجمہ ہے - جس کے معنے لاتینی میں مسوٗر (عدس یا Lentil) کے ہیں - وجہ تسمیہ یہ ہے کہ "عدسہ" کی شکل مسوٗر کے دانے سے مشابہ ہوتی ہے !

بصریات میں "عدسہ" وہ آلہ ہے جو کسی منظر سے خارج ہونے والی روشن شعاعوں کو اِس طرح منعطف کرتا ہے کہ اُس سے اُس منظر کا ایک عکس سامنے آجاتا ہے - خواہ وہ عکس حقیقی ہو یا واقعی [1] - "

عدسہ کے اجزاء ترکیبی

ڈاکٹر ناب نے شیشے کی سات قسمیں لکھی ہیں - اُن میں پانچویں قسم "بلور" ہے - آلاتِ بصریہ میں یہی شیشہ استعمال ہوتا ہے - کیونکہ یہ نہایت شفاف ہوتا ہے ؛ اور شعاعوں کا عکس لینے کی اِس میں بڑی قوت ہوتی ہے - عدسہ ، بلور کا ہوتا ہے - بلور حسبِ ذیل اشیا سے بنایا جاتا ہے [2] :—

وھویؤلف من السلیکا او الحمض البورقی و البوتاس و الرصاص فیہ اکثر منہ فی النوع الرابع -

"سلیکا" ایک خاص قسم کی ریت کا مادہ ہے جو امریکا اور یورپ کے بعض مقامات میں دستیاب ہوتا ہے - اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ کندی اُس سے ناواقف تھا ؛ تو وہ اُس کے بدل کو یقیناً جانتا ہوگا - "الحمض البورقی" Acid Boracic سہاگے کا ترشہ ہے - جس میں ہائڈروجن ملا ہوتا ہے - سہاگا (البورق) عربوں کو معلوم تھا [3] ! جو تبت یا

1—انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ، ص ۹۱۹ ، ج ۱۳ - حقیقی (Real) اور واقعی (Virtual) میں یہ فرق ہے کہ پہلی چیز موجود بالذات ہے - اور دوسری میں اِتنا کافی ہے کہ کسی چیز کی اہم صفات موجود ہوں کو وہ اُس نام سے موسوم نہ ہو ، یا اُس کی تعریف کا پورا مصداق نہ ہو - 2—دائرۃ المعارف ، ص ۱۸۱ ، ج ۹ -

3—تاریخ التمدن الاسلامی ، ص ۱۸۱ ، ۱۸۲ ، ج ۳ -

سیلا (Chile) سے آتا ہوگا [1] -

''البوتاسا'' یا پوتاش ' کاربن کا مرکب ' خام پوتاسیم ہے - پوتاسیم کو عربی میں ''قلویہ'' کہتے ہیں - القلی کے معدنیات کے زمرے میں ''البوتاسا'' کا پتا ' عربوں نے لگا لیا تھا [2] -

''رصاص'' رانگ کو کہتے ہیں- کندی پہلا شخص ہے جس نے بلور بنانے میں اُس سے مدد لی - رانگ کے شامل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ شیشے کو کِلس (Calcium) کے مقابلے میں زیادہ چمکاتا ہے[3] - رانگ کندی سے پہلے اور بعد میں بھی' طب وغیرہ میں مستعمل تھا ؛ چنانچہ ابن سینا نے اُس کو ایک مخصوص حالت میں باہ کے لیے مضر لکھا ہے [4] - لیکن اُس کے اِس خاصے (یعنی شیشے کو چمکانے) سے کندی کے سوا کوئی آگاہ نہ ہوا !

کندی کے پیشرو' حکیم جابر بن حیان صوفی کی فہرست تصنیفات میں ایک کتاب ''البلورۃ'' موجود ہے [5] - لیکن اُس نے بلور سے عینک یا دوربین کے شیشے بنانے کا کام نہیں لیا تھا ؛ کیونکہ وہ ''تلویم'' سے ناواقف تھا !

عدسہ کے اقسام

عدسہ ' مختلف ضرورتوں کے مطابق تیار ہوتا ہے - اور اُن کے لحاظ سے اُس کے اجزاء ترکیبی بھی بدل جاتے ہیں - کندی کے ہاں دو قسم کے عدسوں کا پتا چلتا ہے : دوربین کا عدسہ اور خوردبین کا عدسہ -

دوربین کا عدسہ

دوربین کا عدسہ وہ آلہ ہے جو ایک بڑے منظر یا مناظر کو اُن کی اصلی جسامت سے بہت چھوٹا کر کے مگر نہایت ہی صاف شکل میں پیش کرتا ہے - اُس کا کام یہ ہے کہ جب

1—انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ' ص ۸۹۴ ' ج ۳ - 2—ایضاً ' ص ۳۲۳ ' ج ۱۸ - تاریخ التمدن الاسلامی ' ص ۱۸۱ ' ج ۳ - 3—دائرۃ المعارف ' ص ۱۸۴ ' ج ۹ - 4—ایضاً ' ص ۶۱۳ ' ج ۸ - 5—الفہرست ' ص ۵۰۲ -

اُس کو آنکھ پر لگا لیا جاتا ہے تو یہ بہت چھوٹا فوکس کیا ہوا عکس، ایسا صاف دکھائی دیتا ہے کہ خود آنکھ اُتنا صاف نہیں دیکھ سکتی -

خوردبین کا عدسہ

اِس کے برخلاف خوردبین کا عدسہ ہے - وہ ایسا آلہ ہے جو چھوٹے مناظر کے امتحان میں استعمال ہوتا ہے - اُس سے مناظر کی عمدہ تفصیل اور بناوٹ کا پتا چلتا ہے - اُس کا کام یہ ہے کہ فوکس کیا ہوا عکس آنکھ کو اُس سے زیادہ بڑا معلوم ہوتا ہے، جتنا وہ خود بلا آلے کی مدد کے دیکھتی ہے -

---

فوکس

(Focus)

نقطۂ ماسکہ کو فوکس کہتے ھیں - فوکس لاتینی لفظ ھے ؛ جس کے معنے آتش‌دان یا چولھے کے ھیں - فوکس ' مرکز شعاعی کے اُن نقطوں میں سے ایک نقطہ ھے جہاں سے کسی منتہی تک فاصلہ ' خطی ارتباط سے متحد ھو - وہ نقطہ جس پر شعاعیں انحراف یا انعکاس کے بعد آکر جمع ھوں ؛ جس سے شعاعیں نکلتی معلوم ھوتی ھیں -

نقطۂ ماسکہ پر ' اگر وہ چیز جس کی تصویر لینی مقصود ھے ' ٹھیک آجائے تو تصویر صاف اور درست آئے گی - یہی حال کسی منظر کے دیکھنے کا بھی ھے -

اسکیل اور تلویم کے مضامین کو پڑھو ' اور بار بار پڑھو ! دوربین کی تعریف یہ ھے :—

"an optical instrument employed to view distant objects."

یا بہ الفاظ دیگر :—

"an instrument for seeing at a distance."

کیا یہ تعریفیں ' کندی کے آلے پر صادق نہیں آتیں ؟

خوردبینی دوربین

کلدی کی دوربین' محض دوربین نہ تھی ؛ وہ خوردبین بھی تھی !
" عدسہ " کے بیان میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ اُس نے خوردبین کا عدسہ بھی ایجاد کیا تھا ! لیکن کیا اُس نے کوئی خوردبین علحدہ بنائی تھی ؟ چونکہ اِس قسم کے کسی آلے کا تذکرہ اُس کی تصنیفات میں نہیں ملتا ؛ اِس لیے ہم اِسی دوربین کو خوردبین بھی فرض کرتے ہیں - بظاہر ایسا فرض کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے - دوربین کا کام یہ ہے کہ دُور کی بہت بڑی بڑی اشیا کا بہت ہی چھوٹا عکس لے کر ' اور اِس طرح اُن کو قریب لا کر اور پھر بڑھا کر اُن کا مشاہدہ کرائے ؛ تاکہ وہ صاف معلوم ہوں - خوردبین کا کام یہ ہے کہ قریب کی بہت ہی چھوٹی اشیا کو بہت بڑا کر کے دکھلائے ؛ تاکہ اُن کا تفصیلی نظارہ کیا جا سکے -

دوربین سے خوردبین کا کام لینے کی صورت یہ ہے کہ اُس میں تین شیشے ایک سائز کے رکھے جائیں ! ایک نلکی میں صرف محدب شیشہ یعنی "Object-glass" ہو - اِس میں چھوٹی سی چیز کا عکس پڑے گا ! دوسری نلکی میں دو شیشے ہوں : پہلا مقعر شیشہ یعنی "Eye-piece" ہوگا ؛ یہ نلکی میں اندر کی جانب رہے گا ' اور بیچ کا شیشہ ہوگا - اِس سے اُس عکس کی جسامت بڑھے گی ' جو محدب شیشے سے آئے گا ! یہاں تک تو دوربین کے دونوں شیشوں کا کام ہوا - اب اِن دونوں شیشوں کے مجموعی اثر سے تیسرے شیشے یعنی "Magnifying glass" میں ' جو نلکی کے سِرے پر ہوگا ' وہ عکس اور بھی بڑھ جائے گا ؛ جو خوردبین کا مقصد ہے ! گویا اِس ترکیب سے خوردبین کا شیشہ ' مقعر شیشے کی جگہ لے لے گا ؛ اور مقعر شیشہ بیچ میں آ جائے گا -

اِس خوردبین میں ، ہم نے صرف ایک شیشہ فرض کیا ہے ؛ جو اُس کی سادہ ترین صورت ہے[1] - آج کل دو شیشوں کی خوردبین اور عموماً چار شیشوں کی دوربین ہوتی ہے !

1—انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ، ص ۴۳۳ ، ج ۱۵ -

دوربین کے مشاهدات

کندی ' مسئلۂ اضافیت کا بانی تھا ! اُس نے مقدار کی اضافیت پر ایک رسالہ لکھا تھا : " رسالتہ فی‌الکمیۃ المضافۃ " ! اِس بنا پر اُس کے دماغ میں یہ سوال قدرتاً پیدا ہونا چاہیے تھا کہ یہ وسیع کمیت جو اجرام فلکی کی صورت میں ہمارے سامنے ہے ' اِس کے اضافی ابعاد کیا ہیں ؟ اور یہ اجرام قد و قامت کے لحاظ سے باہم کیا نسبت رکھتے ہیں ؟ اب چاہے یہ خیال دوربین بنانے کا محرک ہوا ہو ' یا دوربین نے اِس خیال کی طرف رہنمائی کی ہو ؛ مگر ہیں یہ دونوں لازم و ملزوم ! کندی کے علاوہ ' یہ خیال دوسروں کے دماغ میں نہیں آ سکتا تھا ! اِسی لیے نہ تو کسی نے اضافیت کا نظریہ بیان کیا ؛ اور نہ دوربینْ ایجاد کی !

پورے آسمان کا عکس دوربین میں نہیں آ سکتا - لیکن آسمان کے فرضی حصے کر کے سیاروں اور ستاروں کا دوربین کے ذریعے سے ایسا صاف اور خوشنما نظارہ ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات اُن کی اضافی جسامتیں بھی معلوم ہو جاتی ہیں - اگر دو ستارے ' دوربین کے ماسکی فصل (Focal length) میں واقع ہوں تو وہ فوکس میں آ سکتے ہیں ؛ اور اُن کی جسامت کے تناسب کا مشاہدہ بھی ہو سکتا ہے !

دوربینی مشاهدات

کندی کے دوربینی مشاهدات میں حسب ذیل چیزیں ہم پیش کر سکتے ہیں :—

(۱) سیارۂ زہرہ اور آفتاب کی جسامتوں کا باہمی تناسب - اُس نے زہرہ کو آفتاب کے مقابلے میں ایک " نکتہ " کہا ہے - اِس کے دو سبب ہیں :—

(الف) نکت ، کسی چیز میں مخالف رنگ کے دھبے کو کہتے ھیں : " و کل نَقْط فی شیئ خالف لونَہ ، نکتٌ - " چونکہ گہن کی وجہ سے زھرہ کا رنگ سیاہ اور آفتاب کی سطح سفید تھی ، اِس لیے زھرہ کی مصوری کے لیے یہی لفظ مناسب تھا -

(ب) نکتہ چھوٹی چیز کو کہتے ھیں ، جیسے نقطہ : " والنکتۃ کالنقطۃ - و فی حدیث الجمعۃ فاذا فیھا نکتۃ سوداء ای اثر قلیل کالنقطۃ : شِبْہ الوسخ فی المرآۃ و السیف و نحوھما [1] " - لیکن یہاں نقطے سے حکمت و ھندسہ کی اصطلاح یعنی " منتہاے خط " مراد لینا درست نہیں ؛ نہ نکتے کو نقطہ بمعنی اعراب ماننا صحیح ھے ! کیونکہ اِن معنوں میں آفتاب و زھرہ کی اضافی جسامتوں کا تناسب قائم نہ رھے گا - البتہ اگر " نکتہ " کے معنے " اثر قلیل " لیے جائیں ، جیسا کہ حدیث کی تفسیر میں لیے گئے ھیں ، تو اُس سے دونوں سیاروں کی اضافی جسامتوں کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ھو سکے گا ! نظام شمسی کے موجودہ نقشوں میں آفتاب و زھرہ کا جسمانی تناسب دیکھ لیجیے - اُسی کے قریب قریب ، کندی نے بھی دوربین میں دیکھا ھوگا -

(۲) سیارۂ زھرہ اپنے مدار کی گردش کتنے دنوں میں ختم کرتا ھے یا اُس کا سال کتنے دنوں کا ھوتاھے ؟ اِس کا جواب ھم صاف طور پر نہیں دے سکتے- کندی نے یہ دکھایا ھے کہ ۹۱ روز تک ، آفتاب کے مرکز کے قریب سے اُس کے قرص کے آخر تک، زھرہ کا سفر جاری رھا - لیکن جب تک آفتاب کے مرکز کے قریب زھرہ کی وہ جگہ جو کندی نے دیکھی تھی ، ھم نہ دیکھ لیں ، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ۹۱ روز میں آفتاب کے محاذ کا کس قدر حصہ زھرہ نے طے کیا تھا - آج کل کی تحقیقات یہ ھے کہ زھرہ کا ایک دن ،

1— لسان العرب ، ص ۳۰۶ ، ج ۲ -

ہماری دنیا کے چار ہفتے کے برابر ہوتا ہے - گویا ہمارے سال کے حساب سے وہاں صرف ۱۲ یا ۱۳ دن ہوتے ہیں !

(۳) زہرہ کی رفتارِ حرکت اور آفتاب کے اُس حصے کی مسافت کا اندازہ بھی ہوا جو زہرہ کے مقابل تھا -

(۴) اجرام کا قطبین کے پاس چپٹا ہونا بھی دوربین سے معلوم ہوا - مختلف اجرام کے قطبین کو بارہا دوربین سے دیکھا ہوگا جب جا کر یہ نظریہ قائم ہوا ہوگا !

خوردبینی مشاہدات

چونکہ کندی کی دوربین ، خوردبین بھی تھی ، اِس لیے خوردبینی مشاہدات علحدہ لکھے جاتے ہیں -

(۱) جزءلایتجزیٰ کا انکار ، کندی کا بہت ہی اہم اِکتشاف ہے - خوردبین کے شیشے میں نہایت ہی چھوٹی سی چیز کے بہت ہی بڑے بڑے ٹکڑے نظر آتے ہیں - اور اِنسان اُن کے تقسیم و تجزیہ میں پورا کامیاب ہو سکتا ہے - یہ ایسا کام ہے جس سے آنکھیں بالکل معذور ہیں -

(۲) "عناصر اربعہ" کا نظریہ بھی اِسی سے غلط ثابت ہوا - بہت سے عناصر ایسے ہیں جو خوردبین کے بغیر ، معلوم ہی نہیں ہو سکتے تھے - ایسےعناصر کو اُس نے سلائڈ پر رنگ کر دیکھا ہوگا - یا اور کوئی صورت اختیار کی ہوگی - چونکہ کندی کے علاوہ کسی شخص نے چار سے زائد عناصر کا دعویٰ نہیں کیا ہے ، اِس لیے اُس کے جدید دریافت کردہ عناصر کا پتا چلانے کی ہم ایک سرسری کوشش کرتے ہیں -

جابر بن حیان کے کیمیائی رسالے ، کندی کا ادویۂ مرکبہ والا رسالہ، اور رازی کی متعدد طِبّی تصنیفات ، اہل یورپ کے پاس موجود ہیں - جابر کے رسالے چھپ چکے ہیں - اور میں نے دیکھے ہیں - باقی کتابیں قلمی ہیں - اُن کی بنا پر علماے یورپ نے بہت سی دواؤں کا مکتشف

اهل عرب کو قرار دیا ہے - چونکہ ہمارے پاس وہ کتابیں نہیں ہیں اِس لیے ہم کو اہل عرب کے کیمیائی اکتشافات کا علم محض علمائے یورپ کے بتلانے سے ہوا ہے -

اہل یورپ کے خیال میں حسب ذیل دواؤں کے موجد حکمائے عرب تھے :—

۱— "الراسب‌الاحمر" - یہ زئبق (پارے) کا آکسائڈ "Oxide" ہے - جب زئبق آکسیجن سے ملتا ہے تو اُس سے آکسائڈ زئبق یعنی "الراسب الاحمر" پیدا ہوتا ہے[1] - الراسب الاحمر اہل عرب کا اکتشاف ہے[2] -

۲— ماءالذہب - یعنی Acid nitro hydrochloric - یہ شورے پانی اور کلورین کا ترشہ تھا -

۳— ماءالفضۃ - یعنی Acid nitric ' جس کو تیزاب کہتے ہیں -

۴— زیت‌الزاج - یعنی Acid Sulphuric -

۵— سلیمانی - یہ کلورائڈ زئبق ہے -

۶— البوتاسا - پتاش (Potash) کا پتا اہل عرب نے القلی کے معدنیات کے زمرے میں لگایا تھا -

۷— البورق (Borax) یعنی سہاگا ' عربوں کو معلوم تھا -

اب دیکھیے ! کندی نے اِن سے کیا کیا عناصر دریافت کیے ؟

۱— پہلی دوا سے "آکسیجین" (Oxygen) کا اُس نے پتا چلایا ہوگا - اُس نے الراسب الاحمر میں اُس‌کو ملا ہوا دیکھا ہوگا - یہ دوا ' آکسائڈ زئبق ہے - آکسائڈ ' آکسیجین کے مرکب کو کہتے ہیں - یہ بھی ممکن ہے کہ کندی نے آکسیجین کو پانی میں دیکھا ہو - پانی میں آکسیجین بہت

1— دائرۃ‌المعارف ' بستانی' ص ۳۱۸' ج ۹ -
2— تاریخ التمدن الاسلامی ' ص ۱۸۱' ج ۳ -

زیادہ ہوتا ہے - یہ خیال ''راسب'' کے لفظ سے پیدا ہو رہا ہے - کیونکہ [1] الرسوب الذھاب فی الماء سُفلاً - | رسوب ' کسی چیز کے پانی کی تہ میں بیٹھ جانے کو کہتے ہیں -

کندی نے ''رسالتہ الکبیرۃ فی الا جرام الغائصۃ فی الماء'' میں ایسے اجرام سے بحث کی ہے جو پانی میں تہ‌نشین ہو جاتے ہیں - آکسیجین بےرنگ' بےبو' اور بےذائقہ گیس ہے' جو ہوا سے کچھ بھاری ہوتا ہے - ممکن ہے کہ اُس کا اندازہ الراسب الاحمر میں پارے کے وزن کو الگ کرکے کیا ہو -

اِس طرح بریستلی (سنہ ۱۷۷۴ع) کی ''ہواء محترق'' اور اُس کے معاصرین کی ''ہواء ناری'' سے ۹۵۰ سال پہلے اِس گیس کا اکتشاف ہوا تھا -

۲ —ماءالذہب سے ''ہائیڈروجن'' (Hydrogen) کا عنصر معلوم کیا ہوگا - اُس کا علم ''زیت الزاج'' کے بعض مخصوص معدنیات پر عمل سے بھی ' ہوا ہوگا -

۳ —ماءالفضۃ کا اکتشاف ' چونکہ کندی سے پہلے ' جابر بن حیان کر چکا تھا [2] - اس لیے کندی نے ''نائٹروجن'' (Nitrogen) کا گیس اِس سے معلوم کیا ہوگا - یہ بےرنگ' بےبو اور بےذائقہ گیس ہوتا ہے -

۴ —زیت الزاج سے ''سلفر'' (Sulphur) کی طرف خیال جاتا ہے - عربی میں سلفر کو ''کبریت'' کہتے ہیں - ممکن ہے اِس کو بھی کندی نے عنصر مانا ہو -

۵ —سلیمانی میں کندی نے ''کلورین'' (Chlorine) کو دیکھا ہوگا - یہ زردی مائل سبز ' بدبو گیس اور غیر معدنی عنصر ہے - سلیمانی کلورائڈ زئبق ہے -

---

1 —لسان العرب ' ص ۴۰۲ ' ج ۱ -

2 —دائرۃ المعارف القرن الرابع عشر (العشرین)' محمد فرید وجدی ' ص ۵۹۸ ' ج ۳ -

۶—البوتاسا سے ''پٹاسیم'' کا عنصر ظاھر ھوتا ھے - پٹاسیم کو عربی میں ''قلویۃ'' کہتے ھیں - یہ ایک چمکدار ' سفید دھات ھوتی ھے جس میں گلابی رنگ جھلکتا ھے -

۷—البورق یعنی سہاگا ' ممکن ھے کہ کندی کے عناصر میں شامل ھو -

۸—الحدید ' یعنی لوھا - ممکن ھے کہ یہ بھی کندی کے نئے عناصر میں شامل ھو -

اِس طرح حسب ذیل آٹھ عناصر ' کندی کی طرف منسوب کیے جا سکتے ھیں : آکسیجین ' ھائیڈروجن ' نائٹروجن' کبریت ' کلورین ' پٹاسیم ' البورق ' اور الحدید - کندی نے اِن عناصر کی تفصیل غالباً علم ترتیب الا غذیۃ کے رسالوں میں کی ھوگی - ممکن ھے کہ قرابادین میں بھی اُن کا ذکر ھو - اُس کا موجود رسالہ ''فی معرفۃ قویٰ الا دویۃ المرکبۃ'' اگرچہ ایک خاص نظریے پر مشتمل ھے جو آج کل کے ''ھومیو پیتھی'' کے علم دوا سازی کا سنگ بنیاد ھے ؛ تاھم ضمنی طور پر اُس میں عناصر کا ذکر بھی آ سکتا ھے -

———

دوربین کے مفروضہ نقائص

چونکہ کلدی کی دوربین ، پہلی دوربین تھی ؛ اس لیے ہم اس میں بعض نقائص فرض کیے لیتے ہیں - مثلاً

۱—اُس کا ماسکی فصل (فوکل لنگتھ) زیادہ وسیع نہ ہو -

۲—دھندلی ہو ؛ یعنی اُس کے شیشے بہت صاف نہ ہوں -

۳—مقعر شیشہ (اور خوردبین کا شیشہ) ، محدب شیشے کے برابر ہو، اور اس لیے اُس میں قوت کم ہو - مقعر (اور خوردبینی) شیشہ جس قدر چھوٹا ہوتا ہے ، اُسی قدر اُس کی قوت زیادہ ہوتی ہے !

۴—ایڈجسٹر یا اسکرو کے بجائے ، بُعد کی ڈگریاں ، ھاتھ سے گھٹائی بڑھائی جاتی ہوں -

یہ بھی ممکن ہے کہ اِن میں سے ایک نقص بھی موجود نہ ہو ؛ کیونکہ یہ سب فرضی ہیں !

تذکرۂ کتب

گزشتہ سہ ماہی (اکتوبر - دسمبر سنہ ۱۹۳۹ع) میں

پنجاب

سے افسانہ ، مذہب ، زبان ، اور متفرقات پر سب سے زیادہ ؛ شاعری ، سوانح ، تاریخ و جغرافیہ ، اور ریاضیات پر اُن سے کم ؛ طب ، سیاست ، قانون ، سفر نامے پر بہت کم کتابیں چھپیں - آرٹ ، ڈراما ، فلسفہ ، طبیعیات وغیرہ پر کوئی کتاب نہیں شائع ہوئی -

اِن کتابوں کی فن‌وار فہرست یہ ہے :—

سوانح	... ۳۰	متفرقات	... ۴۰
افسانہ	... ۵۲	شاعری	... ۳۱
تاریخ و جغرافیہ	... ۲۹	سیاست	... ۵
زبان	... ۴۶	مذہب	... ۴۸
قانون	... ۲	ریاضیات	... ۱۷
طب	... ۸	سفر نامہ	... ۱

یہ کل (۳۰۹) تصنیفات ہوئیں - ہندی مطبوعات ، آرٹ ، قانون ، سیاست ، فلسفہ و سفر نامہ پر نہیں نکلیں - باقی علوم پر (۹۰) کتابیں شائع ہوئیں -

یو ، پی

سے شاعری ، زبان ، مذہب ، تاریخ و جغرافیہ پر تھوڑی سی کتابیں شائع ہوئیں - اُن کے بعد افسانہ ، ریاضیات و میکانک ، قانون ، آرٹ ، ڈراما اور سیاست کا نمبر رہا - سوانح ، طب ، متفرقات ، فلسفہ ، طبیعیات وغیرہ ، اور سفر نامے پر کوئی کتاب نہیں نکلی -

اِن کتابوں کی تفصیل یہ ھے :—

آرٹ	... ۱	قانون	... ۲
ڈراما	... ۱	شاعری	... ۹
افسانہ	... ۳	سیاست	... ۱
تاریخ و جغرافیہ	... ۵	مذہب	... ۲
زبان	... ۸	ریاضیات و میکانک	... ۳

اِن کی مجموعی تعداد (۳۹) ھے - ھندی میں تمام علوم پر کتابیں چھپیں ' جن کی میزان (۳۱۸) ھے -

دونوں صوبوں کی اھم اُردو مطبوعات حسبِ ذیل ھیں :—

" آرٹ "

۱—انڈین میوزک - از محمد محتشم - صفحات ۵ ' ۲ ' ۱ ' ۱ ' ۹ ' ۱ ' ۲۱۹ - نظامی پریس ' لکھنؤ -

" سوانح "

۲—ھلال و صلیب - سلطان صلاح الدین ایوبی کی سوانح عمری - صفحات ۲۳۸ - عالمگیر الکٹرک پریس ' لاھور -

" افسانہ "

۳—صدائے جرس - از عبدالقادر - مختصر افسانوں کا مجموعہ - صفحات ۱۹۷ - فیروز پرنٹنگ ورکس ' لاھور -

۴—ڈاچی - از اُپندرا ناتھ اشک - سیاسی قصوں کا ایک مجموعہ - صفحات ۲۰۸ - فیروز پرنٹنگ ورکس ' لاھور -

۵—نیلوفر - از حسن عزیز ' جاوید - مختصر افسانے - صفحات ۲۰۸ - گیلانی الکٹرک پریس ' لاھور -

۶ - میری ھوش ربا داستانِ زندگی - از مسعود جاوید - ولیم لی

کونن کے ایک پر اسرار قصے کا ترجمہ - صفحات ۲۸۰ - تعلیمی پرنٹنگ پریس ' لاہور -

۷—صحرا نورد کے خطوط - از مرزا ادیب - آٹھ رومانی قصوں کا مجموعہ - صفحات ۳۴۴ - برانچ کواپریٹیو کیپٹل پریس ' لاہور -

۸—عذرا کی واپسی - از محمد ظہیر حسن ' بی اے - "Return of She" کا اُردو ترجمہ - صفحات ۴۴۷ - امرت الکٹرک پریس ' لاہور -

۹—چوپال - از احمد ندیم قاسمی - پنجاب کی دیہاتی زندگی کے قصوں کا مجموعہ - صفحات ۳۰۴ - مرکنٹائل پریس ' لاہور -

۱۰—معیار محبت اور دیگر افسانے - از سیاح سنامی - مختصر افسانوں کا ایک مجموعہ ' صفحات ۱۷۶ - پنجاب آرٹ پریس ' لاہور -

۱۱—باسی پھول - از سید عباس علی - چند مختصر افسانے - صفحات ۲۵۶ - گیلانی الکٹرک پریس' لاہور -

۱۲—کیلے کا چھلکا - از سند باد جہازی - ظریفانہ قصوں اور ناٹکوں کا مجموعہ - صفحات ۱۷۶ - عالمگیر الکٹرک پریس ' لاہور -

۱۳—سحر فرانس - از طاہر قریشی ' بی اے ' بی ٹی - Guy de Manpassant کے ۲۲ مختصر افسانوں کا اُردو ترجمہ - صفحات ۳۱۸ - گیلانی الکٹرک پریس ' لاہور -

۱۴—آتشی کتا - از تیرتھ رام - سر اے . کونن ڈوایل کے "The Hound of Baskervilles" کا اُردو ترجمہ - صفحات ۲۵۶ - حجازی پریس ' لاہور -

" تاریخ و جغرافیہ "

۱۵—شاہانِ اسلام کی رواداریاں اور ہندو مصلفین - از ملک فضل

حسین - ہندو مصنفین نے شاہانِ اسلام کی رواداریوں پر جو کچھ لکھا ہے - صفحات ۱۹۸ - الہ بخش اسٹیم پریس ' قادیان -

" زبان "

۱۶—واردھا طریقۂ تعلیم میں ساماجک وگیان - از چودھری خوشی رام ' ایم ایل اے - واردھا اسکیم میں سوشل فلسفہ اور اُس پر تنقید - پریمی پریس ' میرٹھ -

" قانون "

۱۷—کلید عرائض نویسی ج' ۵ - از دولت رام ' سیٹھی - صفحات ۱۲۸ - جنرل برقی پریس ' جالندھر -

۱۸—جنرل رولس (سول) مع ترمیمات سنہ ۱۹۳۸ع ' جلد اول - مترجمہ بابو کرشنا دیال ' ایم اے ' ایل ایل بی - صفحات ۲ ' ۴۸ ' ۴۱۰ - آگرہ اخبار برقی پریس ' آگرہ -

" طب "

۱۹—رہنمائے صحت - از مہانند - صفحات ۶۰۸ - مرکنٹائل پریس ' لاہور -

" متفرقات "

۲۰—کامل جدید موٹر سائیکل گائڈ - از ایم . ایس . آغا - صفحات ۴۲۶ - حجازی پریس لاہور -

۲۱—لطفِ زندگی - از کانشی رام چاولا - صحیح طرز زندگی اور ہندو مسلم اتحاد - صفحات ۴۱۶ - جنرل برقی پریس ' جالندھر -

۲۲—انکم ٹیکس اور مشکلات حساب - از مدن گوپال ' دھاون - صفحات ۳۱۸ - مسلم پرنٹنگ پریس ' لاہور -

۲۳—پانصد بیوپار و دستکاری - از حاجی غلام محمد خاں - جنرل

برقی پریس ' لاہور -

۲۴ــکامیاب مرغی خانہ باتصویر - از خواجہ بدرالاسلام - صفحات ۲۰۸ - عالمگیر الکٹرک پریس ' لاہور -

۲۵ــتجارتی مرغی خانہ باتصویر - صفحات ۲۱۹- دوسرا ایڈیشن-

۲۶ــخلاصۂ قواعد پٹواریان و قانون‌گویان - صفحات ۳۹۸ - دسواں ایڈیشن - مفید عام پریس ' لاہور -

۲۷ــنوع انسان کی کہانی - ہنڈرک وان لوُن کی " ہسٹری آف مَین کائنڈ " کا اردو ترجمہ - صفحات ۵۲۰ - مفید عام پریس ' لاہور -

۲۸ــاصلی سلیمانی جادو ' بمعہ تعبیر خواب - از منشی ایم' ایس' سنیاسی - حجازی پریس ' لاہور -

" شاعری "

۲۹ــپرکاش ساگر ' معروف بہ بحر نور ' جلد اول - از رائے زادہ نوبت رائے' باہ - منظوم ہندو تاریخ - مرکنٹائل پریس' لاہور -

۳۰ــدیوان حالی ' محشیٰ - از خواجہ الطاف حسین حالی - تحشیہ " تین پروفیسروں " کی طرف سے - صفحات ۲۸۰ - آر ' امرت الکٹرک پریس ' لاہور -

۳۱ــشعر و شاعری ' یعنی مقدمۂ دیوان حالی - از خواجہ الطاف حسین حالی - صفحات ۳۰۴ - آر ' حجازی پریس ' لاہور -

۳۲ــچراغاں - از احسانِ دانش - صفحات ۲۳۲ - گیلانی الکٹرک پریس ' لاہور -

۳۳ــسحر حلال - از رشید احمد خاں ' درویش - اخلاقی و ادبی نظموں کا مجموعہ - صفحات ۱ ' ۲ ' ۲ ' ۱۰۲ - احسن‌المطابع میرٹھ -

۳۴ــنغمۂ ربانی - از ضیاءالقادری بدایونی - صفحات ۲ ' ۳ ' ۲ '

۵۵ - نعتیہ کلام - عثمانی پریس ' بدایوں -

" سیاست "

۳۵—جیل کہانی - از خوشحال چند ' خورسند - صفحات ۱۹۲ - پنجاب آرٹ پریس ' لاہور -

" مذہب "

۳۶—دُرِّ لاثانی - از ہدایت اللہ - اسلام کا فلسفہ اور اصول - صفحات ۲۱ ' ۲ ' ۲ ' ۱۵۸ - معارف پریس ' اعظم گڈھ -

" سفر نامہ "

۳۷—ایران حصۂ اول - ڈاکٹر ایف ' ایم' شجاع ملعمی ' ایم اے ' ایم ایس سی ' پی ایچ ڈی - صفحات ۲۷۹ - گیلانی پریس ' لاہور -

---

اداریہ

"پروفیسر مارگولیتھ"

در روزگار عشق تو ، ما هم فدا شدیم
افسوس! کز قبیلۂ مجنون کسے نماند!

پروفیسر ڈاکٹر ڈیوڈ سموئیل مارگولیتھ ، جو "ضاد" بولنے والی دنیا میں "علامۂ مرجلیوث انکلیزی" کے نام سے مشہور تھے ؛ افسوس ھے کہ مارچ سنہ ۱۹۴۰ع کے آخری ھفتے میں انتقال کر گئے -

---

ڈاکٹر مارگولیتھ ، عربی کے برطانوی عالم ، اپنے فن میں "یورپین ریپوتیشن" کے مالک تھے - وہ اپنے زمانے میں آکسفورڈ کی بہت ھی نمایاں ھستیوں میں تھے - اُن سے زیادہ کسی عالم نے بریٹین (Britain) میں عربی زبان اور اسلام کے متعلق ، ٹھوس علم کی اشاعت کا کام نہیں کیا -

---

آپ ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۸۵۸ع کو بمقام لندن پیدا ھوئے - تحصیلِ علم کا زمانہ ، پہلے ونچسٹر اور پھر نیو کالج ، آکسفورڈ میں بسر ھوا - سنہ ۱۸۸۹ع میں جب تحصیل علم سے فارغ ھوئے ، تو آکسفورڈ یونی‌ورسٹی نے عربی کے لاڈین (Laudian) پروفیسر کی کرسی (مسند نہیں! یورپ میں مسند کہاں؟) آپ کو پیش کی - آکسفورڈ یونی‌ورسٹی ، انگلستان کی قومی یونی‌ورسٹی ھے - یہ اُس سلطنت کی سب سے بڑی یونی‌ورسٹی ھے ، جس کے قلمرو میں کسی وقت آفتاب غروب نہیں ھوتا! پروفیسر مارگولیتھ کا ایسے بڑے علمی مرکز میں ، ایسی نمایاں جگہ حاصل کر لینا ، بہت

سے لوگوں کے جذباتِ رشک و حسد کے مشتعل کرنے کا باعث ہوا - چونکہ ابتدائی تحقیق اور ریسرچ نے آپ کو ایک دینی روش کے لیے تیار کیا تھا؛ نیز قرآن مجید کی زبان میں آپ کو اُس وقت تک ایسا امتیاز حاصل نہیں ہوا تھا ' جو یونی ورسٹی کی اِس اہم کرسی کے لیے ضروری تھا؛ ناقدین نے اعتراض کیا کہ ایک ۳۱ سالہ جوان اِس منصبِ عظیم پر کیوں سرفراز کیا گیا ہے؟ مگر آپ نے بہت جلد ' عربی زبان میں امتیاز حاصل کر کے ناقدین کی زبانیں بند کر دیں! آپ اپنے منصب پر سنہ ۱۸۸۹ع سے ۱۹۳۷ع تک قائم رہے -

---

سنہ ۱۹۰۵ع میں آپ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی کونسل کے ممبر منتخب ہوئے - سنہ ۱۹۲۷ع میں اُس کے ڈائرکٹر ہو گئے - سنہ ۱۹۲۸ع میں اِس سوسائٹی کا سہ سالہ طلائی تمغہ آپ کو پیش کیا گیا - آپ برٹش اکیڈیمی کے ایک فیلو تھے - سنہ ۱۹۲۱ع میں درہم یونی ورسٹی نے آپ کو ڈی . لٹ . کی آنریری ڈگری دی - اور بھی متعدد علمی اعزازات آپ کو حاصل ہوئے - مستشرقین کی مختلف کانگرسوں میں ' بارہا حکومت نے آپ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا -

---

ڈاکٹر مارگولیتھ ایک عالم اور حکیم تھے - اُن کے اہم کارنامے اگرچہ عربی زبان و ادب سے متعلق ہیں؛ تاہم اُن کے حکیمانہ اعمال ' بہت سے دوسرے شعبوں تک وسیع ہیں - وہ یونانی زبان کے اعلیٰ درجے کے فاضل اور لاتینی کے ایک ممتاز عالم تھے - عبرانی ' سریانی ' فارسی اور ترکی کے علم نے اُنھیں اِن زبانوں کے صفِ اول کے علما میں جگہ دی تھی - سنسکرت اور ہندی سے بھی واقف تھے -

آپ کے کارنامے، دو شعبوں سے بالخصوص متعلق ھیں : (۱) ارسطو کی تصنیفات کی عربی شرحوں کا مطالعہ ' (۲) مذھب اسلام کی تاریخ - اِس دوسرے شعبے پر بعض بہت ھی اھم نوشتہ‌جات آپ نے شائع کیے - سب سے بہتر یاقوت حموی کی معجم الادباء ھے ' جو سات جلدوں میں سنہ ۱۹۰۷ع سے سنہ ۱۹۲۷ع تک نکلتی رھی - مسکویہ کی مستند کتاب "Eclipse of the Abbasid Caliphate" کے نام سے' سات جلدوں میں' سنہ ۱۹۲۰ع سے ۱۹۲۲ع تک شائع کی - اِن میں سے چار جلدوں کا ترجمہ اور فہرستیں بھی آپ نے تیار کیں - اِس کام میں آپ کے ساتھی ایچ . ایف. امڈروز (Amedroz) تھے - یہ دونوں تصنیفیں بڑے معرکے کی ھیں ؛ جن کا مطالعہ عربی ادب کی ترقی و تاریخ اور خصوصاً تاریخ اسلام کے لیے ناگزیر ھے -

---

اشاعت کتب کا کام ' آپ نے سنہ ۱۸۸۹ع ھی سے شروع کر دیا تھا - شائع کردہ کتابوں میں زیادہ تر عربی متون و تراجم ھیں - اِن کتابوں کے تحشیہ و تصحیح میں آپ کا بڑا وقت صرف ھوا - "گب میموریل سیریز" کی فہرست میں آپ کا نام نامی بہت روشن نظر آتا ھے - لیکن اِن کتابوں کے علاوہ ' جو مضامین ' سائنٹفک انسائیکلوپیڈیاؤں کے لیے آپ نے تحریر فرمائے ؛ اُن کی بھی بہت بڑی تعداد ھے - انسائیکلوپیڈیاؤں اور ھاسٹنگ کی بائبل کی لغتوں میں' اسلام کے متعلق تمام مضامین آپ ھی کے " بار آور " قلم سے نکلے ھیں - آپ نے جو مضامین عوام کے لیے لکھے ' اُن سے بھی علم میں اضافہ ھوتا ھے ! آج مرنے والے کی روح ' اِن سب چیزوں کی طرف اشارہ کر کے کہہ رھی ھے :

تلک آثارنا تدلّ علینا ! فانظروا بعدنا الی الاثار[1] !

1—یہ ھمارے نشانات ھیں جو ھم پر دلالت کرتے ھیں - تم ھمارے بعد ھمارے نشانات کو دیکھو !

پروفیسر مارگولیتھ، اسلامی علوم و ادبیات کا ایک "زندہ کتب خانہ" اور "چلتا پھرتا میوزیم" تھے! عربی کی متداول اور نایاب کتابوں میں شاید ھی کوئی کتاب ھوگی جو آپ کی نظر سے نہ گزری ھو - عربی ادب میں آپ کو حیرت انگیز کمال حاصل تھا - عربی لکھنے والوں میں تمام دنیا میں بہ مشکل دو چار آدمی، آپ کے مقابلے کے نکل سکتے ھیں! آپ کا طرزِ تحریر نہایت دلنشین اور تخیل عربی تھا، جو عجمیت کے شائبے سے بالکل پاک تھا - جرجی زیدان نے صحیح لکھا ھے کہ آپ کا اسلوبِ تحریر، صدرِ اسلام کے بلغا کے اسلوبوں سے ٹکر کھاتا تھا! آپ نے دو والاناموں سے مجھے بھی سرفراز فرمایا ھے - اُن میں آپ نے جیسی عبارت لکھی ھے، اُس سے جرجی زیدان کے خیال کی تائید ھوتی ھے - یہ تحریریں جانِ ادب ھیں - افسوس! ایسے لکھنے والے اب کہاں؟

آپ کا تصنیفی رجحان دو طرف تھا: قرآن مجید کی زبان اور قرآن مجید کا مذھب - قرآن مجید کی زبان آپ کو بہت محبوب تھی! عمر کا کافی حصہ اُس کی تحصیل اور اکیاون سال اُس کی تدریس میں گزارے - عربی ادبیات پر بہت سی کتابیں اور مقالے تحریر فرمائے - سنہ ۱۹۱۷ع میں لاھور آکر پنجاب یونیورسٹی میں "روس کے متعلق اسلامی جغرافیا نویسوں کی معلومات" پر ایک بڑا پُرمغز مقالہ پڑھا - اِسی زمانے میں، "انجمن آداب اللغة العربیة، لندن" کے قیام کا اعلان کیا - اُس کا مقصد یہ تھا کہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی سے زیادہ بڑے پیمانے پر، عربی زبان و ادب کی خدمت کی جائے - اور تمام دنیا کے عربی بولنے والوں میں ایک رشتۂ اتحاد قائم کیا جائے افسوس ھے کہ جنگ عظیم کی مصروفیتوں نے لوگوں کو اِس طرف متوجہ نہ ھونے دیا - اور ڈاکٹر صاحب

کی تمنا پوری نہ ہو سکی - آپ نے انجمن کی ہندوستانی شاخ کا کام میرے سپرد کیا تھا - میں نے نواب حاجی محمد اسحاق خاں بہادر ، آنریری سکریٹری محمڈن کالج علی‌گڑھ کی صدارت میں کمیٹی قائم کی - مگر حالات وہی تھے جو لندن اور مصر کے تھے -

---

قرآن‌مجید کے مذہب سے آپ متفق نہ تھے! آپ کے والد ایک مشنری اور پادری تھے - آپ خود بھی ایک پادری تھے ! اِس لیے عیسائیت کی تبلیغ اور مدافعت کا ماحول ، بچپن ہی سے آپ کو ملا تھا ! جو لوگ اِس نکتے پر نظر رکھتے ہیں ، وہ یہ سمجھ سکیں گے کہ کیوں " تاریخ تمدن اسلامی " (ج ۴) کے مترجم کے قلم سے " لائف آف محمد " جیسی کتاب نکلی ؟

آپ کی تحقیق اور ریسرچ کا ایک منظر یہ ہے کہ سنہ ۱۸۹۶ع میں "Ecclesiasticus" کے دو اہم حصے دریافت ہوئے - یہ تورات کا ایک جز تھا ، جو غیر معتبر سمجھ کر اُس سے خارج کر دیا گیا تھا - اِن دونوں میں ایک حصہ ، عبرانی زبان میں تھا ؛ جو نامکمل تھا - دوسرا اُتنا ہی اہم حصہ ، آرامی زبان میں تھا جو Elephantine کے قرطاس (Papyri) پر لکھا ہوا تھا - پروفیسر مارگولیتھ نے دعویٰ کیا کہ یہ نو دریافت حصہ ، اصلی نہیں ہے ؛ بلکہ " یونانی زبان میں ایک تصحیف شدہ نسخہ تھا ، اُس سے ایرانی ترجمہ ہوا ، جو خود بھی تصحیف تھا اور اُس ایرانی تصحیف سے یہ ترجمہ ہوا ! " اُنھوں نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ ایک یہودی نے اِس نو دریافت حصے کو تصنیف کیا تھا ، جس کی مادری زبان عربی تھی ! اور جس کا زمانہ دسویں صدی عیسوی تھا ! اِن

تلخ مباحثوں میں کافی وقت صرف ہوا - پروفیسر صاحب کے مقابلے میں نامور نولدیکے اور بہت سے علما تھے - لیکن انصاف یہ ہے کہ اُنھوں نے جو چند اعتراضات متن سے متعلق کیے تھے ' وہ اِن حضرات سے اُٹھائے نہ اُٹھے- اور آج تک اپنی جگہ پر قائم ھیں -

---

پروفیسر مارگولیتھ نے ۸۱ سال ' ۶ ماہ کی عمر پا کر وفات پائی - اِس طرح انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی وہ سادہ جگہ پُر ھو گئی ' جو مارگولیتھ کے نام کے سامنے ' سنہ ۱۹۲۹ع کا مورخ ' آئندہ مورخ کے لیے چھوڑ گیا تھا ! پروفیسر صاحب اب اُس عالم میں ھیں ' جس کے لیے اُنھوں نے اپنے دین و مذھب کی حمایت کی تھی - ھندوستان کے بعض مشہور عالموں نے اُن پر تنقیدیں کیں - میں نے بھی اُن کے ایک مضمون " خلافت اور ترک " کا اِسی عنوان سے جواب لکھا تھا - لیکن وہ محض ایک " سخن گسترانہ بات " تھی ' جو " مقطع میں آ پڑی " تھی ! اُس سے پروفیسر صاحب کی عظیم‌الشان شخصیت کی تنقیص مقصود نہ تھی! اُنھوں نے نصف صدی کی طویل مدت تک ھمارے علوم و زبان کی مخلصانہ خدمت کی ہے - ھمارے دلوں میں اُن کی جگہ ہے ! ھم اُن کی یکرخی تصویر نہیں دیکھتے ! ھم اُن کی شخصیت کا " استحالہ " نہیں چاھتے !! ھم کو تو " غالب " کا یہ مشورہ پسند ہے :—

وفاداری ' بشرط استواری ' اصلِ ایماں ہے !
مَرے بت خانے میں' تو کعبے میں گاڑو برھمن کو!

سعید انصاری

ہندستانی اکیڈیمی صوبہ متحدہ الہ آباد

کے مطبوعات

۱—از منۂ وسطیٰ میں ہندستان کے معاشرتی اور اقتصادی حالات -
از علامہ عبداللہ بن یوسف علی ' ایم - اے ' ایل ایل ایم '
سی - بی - اے' مجلد ۱ روپیہ ۴ آنہ - غیر مجلد ۱ روپیہ -
۲—اُردو سروے رپورٹ - از مولوی سید محمد ضامن علی صاحب
ایم - اے - ۱ روپیہ -
۳—عرب و ہند کے تعلقات - از مولانا سید سلیمان ندوی- ۴ روپیہ -
۴—ناتن (جرمن ڈراما) مترجمۂ مولانا محمد نعیم الرحمان صاحب'
ایم-اے' ایم-آر' اے-ایس - ۲ روپیہ ۸ آنہ -
۵—فریبِ عمل (ڈراما) مترجمۂ بابو جگت موہن لال صاحب '
رواں- ۲ روپیہ -
۶—کبیر صاحب- مرتبۂ پنڈت منوہر لال زتشی- ۲ روپیہ -
۷—قرونِ وسطیٰ کا ہندستانی تمدن - از رائے بہادر مہا مہو اُپادھیا
پنڈت گوری شنکر ہیرا چند اوجھا' مترجمۂ منشی پریم چند -
قیمت ۴ روپیہ -
۸—ہندی شاعری - از ڈاکٹر اعظم کریوی - قیمت ۲ روپیہ -
۹—ترقیِ زراعت - از خانصاحب مولوی محمد عبدالقیوم صاحب
ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت - قیمت ۴ روپیہ -
۱۰—عالمِ حیوانی - از بابو برجیش بہادر ' بی-اے' ایل ایل بی -
۶ روپیہ ۸ آنہ -
۱۱—معاشیات پر لکچر - از ڈاکٹر ذاکر حسین' ایم-اے' پی ایچ ڈی-
مجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۱ روپیہ -
۱۲— فلسفۂ نفس - از سید ضامن حسین نقوی - قیمت مجلد
۱ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۱ روپیہ -
۱۳—مہاراجہ رنجیت سنگھ - از پروفیسر سیتارام کوہلی ' ایم-اے-
قیمت مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ' غیر مجلد ۴ روپیہ -
۱۴— جواہرِ سخن - مرتبۂ مولانا کیفی چریا کوٹی - جلد اول -
قیمت مجلد ۵ روپیہ ' غیر مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ - جلد دوم-
قیمت مجلد ۸ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۸ روپیہ - جلد سوم -
قیمت مجلد ۶ روپیہ ۸ آنہ' غیر مجلد ۶ روپیہ - جلد چہارم-
قیمت مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ' غیر مجلد ۲ روپیہ -

۱۵—علم باغبانی - از مسٹر وصی اللہ خاں - ایل - اے - جی - قیمت مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۲ روپیہ -

۱۶—انقلابِ روس - از کشن پرشاد کول - ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ - قیمت مجلد ۳ روپیہ ' غیر مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ -

۱۷—چلد دکھنی پھیلیاں - از محمد نعیم الرحمان ' ایم - اے ' استاد عربی و فارسی ' الہ آباد یونی ورسٹی - قیمت ۱ روپیہ ۴ آنہ -

۱۸—تاریخِ فلسفۂ سیاسیات - از محمد مجیب ' بی-اے (آکسن) جامعۂ ملیۂ اسلامیہ - دہلی - قیمت مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ غیر مجلد ۴ روپیہ -

۱۹—انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ - از علامہ عبداللہ یوسف علی صاحب - قیمت مجلد ۴ روپیہ ' غیر مجلد ۳ روپیہ ۸ آنہ -

۲۰—فلسفۂ جمال - از ریاض الحسن صاحب ' ایم - اے - قیمت ۱ روپیہ -

۲۱—دیوانِ بیدار - از جلیل احمد قدوائی صاحب - ایم-اے قیمت مجلد ۲ روپیہ ' غیر مجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ -

۲۲—نفسیاتِ فاسدہ - از معتضد ولی الرحمان صاحب ' ایم - اے- قیمت مجلد ۸ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۸ روپیہ -

۲۳—سلطان الہند محمد شاہ بن تغلق - از پروفیسر آغا مہدی حسین ' ایم - اے ' پی - ایچ - ڈی ' ڈی-لٹ - قیمت مجلد ۳ روپیہ ' غیر مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ -

۲۴—نظام شمسی - مترجمۂ شیخ جگو ' بی - اے ' ایل - ٹی ' قیمت ۹ روپیہ -

۲۵—سلطان محمود غزنوی - مترجمۂ سید جمیل حسین- ایم - اے (علیگ) - قیمت ۱ روپیہ -

(زیرِ طبع)

۲۶—رقعات غالب - مرتبۂ مولوی مہیش پرشاد صاحب -

ہندستانی اکیڈیمی - یو' پی الہ آباد -

پرنٹر—غلام اصغر' سٹی پریس' الہ آباد - پبلشر—ڈاکٹر تارا چند ' ہندستانی اکیڈیمی- الہ آباد -

رسالہ ندیم گیا کا شہرۂ آفاق

بہار نمبر سنہ ۱۹۴۰ء

مرتبہ: سید ریاست علی ندوی

تصاویر: (۱) مشہور بہاری آرٹسٹ ببّن جی کے چند نادر سہ رنگی شاہکار۔

(۲) متعدد آثار قدیمہ کے عبرت انگیز اور دلچسپ ہر دو قسم کے مناظر۔

(۳) بعض نادر تاریخی دستاویزات کا عکس۔

(۴) صوبہ بہار کے نامور مشاہیر، ممتاز ادبا، باکمال شعرا اور نوجوان انشاپردازوں کے ہاف ٹون تصاویر۔

اس تاریخی دلنواز مرقع، بہار نمبر سنہ ۱۹۴۰ء کا دامن مالامال ہوگا

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی، ادیب جلیل سید وصی احمد بلگرامی، ادیب شہیر حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی، پروفیسر مسلم، پروفیسر حسن عسکری، پروفیسر طاہر رضوی، پروفیسر ڈاکٹر عنایت اللہ، پروفیسر مظفرالدین، صباح الدین عبدالرحمن ایم - اے رفیق دارالمصنفین، پروفیسر اختر اورینوی، مشہور مزاح نگار حضرت مانپوری، نامی ادیب حضرت جمیل مظہری، حضرت آزاد عظیم آبادی، حضرت مبارک عظیم آبادی، حضرت نوح ناروی اور ایسے ہی بہ کثرت نامور ادیبوں اور شاعروں کے بلند پایہ مقالوں، افسانوں، ڈراموں، نظموں اور غزلوں سے۔

بہار نمبر کی قیمت ۱ روپیہ ۱۲ آنہ ہے۔ اگر آپ چار رُپَے بھیج کر رسالہ کے خریدار بن جائیں تو یہ نمبر مفت ہاتھ آئے گا اور سال بھر تک رسالہ بھی حاضر ہوتا رہے گا۔

هندستانی

هندستانی اکیڈیمی کا تماهی رساله

چلد ۱۰ | جولائی سنه ۱۹۴۰ع | حصه ۳

صحراے گوبی کے اکتشافات

(۲)

ایک اور حیرت‌ناک بات ایشیا میں Titanothere کا اکتشاف ہے۔ ڈاکٹر گرینجر نے صحراے گوبی میں جب اِن بہت بڑے سینگ والے چوپایوں کا پتا چلایا' تو اُسی زمانے میں صدر تحائف‌خانه' هنری فائر فیلڈ آسبرن نے اپنا رساله' مغربی نصف دنیا (امریکا) کے اِنھیں جانوروں پر ختم کیا تھا ! ایشیا میں صحراے گوبی هی وہ مقام ہے جہاں اِن کا پتا چلا ہے - بہت هی قدیم' تائٹانوڈیر محض امریکا میں پائے جاتے هیں ; جہاں اُن کی نسل قدآور' مہیب حیوانوں کی شکل میں ظاهر هوئی تھی - اور یه ایشیا کو هجرت کرنے سے پہلے کا واقعه ہے -

بہت سے اور ممال' اپنا رشته ناتا امریکا سے ظاهر کرتے هیں - لیکن اُن میں بہت سے ایشیائی تھے ; یا محض گوبین ! مہم والوں کو دیوهیکل بےشاخ گینڈے "Baluchitherium" کی هڈیاں ملیں' جو بلوچستان' اور

مغربی سائبیریا کا بھی کہلاتا ہے- لیکن غیر معمولی "Embolotherium" گوبی کے باشندے ہیں - اُن کی ناک پر ہڈی دار کُب ہوتا ہے ؛ سینگ نہیں ہوتے - دوسری اقالیم میں اِن سے مشابہ مخلوق کا پتا نہیں چلا ہے- شائد اُن کے سب سے قریبی رشتے دار تائٹانودیر ہیں - ایک قوی ہیکل' سگ نما' گوشت خوار "Andrewsarchus" محض گوبین تھا - اُس کا سر ۳۰ انچ لانبا تھا - وہ سب سے بڑے ریچھ سے بھی بڑا تھا ! اور ایک چیتا اُس کے پاس ٹھنگنا معلوم ہوتا تھا !

یوں گوبی کی فرد حیات' اصلی ایشیائی مخلوقات کا ایک مرکب افسانہ ہے' جو زیادہ ترقی یافتہ شکلوں میں اُس وقت ظاہر ہوئی تھی جب مہاجرین دوسری زمینوں سے وطن کی تلاش میں گوبی آئے تھے ؛ یا وہ اب تک زیادہ دور ممالک کی ایک شاہراہ ہے - اِس مختصر شمار میں ہاتھی کی قسم کو چھوڑ دیا گیا ہے؛ جس نے افریقا میں وجود پکڑتے ہوئے تین متفرق زمانوں میں' کم از کم تین چڑھائیاں' گوبی پر کی تھیں ! اِسی طرح کھریا کے تیلی (ندھے) ممال کو بھی چھوڑ دیا ہے ؛ کیونکہ وہ طویل مضمون کے مستحق ہیں -

انسان کے مطالعے میں' تاریخ انسانی کا ایک عالم (Anthropologist)' معدوم جانوروں اور پودوں کے عالم (Palaeontologist) سے ہاتھ ملا سکتا ہے - اِن لوگوں نے اپنی پہلی مہم میں چند موسمزدہ سنگی آلات' سلسلۂ التائی میں پائے تھے - دوسری دفعہ ڈاکٹر گرینجر اور مسٹر اولسن نے آدھے درجن اور جمع کیے - یہ اُس وادی میں ملے' جو اُن سرخ' ڈھلواں' چٹانوں کے شمالی جانب ہے؛ جہاں ڈائنوسر کے انڈے دستیاب ہوئے تھے ! اِن اکتشافات کی وجہ سے تیسرے سفر میں ڈاکٹر نلسن کا ساتھ رہنا ضروری معلوم ہوا' جو تاریخ انسانی کے ایک عالم ہیں - اُنہوں نے

حجری زمانے کی تہذیبوں کے مختلف سلسلوں کے مصنوعات پائے - سب سے پرانی تہذیب کے صرف سادہ، موسم زدہ، حجری اوزار اور هتھیار ملے - هر پچھلی تہذیب، اپنے اگلی تہذیب کے مقابلے میں، زیادہ مرکب نظر آئی - حجری تیروں کی نوکیں، بھالوں اور نیزوں کی انیاں، متی کے برتن اور منکے (مالا کے دانے) ملے - اِن قدیم آلات میں سے کچھ، اور خود یہ تہذیبیں، تھیک طور پر هندوستان کی قدیم تہذیبوں اور آلات سے مشابہ تھیں ! گوبی کے سنگی زمانے کی تہذیبوں نے دھاتوں کے استعمال میں سبقت کی؛ لیکن لوھا اور کانسی، جو قبروں میں ملے؛ زیادہ بعد کی تہذیبوں کا ریکارڈ هیں ! هزاروں مصنوعات جمع کیے گئے هیں؛ اور تحایف‌خانے میں ڈاکٹر نلسن اور اُن کے رفقا نے مطالعے کا کام شروع کر دیا ھے -

اُسی موسم میں ڈاکٹر رالف چینے، معدوم نباتات کے عالم (Palaeobotanist) کی حیثیت سے اِن لوگوں کے ساتھ ھو لیے تھے- پتھروں میں بدلے ہوئے پودے، صحرا میں بہت کم ملے ؛ اور اُن میں سے اکثر اچھی حالت میں نہیں هیں - ڈاکٹر چینے نے جو کچھ ملا، لے لیا ؛ اور اقلیم گوبی کے جدید پودوں کا ایک شاندار مجموعہ تیار کیا -

ڈاکٹر چارلس پی ، برکے اور پروفیسر فریڈرک ، کے ، موریس نے مہم کے تمام راستوں کے کنارے کنارے ، میل بہ میل ، اُریب ارضیاتی حصے کے ۲ هزار میل طے کیے- اِسی طرح پہلے دو سال کے اندر اِن لوگوں نے راستے کے نقشوں کے ۱۵۰۰ میل طے کیے؛ اور ایک هزار سے زائد مربع میل کی Plane table [1] پیمائشیں کیں - نقشہ‌سازی کا کام ، تیسرے موسم کے درمیان ، میجر ایل - بی - رابرٹس اور اُن کے دو ماهر قائم مقاموں

1—ایک پیمائشی آلہ جو نقشے بنانے میں زاویۂ پیمائی کے کام آتا ھے -

نے ختم کیا - ماہرین ارضیات نے پرتوں کا ایک بڑا سلسلہ جمع کیا ' جس کا مطالعہ ڈاکٹر جارج' بیین کی رفاقت میں ہو رہا ہے - آبی' بدلی ہوئی چیزوں کا مطالعہ ' معدوم جانوروں اور پودوں کے شہرۂ آفاق عالم ڈاکٹر اے ' ڈبلیو ' گراباؤ نے شروع کیا ہے ؛ جنھوں نے مخصوص موضوع کی ایک بڑی جلد میں اُن کا تذکرہ کیا ہے -

گوبی کی ارضیاتی سرگزشت کا خاکہ یوں کھینچا جا سکتا ہے :
قدیم ابرق کی چٹانوں کے ایک پیچ در پیچ حصے پر ' سمندر اندر کی جانب کھسک آیا ؛ اور چونے کے پتھر' شیل[1] ' جوالا مٹی[2] ' اور کمہاری مٹی[3] کی وسیع دبازت چھوڑ گیا ؛ جو طبقات ارض کے دور اولین (Palaeozoic) ' اور خصوصاً اِس دور کے آخری حصے کی چیزیں ہیں - "Permian" دور کے بعد ایک بڑے انقلاب نے اِن تمام پرتوں کو دھرا کر دیا ؛ اور گرانیٹ کے بڑے تودوں نے بہت سے شیل کو پرت‌دار چٹانوں میں تبدیل کرتے ہوئے اُن پر یورش کی - تب پہاڑی سلسلے ' غالباً زیر جو راسی[5] زمانے میں آہستہ آہستہ ختم ہو گئے ؛ کیونکہ اُس زمانے کی پرتیں گوبی میں نہیں معلوم ہوتیں - جوراسی[6] زمانے میں' گوبی میں بہت سے

1—Shale ' سلیٹ سے مشابہ ایک قسم کا نرم پتھر جس کے آسانی سے باریک پرت ہو جاتے ہیں -

2—Graywacke سبز یا بادامی مٹی ' جو آتش فشانی چٹانوں کے گھسنے اور ٹوٹنے سے بنتی ہے -

3—Argillite

4—قدیم‌ترین سلسلۂ طبقات الارض کے بالا ترین حصے کے متعلق جس میں زیادہ تر سرخ ریتیلے پتھر اور میگنیشیائی کلسی پتھر ہوتے ہیں -

5—Triassic وہ طبقہ جو جوراسک چٹانوں کے نیچے واقع ہے -

6—جورا پہاڑ کی طرح چونے کے ارلیتی (Oolitic) پتھر سے بھرا ہوا -

بین‌الجبال وادی بنے' جب کہ رکمات[1] لاوا کی قسم[2] آتش فشانی مادے کے پتھر کے ٹکڑے' شہل اور ہلکے' ناقص کوئلے مجتمع ہوئے- ایک اور اضطراب نے اوپرکو اُبھار کر' گوبی اور چین کی جوراسی چٹانوں کو منقطع کردیا - پھر پہاڑ ہوَا سے شکستہ ہو گئے؛ اور گوبی بتدریج دریا برآمد مٹی کی تہ سے ایک وسیع' چھچھلے وادی یا وادیوں کے سلسلوں کی شکل میں جم گیا ' جہاں کھریا کی خاصیت والی گادوں کی ہلکی تہیں بچھی ہوئی تھیں - اِن میں سے اکثر ۲۰۰ فیٹ موٹی سے کم ہیں اور کوئی ۲۰۰۰ فیٹ سے زیادہ نہیں ہے - چند رکمات ہیں (تقریباً سب پلدول اور ریت کے ذرے ہیں) جو دلالت کرتے ہیں کہ زمین اُس زمانے میں اونچی یا نا ہموار نہ تھی - ابتدائی (زمین کی ساخت کے) دور ثالث کی بناوٹیں بھی' کھریا کی خاصیت والی تہوں کے مقابلے میں نسبتاً ہلکی ہیں؛ اور تقریباً سب مہین-دانہ‌دار پلدول اور پلدول-بالو کا مخلوط ہیں - اِن لوگوں کو Eocene [3] اور Oligocene [4] زمانے کی بہت سی امانتیں ملیں' جو ہر دور کی سلسلہ‌وار تقسیمات کو ظاہر کرتی ہیں؛ البتہ Miocene [5] تہیں تقریباً غائب ہیں - وہ تقریباً بالکل "Peneplane" جو یقیناً گزرے ہوئے مایوسین یا ابتدائی Pliocene [6] کے درمیان مکمل ہوئے ہیں' اُن سے آج کل کے اُبھرے ہوئے پہاڑ ڈھال بنائے گئے ہیں - اِس سے اِن لوگوں نے فیصلہ

1—Conglomerate گول تودے یا ڈھیر کی شکل میں کیا ہوا - ذروں کا پانی میں بیٹھ کر جما یا پتھر بنا ہوا تودہ -

2—Lava پگھلا ہوا مادہ جو جوالا مکھی پہاڑ سے بہتا ہے -

3—تیسرے طبقے کا اسفل درجہ -

4—درمیانی طبقے اور نچلے طبقے کے بیچ کا -

5—تیسرے ارضیاتی دور کے طبقۂ اوسط کا -

6—جدیدتر طبقہ -

کیا کہ مایوسین زمانے میں زمین پانی سے کٹ گئی تھی' اور زیادہ تر گادیں اقلیم گوبی کے باھر چلی گئیں - اِس طرح "Peneplanes" سے پتا چلا کہ کیوں مایوسین امانتیں کم‌یاب ھیں - گوبی سے بہت دور صرف دو بلناوتیں اِس زمانے کی معلوم ھیں' لیکن دونوں میں اھم مدفون بدلے ھوئے آثار ملتے ھیں- قدیم پلایوسین امانتیں بھی کمیاب ھیں' لیکن گزرے ھوئے پلایوسین کے درمیان پہاڑوں نے بڑھنا شروع کیا اور وادیوں میں دریا برآمد متی کی تہ جمنا شروع ھوئی' اور زمین نے موجودہ شکل اختیار کرنے کی طرح ڈالی - اِن لوگوں کو کثیر امانتیں گزرے ھوئے پلایوسین زمانے کی ملیں' اور Pleistocene [1] کے دبیز' بھدے' گول تودوں یا ڈھیروں نے نئے پہاڑی سلسلوں اور منتشر' زیادہ باریک کنکروں کے ڈانڈے ملا دیے' جو صحرا میں بہت دور تک ھیں - جدید ترین طبقہ کے بارانی دور میں بڑے دریاؤں نے کشادہ گھاٹیاں گوبی میں تراشیں؛ لیکن خشک دوروں میں "Bedlands" اور "Undrained" غار بنے' اور دریائی سلسلے ایک "Snady" ڈیلٹا [2] یا ایک شور جھیل میں اپنی فنا کے لیے تتر بتر ھو کر پھیل گئے -

موجودہ صحرا نو عمر ھے - کیوں‌کہ اِس کا وجود صرف اُس زمانے سے ھے جب کہ برفانی زمانے کے سب سے اخیر بارانی دور میں موجودہ خشک آب و ھوا نے جگہ پائی - اور یہ ۲۰ اور ۳۰ ھزار برس کے اندر قیاس کیا جاسکتا ھے -

مقرر (یعنی پروفیسر فریڈرک' کے ' موریس) اپنے خطبے کو اِس طرح ختم کرتے ھیں :

1—جدید ترین طبقہ -

2—مثلث نما زمین' جو کسی دریا کے دھانے پر بن گئی ھو -

یوں صحرائے گوبی اپنی داستان ایک مغلی شاعر کی طرح سناتا ہے، اُن لوگوں کو جو اُس کی زبان سیکھیں اور اُس کی آواز پر متوجہ ہوں! اور اِس معاملے میں یہ مشابہ ہے تمام اور زمینوں سے، جن میں ہندوستان بھی شامل ہے؛ جس کا راگ تین مسرور، دل‌چسپ، مہینوں سے اب میں سن رہا ہوں[1]!

——

1—ماخوذ از سائنس اینڈ کلچر، ص ۵۰۲-۵۰۵، بابت اپریل سنہ ۱۹۳۸ م -

نظریۂ تخلیق

(Cosmogony)

کلدی نے پوری کائنات' یا نظام شمسی کی تخلیق کا کیا نظریہ قایم کیا تھا ؟ یہ ھمکو معلوم نہیں - البتہ تحت‌القمری عالم ' یعنی کرۂ زمین' کرۂ آب' کرۂ ھَوا ' اور کرۂ بخار (نار)' بہ الفاظ دیگر ' عالمِ عناصرِ اربعہ کی تخلیق کے متعلق اُس نے جو کچھ لکھا ھے : اُس کا ھمکو اجمالاً علم ھے - دنیا میں سب سے پہلے ' کلدی نے تخلیق کا سائنٹفک نظریہ پیش کیا ھے ! امپی ڈوکلس اور افلاطون اِس طریقے سے ناواقف تھے - اور ثالیسِ ملطی (Thales of Miletus) کا تو نام لینا ھی فضول ھے - دوسری قوموں میں اِسکی نسبت جو خیالات موجود ھیں ' وہ صرف " میتھالوجی " ھے !

یورپ میں ' نظریۂ تخلیق کی بنیاد ' نیوٹن نے سنہ ۱۶۹۲ع میں اپنے مسئلۂ کشش پر رکھی ھے - اُس کے بعد کانت نے سنہ ۱۷۵۵ع میں مسئلۂ کشش کو خام اجناس کے طور پر استعمال کرکے علیحدہ راستا اختیار کیا ھے - سنہ ۱۷۹۶ع میں لپ لیس (Laplace) نے " سدیمی[1] مفروضہ " "Nebular Hypothesis" پیش کیا ھے[2] - کیونکہ اِس سے پہلے سنہ ۱۷۷۱ع میں سدیم (Nebula) کا اکتشاف ھوچکا تھا -

1—سدیم' عربی کا پرانا لغت ھے - رقیق ابر کو کہتے ھیں -

2—انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ' س ۳۸۸' ۳۸۹ ج ۶ -

سدیم کا نظریہ ' دوربین کے بغیر قایم نہیں ہوسکتا تھا - یورپ میں دوربین سنہ ۱۶۰۸ع میں بنائی گئی اور جب اُس میں کافی ترقی ہو گئی ' اُسوقت ۱۸۸ برس کے بعد یہ نظریہ قائم ہوسکا -

لیکن اسلام میں ' یورپ سے ۷۵۰ برس پہلے ' کندی نے دوربین ایجاد کرلی تھی؛ اس لیے اُس نے نظریۂ سدیم پر اپنے "فلسفۂ تخلیق" کا سنگ بنیاد ' یورپ والوں سے ۹۵۰ برس پہلے رکھ دیا تھا! یہ فلسفہ تحت القمری عالم سے متعلق تھا ' جو پوری کائنات یا نظام شمسی کے مقابلے میں ایک محدود وسعت (Scope) ہے -

سدیم ' بلا استثنا ' بےامداد آنکھ سے نظر نہیں آسکتے - بہت لانبے سدیم ' بہت طاقتور دوربین سے دکھائی دیتے ہیں - کیونکہ دوربین میں یہ بڑے ہوجاتے ہیں! کندی نے اگر عقلاً اُن کا وجود تسلیم کیا ' تو یہ اصابت راے کی ایک حیرت انگیز مثال ہے - اور اگر دوربین سے اُن کا مشاہدہ کیا ' تو اُس کی آنکھ ' سُب سے پہلی انسانی آنکھ تھی ' جو عالم کے اولین مادے کی زیارت سے مشرف ہوئی!

سدیم دو طرح کے ہیں - جو کہکشاں سے باہر ہیں ' ہم کو اُن سے بحث نہیں - کیونکہ شاید کندی ' اُن کو دیکھ نہ سکا ہو! البتہ جو کہکشاں کے اندر یا آس پاس پائے جاتے ہیں ' اُن کی دریافت زیادہ قرینِ قیاس ہے - اُن کی خاص تعداد ہے - یہ تین قسم کے ہوتے ہیں [1] :—

(۱) سیاہ (Dark) ' یہ چمکدار نہیں ہوتے - اِن کی صورتیں بھی بےقاعدہ ہوتی ہیں - اِن میں عمدہ خاک کی ایک بڑی مقدار موجود ہے!

---

1 — انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا' ص ۱۸۵' ۱۸۶' ج ۱۶ -

(۲) منتشر یا طولانی (Diffuse) ' یہ پہلی قسم سے مشابہ ہوتے ہیں - اِن کی شکلیں بھی بےقاعدہ ہیں - لیکن یہ روشن ہیں اور روشنی مدھم ہوتی ہے - اِن کی کثافت یا ثقل (Density) بہت ہی کم ہے - یعنی معمولی ہَوَا سے ایک بٹا ایک پدم (۱/۱,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰) سے زیادہ نہیں ! بلکہ اِس سے بھی کم کثافت ہو سکتی ہے -

(۳) متحرک یا سیّاری (Planetary)' اِن کی شکلیں قرص کی طرح' کروی اور گول یا تقریباً گول ہیں- اِن کے کنارے صاف طور پر تمیز کیے جاتے ہیں - یہ بہت روشن ہیں -

بہت سے گیس سی شکل کے سدیم ہیں' جن کے روشن خطوط سے عکس شعاعی (Spectrum) میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی یہ روشنی ایک گیس کی وجہ سے ہے' جس کا ثقلِ نوعی کم ہے - اِن سدیموں کے عناصر میں' ہائیڈروجن اور ہیلیم (Helium) کا پتا چلتا ہے - آخری عنصر' ایک شفاف گیس ہے' جو فضاے آفتاب میں پایا جاتا ہے - ایک اور عنصر بھی ہے' جو زمین پر نامعلوم ہے- اُس کا نام نیبولیم (Nebulium) رکھا گیا ہے - اُس میں برقائی (Ionised) اور دوچند برقائی (Doubly ionised) ہوئی آکسیجن " ماوراء ثابت " (Metastable) حالت میں دریافت کی گئی ہے-

یہ تینوں قسمیں' بہت ہی بڑی مقدار میں' موجود ہیں - ایسی مقدار کہ اُس سے آفتاب کے برابر برابر' ہزاروں ستارے؛ اور ہمارے نظامِ شمسی جیسے سیکڑوں نظام ؛ تیار ہو سکتے ہیں-

کندی نے خام اجناس کے طور پر' ایک ثابت (Stable) شے' فلک (قمر) کے حشو (Stuffing) میں تسلیم کی ہے - اُس شے کے "استحالہ" (Transformation) سے وہ نار' ہَوَا ' آب اور ارض کا وجود قرار دیتا ہے -

اِس لیے ضروری ہے کہ اُس میں یہ تمام عناصر' کسی نہ کسی صورت میں موجود ہوں! تاکہ اُن کا استحالہ ہو سکے - سدیم کی پہلی قسم میں عمدہ '' خاک ''؛ دوسری میں لطیف ترین '' ہوا ''؛ اور گیس سی شکل کے سدیموں میں '' پانی '' کے عناصر (ہائیڈروجن اور آکسیجن) ' اور '' نار '' کی خصوصیت درخشانی؛ موجود ہے! اِس لیے کنڈی کی وہ ثابت شے '' سدیم '' ہی ہو سکتی ہے! اور کوئی مادۂ اولین' ایسا معلوم نہیں ہے' جس پر کنڈی کا نظریہ' منطبق ہو سکے -

کنڈی نے گیس کی اِس فضا یا کمیّت کو جس طرح بیان کیا ہے' اُس کی تفصیل سے پہلے چند تشریحات ضروری ہیں -

۱—اِس '' ثابت '' شے کو کنڈی نے' نیوٹن کی طرح' روشن فطرت کا مادہ؛ یا کانت کے الفاظ میں گڈمڈ (Chaotic) یا درهم' برهم اولین مادہ نہیں کہا ہے - لیکن اُس میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں - ''روشنی'' اِس سے ثابت ہے کہ استحالے کی پہلی شکل' کنڈی نار کو قرار دیتا ہے! ''گڈمڈ ہونا'' یوں معلوم ہے کہ استحالے کے بعد کنڈی' اُس کو چار شکلوں میں نمایاں کرتا ہے - '' اولین '' ہونا ' ظاہر ہے -

۲—ثابت کے معنے '' غیر متحرک '' نہیں ہیں - کنڈی' جسم کے لیے حرکت کو طبیعی اور دائمی سمجھتا ہے - یوں بھی غیر متحرک شے' متحرک فلک سے رگڑ کیوں کر کھا سکتی ہے؟ پھر '' محاکۃ '' باب مفاعلۃ کا مصدر ہے - اِس میں طرفین کا ایک دوسرے سے رگڑ کھانا ظاہر ہوتا ہے -

۳—ثابت کا لفظ سیّال اور گیس' دونوں کے لیے صحیح ہو سکتا ہے - لیکن کنڈی کا اولین مادہ سیّال نہیں ہے - بوجوہ ذیل :—

(الف) سیّال' صرف پانی ہو سکتا ہے؛ ہَوا ' نار اور خاک نہیں -

حالانکہ اُس مادے میں اِن کی بھی رعایت ہونی چاہیے - کیونکہ اُس کا اِن سے بھی استحالہ ہوتا ہے -

(ب) کندی نے پہلے، نار کی تخلیق تسلیم کی ہے، پھر ہَوا، پانی اور زمین کی - اِس لیے کسی سیّال کے مقابلے میں گیس کا نار بن جانا، زیادہ آسان ہے -

(ج) کندی نے خود تصریح کی ہے کہ: ''رطوبت، قلت حرارت اور قلت تکثف کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے -'' جو بعد کا درجہ ہے - اِس لیے اولین مادہ سیال نہیں ہو سکتا -

۴—یہ اولین مادہ '' گیس '' ہے - جو سدیم کی بعض قسموں میں موجود ہے -

۵—یہ مادہ، '' یابس '' ہے - کندی نے بتایا ہے کہ '' یبوست '' گرمی یا سردی سے ہوتی ہے -

۶—یہ '' بارد '' تھا - کیونکہ اِس میں '' حَرارت '' رگڑ سے پیدا ہوئی - لیکن اُس برودت کا حرارت پر کوئی زمانی تقدم نہیں بتایا جا سکتا ! کیونکہ حرارت، حرکت کے ساتھ ہی پیدا ہوئی - اور حرکت، اِس مادے کی طبیعت میں داخل تھی !

۷—یہ فطرتاً ''متحرک'' تھا- فلک کی حرکت اور اِس کی حرکت سے جب رگڑ پیدا ہوئی تو اِس میں '' تسخین '' نمودار ہوئی - تسخین، شدت کی، تکلیف دہ، گرمی کو کہتے ہیں [1] -

۸—'' حرکت '' کو سبب قرار دینے کی وجہ سے، کندی، نیوٹن اور کانٹ سے علحدہ ہو گیا ہے - یہ دونوں '' کشش '' کو سبب قرار دیتے ہیں- کانٹ نے اِس سلسلے میں ایک فاش غلطی بھی کی ہے، جس سے کندی

1—لسان العرب، ص ۶۶-۶۸۰ ج ۱۷ -

محفوظ ھے ! اُس کا تصور یہ ھے کہ " اولین ذرات کے تصادم سے نہ صرف گرمی پیدا ہوئی؛ بلکہ حرکت بھی پیدا ہوئی -" لیکن اِس میں غلطی یہ ھے کہ وہ " حرکت کو، عدم حرکت سے پیدا کرتا ھے !"

۹—کندی نے " حرکت " سے " رگڑ " کا پیدا ہونا بیان کیا ھے - اور پھر رگڑ کا نتیجہ " تسخین " (شدید، تکلیف دہ گرمی) کو بتایا ھے - کانٹ یہ دکھاتا ھے کہ اولین ذرات، مسلسل ایک دوسرے پر گرتے رھے - اِس کی وجہ سے وہ گرم ہو گئے اور حرکت میں آ گئے - اُس نے ذرات کی " گولہ باری " کی کوئی طبیعیاتی یا فلسفیانہ توجیہ نہیں کی ھے !

۱۰—کندی نے اِس مادے کی حالت کو " ثابت " کے لفظ سے تعبیر کیا ھے - سدیم کے تمام عناصر ثابت ھیں - صرف نیبیولیم " ماوراء ثابت " حالت میں ھے - ماوراء ثابت کو اصطلاحاً "Metastable" کہتے ھیں- "Meta" لاتینی سابقہ، تغیر و انقلاب پر دلالت کرتا ھے- "میٹااستیبل" سے وہ حالت ظاہر ہوتی ھے جو " ثابت کے علاوہ " ھے - مطلب یہ ھے کہ نیبیولیم، سدیم کے عناصر میں سب سے قدیم عنصر اور اُس کی حالت، سب سے قدیم حالت ھے ! کندی کا " ثابت " نیبیولیم سے جدا اور بعد کی حالت ھے -

۱۱—کندی نے دکھایا ھے کہ اولین مادے کا جو حصہ ، فلک (قمر) سے دور تھا ، وہ (نسبتاً) ساکن رہا - جس سے تبرد اور تکثف پیدا ہوکر زمین بن گئی - یعنی دور ہونے کے سبب ، مرکز کی حرکت کا اثر اِس حصے پر کم پڑا ، جس سے گرمی بتدریج کم ہوکر سردی پیدا ہوگئی ، اور پھر سکڑنے (یعنی کثیف ہونے) کی صلاحیت آگئی - سدیمی مفروضے کا بانی لپ‌لیس یہ کہتا ھے کہ سدیم سے مسلسل ضوریزی ہوتی رھتی ھے - اُسکی سے وجہ یہ سرد ہو جاتا ھے ؛ اور سرد ہونے کے بعد سکڑ جاتا ھے !

طبیعیاتی حیثیت سے ہم دونوں توجیہوں کو تسلیم کرسکتے ہیں -

۱۲ ــ کندی نے اِس مادے کو " مستدیر " مانا ہے - مستدیر کا مطلب بالکل گول نہیں - اِس مفہوم کے ظاہر کرنے کے لیے " صحیح یا تام الاستدارۃ " کا لفظ ہے - اُسکے اصول کے مطابق یہ شکل اہلیلیجی یا نارنگی کی ہو سکتی ہے ! لیکن نارنگی کی شکل کروں کی ہے اور اہلیلیجی عناصر کی - چونکہ اِن عناصر میں زمین نارنگی کی شکل پر ہے ' اسلیے مجموعی طور پر عناصر اربعہ کے عالم کی شکل اہلیلیجی اور نارنگی کے درمیان ہونی چاہیے اور وہ شکل بیضاوی ہے ! یہیں سے فلک القمر کے مستدیر ہونے کا مطلب بھی سمجھ لینا چاہیے - قدیم طبیعیات میں تمام افلاک " تام الاستدارۃ " (بالکل گول) مانے جاتے ہیں - لیکن کندی کے نظریے کے موافق یہ فلک (یعنی فلک القمر) ' بالکل گول نہ ہوگا - بلکہ سدیم کی جو شکل ہوگی ؛ وہی اِس کی ہوگی ' یعنی بیضاوی ! آج کل بھی مدار قمر (یا فلک قمر) بیضاوی تسلیم کیا جاتا ہے -

کندی کا جزیرۂ عالم

تشریحات مذکورہ کے بعد اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا کندی کے فلسفۂ تخلیق اور جدید نظریے میں کوئی بنیادی فرق ہے ؟ ہم اِس کا جواب " جزیرۂ عالم " (Island Universe) کے نظریے کے مطابق یوں دینا چاہتے ہیں کہ جدید نظریہ ' بعض کے یہاں تمام کائنات ' اور بعض کے یہاں نظامِ شمسی کی تخلیق پر حاوی ہے - لیکن کندی کا نظریہ ' محض عالم تحت القمری کی پیدائش سے بحث کرتا ہے - اور کروں اور جسموں کی نسبت ' کندی نے تخلیق کا خیال کیونکر قائم کیا تھا ؟ یہ ہم کو معلوم نہیں ہے ! بہ الفاظِ دیگر " اگر کندی کے عناصرِ اربعہ کے کروں کو جزائر قرار دیا جائے تو جدید نظریے کا نظامِ شمسی ایک براعظم ہوگا "-

نظریۂ تخلیق

بہر حال، کندی کا نظریۂ تخلیق، ابنِ سینا کے الفاظ میں یہ ہے :—

قال الشیخ فی الشفاء ان قوماً من المنتسبین الی ھذا العلم کابی اسحاق[1] الکندی ذکروا ان الفلک لاستدارتہ یجب ان یستدیر علی شیء ثابت فی حشوہ - فیلزم من محاکتہ التسخین حتی یستحیل ما یقرب منہ ناراً، و ما یبعد عنہ یبقی ساکناً فیصیر الی التبرد والتکثف حتی یصیر ارضاً، وما یلی النار منہ یکون حاراً لٰکن حرارتہ اقل من حرارۃ النار، وما یلی الارض یکون کثیفاً لٰکن اقل کثافۃ من الارض ؛ وقلّۃ الحرارۃ وقلّۃ التکثف یقتضیان الرطوبۃ، لان الیبوسۃ اِما من الحر واِما من البرد[2] -

یعنی فلک، چونکہ مستدیر ہے، اس لیے ضرور ہے کہ اُس کے بھراو میں کوئی ثابت چیز ہو - اُس میں اور اِس چیز میں رگڑ پیدا ہونے سے سخت گرمی پیدا ہونا لازم ہے - یہاں تک کہ اُس کے قریب کا حصہ آگ سے مستحیل ہو جائے - اور جو حصہ اُس (فلک) سے دور ہے وہ ساکن باقی رہے - پھر تبرد اور تکثف تک پہنچ کر زمین بن جائے - اور جو آگ سے متصل ہے وہ گرم ہو ؛ لیکن اُس کی حرارت، آگ کی حرارت سے کم ہو - اور جو (حصہ) زمین سے متصل ہے وہ کثیف ہو ؛ لیکن اُسکی کثافت، زمین کی کثافت سے کم ہو - اور حرارت کی کمی اور تکثف کی کمی کا اقتضاء رطوبت ہے - کیونکہ یبوست یا گرمی سے ہوتی ہے یا سردی سے !

ابن سینا کا اعتراض

کندی کی اِس تحریر سے، اولین مادے کی نسبت، متاخرین نے، غلط طور پر یہ سمجھ لیا ہے کہ "فلک القمر کے حشو میں ایک ثابت چیز تھی، جس کی کوئی صورت، جسمیت کے

---

1 — شرح چغمینی میں کئی جگہ یہ نام آیا ہے - لیکن ہر جگہ غلط ہے - معلوم نہیں غلطی کا ذمہ دار کون ہے ؟

2 — شرح چغمینی، حاشیہ ص ۴۵ — تعلیقات برجندی -

علاوہ نہ تھی ؛ یعنی فقط ابعاد تھے' جن کو ''مجرد صورت جسمیہ'' بھی کہہ سکتے ہیں - پھر جو شکلیں پیدا ہوئیں وہ محض حرکت اور سکون (اضافی سکون) کا نتیجہ تھا -'' اِس خیال پر قائم ہوکر' ابنِ سینا نے کندی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ''جسم کا وجود اُس وقت مکمل ہوتا ہے جب ''مجرد صورتِ جسمیہ'' کے ساتھ' کوئی اور صورت بھی مقترن ہو !'' لیکن ایک مادہ' جو فضاے بسیط میں آج بھی پھیلا ہوا ہے ؛ جس کے روشن خطوط ' عکس شعاعی میں' دنیا والوں کو نظر آتے ہیں ؛ جو طاقتور دوربین سے دکھائی دیتا ہے ؛ جس کے فوٹو لیے گئے ہیں ؛ جس کے عناصر معلوم ہیں ؛ کیا ایسے مادے کو ''مجرد صورتِ جسمیہ'' کہہ سکتے ہیں ؟

عناصر اربعہ کی کریت

حرکیات (Dynamics) کے نظریۂ اجرام متحرکہ سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ کوئی سیال یا گیس کی کمیت، جو حرکت میں ہو؛ کروی شکل میں نہیں رہ سکتی - یہ شکل اُسوقت وہ اختیار کرسکتی ہے جب غیرمتحرک ہو! ایسی کمیت، سست حرکت میں جو شکل اختیار کرتی ہے وہ کسی قدر چپٹی اور کرہ نما، یعنی اُس کرے کی شکل کی ہوتی ہے جو قطبین پر چپٹا ہو[1]؛ اور وہ شکل ہوتی ہے جو اہلیلیجی شکل کے اپنے محور پر گردش کرنے سے پیدا ہوتی ہے[2] - بہ الفاظ دیگر یہ ایسا جسم ہوتا ہے جو ایک کرے سے اِتنا مختلف ہوتا ہے کہ اپنے خط استوا(Equator) پر کسی قدر اُبھرا ہوا، اور اپنے قطبین (Poles) پر کسی قدر چپٹا ہوتا ہے - یہ ایک نارنگی کی صورت ہوتی ہے!

کندی نے چونکہ ''نظریۂ تخلیق'' کی ابتدا ، ''گیس'' سے کی ہے ؛ اور سیاری نیبولا، جو متحرک نظر آتے ہیں، وہ عموماً قرص کی شکل میں ہونے کے باوجود، کسی قدر چپٹے ہوتے ہیں[3]، اس لیے اُسکے اصول کے مطابق عناصر اربعہ کی شکلیں اہلیلیجی (Elliptic) اور کرہ نما ہوسکتی ہیں - بالکل کرہ یعنی ''مستدیر تام'' نہیں ہو سکتیں!

ارض کی کریت

قدما زمین کو کرہ مانتے تھے ، اور تشکلات قسریہ (Constrictive Formations) قبول کرنے کی وجہ سے اُسکی سطح میں نا ہمواری کے بھی قائل تھے - کندی نے اُن کے خلاف

1—Oblate -   2—Spheriod -   3—انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ص ۱۸۶، ج ۱۶-

یہ نظریہ قائم کیا کہ زمین، خط استوا پر کسی قدر اُبھری ہوئی اور قطبین پر کسی قدر چپٹی ہے - یعنی اُسکی شکل نارنگی کی ہے - یہی خیال اُسنے تمام کروں کی نسبت ظاہر کیا ہے !

پانی کی کریت

پانی کو قدما بھی بالکل مستدیر نہیں مانتے تھے- کندی کا بھی یہی خیال تھا - وہ اُسکی دونوں سطحوں یعنی محدب (Convex) اور مقعر (Concave) کو "تام الاستدرۃ" نہیں سمجھتا تھا - اِس موضوع پر اُسنے ایک مستقل رسالہ لکھا تھا، جسکا نام یہ ہے :— "رسالۃ فی ان سطح ماء البحر کری " -

ہَوا کی کریت

قدما ہَوا کی مقعر سطح کو ناہموار اور محدب کو (مقعر نار کا تابع قرار دے کر) صحیح الاستدارۃ مانتے تھے - کندی کے نزدیک، ہَوا کی مقعر سطح، اہلیلیجی تھی ! محدب کو، چاہے اُسکی تخلیق اجزاے فلک کے محاذی ہو، یا منطقے (Zone) کے محاذی، دونوں صورتوں میں وہ مکمل اہلیلیجی یا اُس سے ملتا جلتا تسلیم کرتا تھا ! کہتا ہے[1] :—

اما محدب الھواء فعلی کلا التقدیرین اہلیلیجی تام او شبیھۃ بہ -	بہر حال، ہوا کا محدب (حصہ یا سطح) تو وہ دونوں حالتوں میں پورا اہلیلیجی یا اُسکے مشابہ ہے -

نار کی کریت

نار کی محدب اور مقعر، دونوں سطحوں کو قدما، صحیح الاستدارۃ مانتے تھے - کندی نے اِس سے اختلاف کیا - اُسکے نزدیک "نار" کی تخلیق ہَوا سے ہوتی ہے، اُس حرکت کی وجہ سے جو حرکت فلک کی تابع ہے - وہ ایک مکمل کرہ ہے -

1— شرح چغمینی، ص ۱۵ -

أسکی محدب سطح، صحیح معنی میں مستدیر ہے - مقعر سطح، اہلیلیجی شکل کی ہے، بشرطیکہ أسکی تخلیق، تمام اجزاے فلک کے محاذی ہو - مقعر سطح، اہلیلیجی اسلیے ہوتی ہے کہ نار کی تخلیق منطقے کے پاس، حرکت کی تیزی کے سبب، زیادہ ہوتی ہے ؛ اور قطبین تک بتدریج أس میں کمی آتی جاتی ہے - اگر نار کی تخلیق، تمام اجزاے فلک کے محاذی نہو ؛ بلکہ منطقے کے محاذی ہو ؛ اور قطبین تک پہنچنے سے پہلے تدریجاً کم ہوکر ختم ہوجائے ؛ تو کرۂ نار غیرمکمل ہوگا - أسکی محدب سطح غیرمکمل مستدیر، اور مقعر سطح غیرمکمل اہلیلیجی ہوگی ! کہتا ہے[1] :—

''انہا یتکون من الہواء بواسطة حرکة التابعة لحرکة الفلک، فہی کرة تامة، سطحہا المحدب صحیح الاستدارة والمقعر اہلیلیجی الشکل ان تکونت فی محاذاة جمیع اجزاء الفلک - وانما قلنا ان المقعر اہلیلیجی لانہا تتکون عند المنطقة اکثر بسرعة الحرکة و یتدرج فی القلة الی القطبین - وان لم یتکون فی محاذاة جمیع الاجزاء بل تتکونت فی محاذاة المنطقة متدرجة فی القلة الی ان ینفد قبل الوصول الی القطبین فہی کرة غیرتامة محدبہا مستدیر غیرتام، و مقعرہا اہلیلیجی کذلک''۔

1– شرح چغمینی، ص ١٥ -

پانی کے عناصر

(Elements of Water)

قدیم طبیعیات میں پانی کا اضافی ثقل تو تسلیم کیا جاتا تھا مگر اُس کے اجزا سے واقفیت نہ تھی - اُس کو "ایک عنصر" کہتے تھے - پانی کے "مرکب" ہونے کا خیال' یورپ میں ہنری کاونڈش (Henry Cavendish) نے جو ایک انگریز کیمیائی اور طبیعی تھا' ظاہر کیا تھا - لیکن اسلام میں' کاونڈش سے ۹۶۰ برس پہلے' کندی نے پانی کے مرکب ہونے کی خبر دے دی تھی!

اُس نے "رسالۃ فی الاثرین المحسوسین بالماء" میں یہ ثابت کیا ہے کہ پانی دو عناصر سے مرکب ہے - ممکن ہے کہ اُس نے اُن کے نام بھی رکھے ہوں - یہ دو عناصر وہی ہیں: ہائیڈروجن اور آکسیجن! پانی' ہائیڈروجن کا آکسائڈ ہے! اِن دونوں عناصر کا اُس میں کیا تناسب ہے؟ اِس کے متعلق ہم کو کندی کا خیال معلوم نہیں - اِس وقت بھی تناسب کے متعلق اختلاف رائے موجود ہے!

میرا خیال ہے کہ قدیم اور جدید تحقیقات کے راستے جداگانہ تھے - کندی نے "پانی کے تجربات" میں اِن عناصر کا اکتشاف کیا تھا - اِس کی بحث عناصر میں آ چکی ہے - کاونڈش نے "ہوا" میں ہائیڈروجن کو جلا کر پانی بنایا تھا -

---

1—شرح چغمینی' ص ۱۷؛ ثم الماء لکونہ ثقیلاً مضافاً -

احتراق زهرہ

(Transit of the Venus)

گہنائے ہوئے یعنی سیاہ، سیارۂ زہرہ کا ذکر، کئی جگہہ آ چکا ہے - کندی نے اِس نظریے کے ذریعے، فلکی طبیعیات (Astrophysics) میں بڑا شاندار اضافہ کیا ہے ! چاند اور سورج گہن سے، تو سب لوگ واقف تھے - کیونکہ یہ ہمیشہ مشاہدے میں آتے رہتے ہیں - لیکن اور سیّاروں سے آفتاب کا کسوف، کندی سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا ! چونکہ ایسے کسوف، دوربین کے بغیر، نظر نہیں آ سکتے؛ اِس لیے قدیم زمانے کا کوئی ہیئت‌داں، اُن کا قائل نہیں ہو سکتا تھا -

سب سے پہلے کندی نے، اپنی دوربین سے، ۱۹ رجب سنہ ۲۲۵ھ، مطابق ۲۶ یا ۲۷ مئی سنہ ۸۴۰ع کو، منگل کے دن، زہرہ سے آفتاب کا کسوف دیکھا ! اور ایک تحریر کے ذریعے، اِس مخفی راز قدرت کے چہرے سے پردہ ہٹا دیا - اُس کے بیان میں تین اہم باتیں ہیں :—

(۱) ظهرت فی الشمس نکتة سوداء قریب من وسطها -	آفتاب میں، اُس کے درمیانی حصے کے پاس، ایک سیاہ نکتہ ظاہر ہوا -
(۲) لبثت هذه النکتة فی الشمس احداً و تسعین یوماً -	یہ نکتہ، آفتاب میں، ۹۱ دن قائم رہا -
(۳) ان هذه النکتة کانت کسوف الزهرة للشمس و لصوقها بها هذه المدة المذکورة -	یہ نکتہ، زہرہ سے آفتاب کا کسوف، اور اِس تمام مدت میں زہرہ کا آفتاب سے لصوق تھا -

یہ عبارتیں' قفطی نے اخبارالحکماء میں' جعفر بن مکتفی باللہ کے حالات میں' لکھی ھیں - ھم کو پہلی اور تیسری عبارت سے بحث ھے -

اِس زمانے میں' احتراق زھرہ کی تحقیقات میں' پہلا واضح بیان پادری یرمیاہ ھروکس (Jeremiah Horrox) کا ھے - اُس نے دیکھا کہ

"the black body of the planet clearly projected on the sun's disc."

انسائکلوپیڈیا برٹانیکا کا مضمون نگار اِس کی تائید میں لکھتا ھے[1] :—

"As is the case with Mercury, Venus, revolving round the sun inside the earth's orbit, sometimes transits the sun's face, and is seen projected on it as a small black disc."

کیا کندی کا بیان' جدید بیانات کے مطابق نہیں ھے ؟

لصوق اور احتراق

البتہ قدیم و جدید بیانات میں' صرف ایک لفظ مختلف ھے - کندی " لصوق " کا لفظ استعمال کرتا ھے؛ جس کے لیے بعد میں' اقتران یا مقارنت اور اب اجتماع کی اصطلاح قائم ھوئی - اجتماع کی انگریزی conjunction ھے - انسائیکلوپیڈیا میں لصوق کے بجاے Transit کہا گیا ھے؛ جس کا عربی ترجمہ احتراق یا مَمَرّ ھے - لیکن یہ صرف اصطلاح کا فرق ھے - اصل مفہوم ایک ھی ھے- کندی کے وقت تک' چونکہ علم‌الفلک بالکل ابتدائی حالت میں تھا ' اور احتراق کی اصطلاح وضع نہیں ھوئی تھی' اِس لیے اُس نے لصوق کے لفظ سے اقتران کو بیان کرتے ھوئے' سیاہ داغ کا نقشا لفظوں میں کھینچ دیا !

1—ص ٧٢' ج ٢٣ ٠

زهره کا احتراق

زهره کا احتراق کب هوتا هے ؟

(۱) زهره' آفتاب را در مقارنۂ تحتانی' بشرط بودن بیکے از عقدتین خود' در نظر ساکنان ارض' منکسف می سازد؛ که آنرا ممرّ زهره و احتراق زهره گویند [1] -

(۲) "The planets between the earth and the sun (Venus and Mercury) clearly may pass between us and the sun. These occurrences are technically termed transits, but the calculations concerning them are essentially the same as for eclipses." [2]

(۳) "Were the planet's orbit plane coincident with that of the earth, these transits would, of course, occur at each inferior conjunction, but owing to its inclination a transit can only happen when the two planets pass near of the nodes of Venus at about the same time, which is possible only at present in June and December." [3]

جب کوئی چھوٹا جرمِ سماوی' سورج پر سے گزرتا هے؛ تو اُسے احتراقِ کوکب کہتے هیں - زهره اور عطارد' اجتماعِ ادنیٰ (مقارنۂ تحتانی) کے وقت' سورج کے مقابلے میں' هم سے' نزدیک هوتے هیں - وه کبھی کبھی قرص آفتاب پر گزرتے دکھائی دیتے هیں - اِن مناظر کو احتراق زهره و احتراق عطارد کہتے هیں -

1—حدائق النجوم' راجه رتن سنگھ' ص ۳۰۹ - 2—انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا' ص ۹۰۸' ج ۷ - 3—ایضاً ' ص ۷۲' ج ۲۳ -

سیاہ قرص

سطحِ آفتاب پر گزرتے ہوئے' سفلی سیّارے (زہرہ یا عطارد) کا تاریک پہلو' زمین کی طرف ہوتا ہے - اِس وجہ سے وہ' آفتاب کی سطح پر' ایک سیاہ دھبّا سا نظر آتا ہے! سیّارے کی ظاہری حرکت' مشرق سے مغرب کو ہے - قرصِ آفتاب پر دھبّا ' منطقۃالبروج کے تقریباً متوازی' مشرق سے مغرب کو حرکت کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے[1] -

احتراق کا زمانہ

زہرہ کا مدار' مدار شمسی سے ۳½ درجہ زاویہ بناتا ہے؛ اِس لیے احتراقِ زہرہ بہت ہی شاذ و نادر دیکھنے میں آتا ہے[2] - آفتاب' مدارِ زہرہ کے عقدتین پر' پہلے زمانے میں مئی اور نومبر کو ہوتا تھا ؛ اور اب جون اور دسمبر کو ہوتا ہے - اِس لیے زہرہ کا احتراق' اِنہیں دنوں میں نظر آتا تھا اور ہے -

احتراق کی لوحیں

زہرہ کے احتراقات کی ایک طویل فہرست حدائق النجوم (ص ۳۱۰-۳۱۵) میں دی گئی ہے - ہم اُس کے علاوہ یہاں دو لوحیں درج کرتے ہیں - نمبر ۱ مسلمانوں سے متعلق ہے ؛ اور نمبر ۲ یورپ والوں سے -

لوح ۱

سنہ ۸۴۰ع ' ۲۶ یا ۲۷ - مئی	الکندی	
سنہ ۹۰۲ع ' ۲۵ - نومبر	بزمانۂ البتانی	مشکوک فی الوقوع
سنہ ۹۱۰ع ' ۱۲ - نومبر		
سنہ ۱۰۳۲ع' ۲۴ - مئی	ابن سینا و ابن ہیثم	
× × [3]	ابو عمران بغدادی	
× × [4]	حکیم محمد بن ابی بکر	

1—ہیئت جدید ' ص ۳۰۶ ' ج ۱ - 2—۲۴۳ سال میں ایک احتراق چار مرتبہ ہوتا ہے - انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ' ص ۷۲' ج ۲۳ - 3 و 4—زمانہ معلوم نہیں -

سنہ ۱۱۳۵ع، ۲۵ - نومبر   ابن باجہ   یہ سنہ مشکوک فی‌الوقوع ھے - ابن باجہ نے اِس سے پہلے دیکھا ھوگا -

لوح ۲

سنہ ۱۵۱۸ع، ۲ - جون	سنہ ۱۷۶۱ع، ۶ - جون
سنہ ۱۵۲۶ع، ۱ - جون	سنہ ۱۷۶۹ع، ۳ - جون
سنہ ۱۶۳۱ع، ۷ - دسمبر	سنہ ۱۸۷۴ع، ۹ - دسمبر
سنہ ۱۶۳۹ع، ۴ - دسمبر	سنہ ۱۸۸۲ع، ۶ - دسمبر

زھرہ کا قمر

زھرہ سے صرف کسوف (Solar eclipse) ھوتا ھے یا خسوف (Lunar eclipse) بھی ؟ یہ بڑا اھم سوال ھے ؛ جو صرف اِس طرح حل ھوسکتا ھے کہ زھرہ کا قمر ثابت کیا جائے ! انسائیکلو پیڈیا میں زھرہ کے فرضی قمر "Supposed Satellite" کے عنوان میں یہ فقرے ملتے ھیں[1] :—

"It was at one time thought that Venus possessed a satellite, several observers in the 17th and 18th centuries reporting that they had seen it."

حدائق‌النجوم میں، اُن لوگوں کے نام بھی دیے ھیں ؛ یعنی حکیم منطیکن، حکیم کاسنی[2] اور حکیم بادوین - لیکن اصل یہ ھے کہ[3]

"Observations with more perfect instruments, however, eventually demonstrated the non-existence of any such object, and it is

1—ص ۷۲، ج ۲۳ -   2—Cassini.   3—انسائیکلوپیڈیا، ص ۷۲، ج ۲۳ -

evedent that what was seen must have been the appearance of a "ghost," caused by some fault in the construction or adjustment of the instruments used ."

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کندی ' زہرہ کے قمر کا قائل نہ تھا ! اُس نے صرف "کسوف" کا لفظ استعمال کیا ہے ؛ جو سورج گہن کو کہتے ہیں - اگر زہرہ کے قمر کا وہ قائل ہوتا' تو "خسوف" کی نسبت بھی کچھ لکھتا - اِس سکوت یا احتیاط نے اُس کو "زائد شبیہ" (Ghost) کے نمودار ہونے کا طعنہ سننے سے محفوظ کر دیا ہے !

ایک غلط فہمی

بدایوں کے کسی ابوالطیب محمد یعقوب بخش راغب نے ابسقلاوس کی کتاب المطالع پر "الانجم الطوالع" کے نام سے ایک مقدمہ لکھا ہے ؛ جس کے ص ۱۹ پر کندی کی نسبت یہ سیاہی پھیلائی ہے :—

"۱۹ رجب سنہ ۲۲۵ھ (خلافتِ معتصم کے زمانے میں) سورج میں ایک سیاہ نکتہ ظاہر ہوا - دو دن کے بعد بہت سے حوادث پیش آئے - یہ سیاہ نکتہ ۹۱ دن تک نظر آتا رہا - جس کے بعد معتصم مرگیا - لوگوں کے دلوں میں عجیب توہّمات پیدا ہوئے - یعقوب کندی نے تحقیق کیا کہ یہ زہرہ کے سبب' سورج کا کسوف ہوا ہے -"

پھر اِس پر یہ حاشیہ ہے :—

"زہرہ کے سبب' سورج کے کسوف کے متعلق' چند اہم نکتے قابل غور ہیں - منکسف ستارے کا فلک' کاسف ستارے کے اوپر ہونا چاہیے - لیکن محققین کے نزدیک یہ بات مشتبہ ہے کہ سورج کا فلک' زہرہ کے اوپر ہے ! کیونکہ ترتیب افلاک کا علم تین باتوں پر منحصر ہے : کسف' اختلاف منظر' علم الابعاد -

۱—کسف : حسبِ تصریحِ "علامہ" چاند کے سوا' سورج کا کسی ستارے سے منکسف ہونا معلوم نہ ہوسکا - زہرہ و عطارد سورج کی "مقارنت کے وقت" نور و شعاع میں مضمحل ہو جاتے ہیں - ایسی حالت میں کسف کیونکر متصور ہوسکتا ہے ؟ کیونکہ عقلاً کسفِ کاسف کے لیے' مکسوف کے مقابلے میں' کچھ قیام و بقا ضروری ہے -

۲—اختلافِ منظر : اِس کی تحقیق' آلۂ ذات الشعبتین سے کی جاتی ہے - لیکن یہ آلہ دائرۂ نصف النہار میں نصب کیا جاتا ہے - اور زہرہ و عطارد جب وہاں تک پہنچتے ہیں تو دنیا کے اکثر حصوں میں (جہاں رصدگاہیں موجود ہیں) نظر نہیں آسکتے - کیونکہ زہرہ کسی حالت میں سورج سے ۴۷ درجے سے زیادہ دور نہیں ہوتی - تو جب زہرہ نصف النہار میں ہوگی' تو سورج' مشرق یا مغرب کی طرف' اُس کے قریب ہی ہوگا ؛ اسلیے زہرہ سے سورج کا کسوف نہیں ہوسکتا - پس اختلافِ منظر کے سبب سے بھی سورج کا زہرہ سے اوپر ہونا ثابت نہیں ہوتا -

۳—علم‌الابعاد : یہ بڑے حساب پر موقوف ہے - اور قدما و متأخرین میں سخت اختلاف ہے - اِس لیے کوئی قطعی دلیل ' فلکِ زہرہ کے فلکِ آفتاب کے تحت ہونے ؛ اور زہرہ سے کسوف شمس پر ؛ نہیں ملتی -

ہاں شیخ الرئیس کا مشاہدہ کہ زہرہ ' خال عارض آفتاب پائی گئی ؛ یا شیخ ابو عمران کا بغداد میں ' اور حکیم محمد بن ابوبکر کا فرنیں (؟) میں یہ دیکھنا کہ زہرہ کا جرم سورج میں ہے؛ یا ابن ماجہ (؟) اندلسی کا اپنے گھر کی چھت پر معاینہ کرنا کہ دو خال سیاہ سورج کے چہرے پر ہیں ؛ اگر کوئی قطعی دلیل ہیں تو اِس بات پر کہ سورج

میں سیاہ دھبے یا نکتے دیکھے گئے (جیساکہ بعض محققوں کی جدید تحقیقات سے بھی ثابت ہوتا ھے) - اِس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ زھرہ کے سبب یا عطارد سے سورج کا کسوف ہوسکتا ھے "-

منکسف ستارے کا فلک ' کاسف ستارے کے اوپر ہونا چاہیے' یہ بالکل صحیح ھے - لیکن قطب‌الدین شیرازی کی نامکمل تحقیقات کے بل پر یہ دعویٰ آسان نہیں کہ فلکِ شمس' فلک زھرہ کے اُوپر نہیں ھے - اُس نے مؤید الدین العرضی کی تحقیق کے مطابق جو یہ ثابت کیا ھے کہ فلکِ شمس ' زھرہ و عطارد کے درمیان ھے ' یہ خود تمام قدما کی رائے کے خلاف ھے - اور آج تو اِس قسم کی باتیں قابل مضحکہ ھیں ! اب یہ مسلّم ھے کہ مدار آفتاب سے' سب سے زیادہ قریب ' مدار عطارد ھے ؛ پھر مدار زھرہ ؛ اور پھر مدار زمین ! اِس لیے آفتاب کا زھرہ سے اوپر ہونا بدیہیات میں ھے !

۱—کسوف کے متعلق ' قطب شیرازی کا یہ لکھنا کہ " چاند کے سوا' سورج کا کسی سیارے سے منکسف ہونا معلوم نہ ہو سکا "- یہ شیرازی کی کم علمی کی دلیل ھے ! اُس سے بہت پیشتر' کندی نے زھرہ سے سورج کے کسوف کا راز فاش کر دیا تھا ! اور آج عطارد و زھرہ کے احتراقات ؛ مشتری کے کسوف و خسوف ؛ اور دبران ' مشتری ' زحل' مریخ ' عطارد کا اِخفا ؛ سب مانتے ھیں ! یہ بھی غلط ھے کہ " مقارنت کے وقت " زھرہ و عطارد ' سورج کی روشنی میں ' مضمحل ہو جاتے ھیں - ایسا دعویٰ اجتماع اعلیٰ (مقارنت فوقانیہ) کی نسبت صحیح ھے - لیکن اجتماع ادنیٰ (مقارنت تحتانیہ) کے متعلق ' بالکلّیہ ' صحیح نہیں ! جب اجتماع ادنیٰ' زھرہ کے مدار کے عقدتین کے قریب ہوتا ھے تو احتراق نظر آتا ھے اور اُس میں تقریباً آٹھ گھنٹے کا وقفہ بھی ہوتا ھے [1] -

---

1—ھیئت جدید ' ص ۳۰۸ ' ۳۰۹ ' ج ۱ -

۲—اختلاف منظر : ذات الشعبتین سے عطارد و زهرہ کا اِختلاف منظر ' اِس لیے محسوس نہیں هوتا کہ وہ صرف دائرۂ نصف النهار میں نصب هوتا ھے - اور یہ سیارے ' دائرۂ نصف النهار پر غیر مرئی هوتے هیں - لیکن یہ نقص اِس آلے کا ھے - ممکن ھے کہ اهل عرب کا ذات السمت و الارتفاع' اور اهل یورپ کا نظارۂ الارتفاع و السموت (Altazimuth) ' اِس عیب سے خالی هوں ؛ اور اُن میں " صغر اِختلاف منظر " کی مشکل کا کوئی علاج کیا گیا هو - اگر کندی کے پاس یہ آلات نہ تھے ' تب بھی وہ اور طریقوں سے اِختلاف منظر معلوم کر سکتا تھا ! وہ پہلا شخص ھے جس نے رفتار نور کا حساب لگایا ؛ اور اُس کی شرح معلوم کی - اِس ترکیب سے اُس نے اجرام کے بُعد دریافت کر لیے تھے - اُن میں زهرہ بھی تھا - آج کل' زاویہ پیما دوربین (Theodolite) سے بھی اُن اجرام فلکی کا بُعد دریافت کیا جاتا ھے ' جنکا فاصلہ بہت زیادہ نہ هو - کیونکہ اُن کا زاویہ ' ا ج^ب اِس قدر قلیل نہیں هوتا کہ اُس کی پیمایش صحیح طور پر نہ هو سکے - اِس طریقے سے صرف چاند اور زهرہ کا بُعد معلوم کیا جاتا ھے ! چونکہ کندی نے زمین سے مرکز قمر کا بُعد' دنیا میں سب سے پہلے نکالا ھے ؛ اور اُس پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ھے ؛ اِس لیے یہ بالکل قرین قیاس ھے کہ اُس نے اِسی طریقے سے زهرہ کا بُعد بھی معلوم کر لیا هوگا ! اُس کے پاس دوربین تھی اور وہ زاویہ بھی ناپ سکتا تھا - بُعد معلوم هو جانے سے ' اِختلاف منظر بہ آسانی معلوم هو جاتا ھے - بہر حال اِختلاف منظر سے بھی سورج کا زهرہ سے اُوپر هونا ثابت ھے -

۳—علم‌الابعاد : کندی اِس علم کا بانی تھا - اُس نے " ابعادیات " پر ۸ رسالے لکھے هیں - اُن میں سے ایک ' اجرام کے

ابعاد پر ھے - آج کل ' اِس علم پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ھیں - اُن کے دو سے زھرہ ' قرب آفتاب کے لحاظ سے ' دوسرا سیارہ ھے ؛ جس کا آفتاب سے بُعد اوسط ۶ کرور ۷۲ لاکھ میل ھے ! اِس علم کے مطابق بھی آفتاب کا زھرہ سے اُوپر ھونا ثابت ھے -

'' چند اھم نکتوں '' کے بعد' مقدمہ نگار کی یہ اُپج بھی عجیب ھے کہ وہ ابن سینا وغیرہ کے مشاھدات کو غلط قرار دے رھے ھیں - لیکن جب کہ اُن لوگوں نے خود ' بلا التباس ' سیاہ دھبے کو سیارۂ زھرہ کہا ھے ؛ تو پھر آفتاب کے داغ کی تاویل چہ معنی دارد ؟

ھندی زبان اور مسلمانوں کا طبعی میلان

[از مولوی طاھرمحسن علوی کاکوروی]

یہ اِس مضمون کا آخری حصہ ھے - اِس کا سِرا پانے کے لیے اپریل سنہ ۱۹۳۹ع کا ھندستانی ملاحظہ کرنا چاھیے - اُس میں یہ مضمون پورا درج نہیں ھوسکا - بلکہ درمیان سے بہت بےموقع توڑ دیا گیا ؛ اور اُس کی جگہ پر جناب ڈاکٹر تاراچند صاحب کا مضمون ''چکبست'' شامل کر دیا گیا - چونکہ چکبست کا مضمون' وقتی تھا ؛ یعنی اُن کی برسی کے زمانے میں لکھا گیا تھا ؛ اِس لیے وہ زیادہ دنوں تک روکا نہیں جاسکتا تھا -

یہ تو معذرت ھوئی - اب تاریخ کتب (Bibliography) ' یہیں پر درج کی جاتی ھے - تاکہ یہ صفحہ ''تتمہ'' یا ''ضمیمہ'' کے طور پر کام آ جائے -

مضمون نگار نے حسب ذیل ماخذوں کا حوالہ دیا ھے :

۱—منتخب التاریخ	۲—یدبیضا
۳—طبقات الاطباء	۴—کتاب الفہرست
۵—پدماوت	۶—اختیارات بدیعی
۷—حیات جلیل	۸—تذکرۂ مشاھیر کاکوری
۹—فرھنگ انندراج	۱۰—نوراللغات

۱۱—بیاض قدیم شاہ حسین علوی شہید رح -
۱۲—مآثر الکرام
۱۳—نغماۃ العنبریہ
۱۴—تذکرۂ علی ابراهیم خاں
۱۵—دیوان زادہ
۱۶—تاریخ هندی ادب (ای-ایف-کی)
۱۷—آئین اکبری
۱۸—اسرار النسواں
۱۹—تذکرۂ گلشن ھند
۲۰—تذکرۂ طور کلیم
۲۱—تذکرۂ چمنستان شعرا
۲۲—تذکرۂ طبقات الشعرائے ھند
۲۳—کلیات جعفر زٹلی (معروف بہ زر جعفری)
۲۴—تذکرۂ نغمۂ عندلیب
۲۵—شعرالهند
۲۶—تاریخ بلگرام
۲۷—گلشن بیخار
۲۸—خندۂ گل
۲۹—تبسم گل
۳۰—تاریخ ادب اردو
۳۱—سخن شعرا
۳۲—دریاے لطافت
۳۳—خمخانۂ جاوید
۳۴—کلیات مہر
۳۵—کلیات انشا
۳۶—کلیات ولی
۳۷—کلیات نظیر
۳۸—کلیات جان صاحب
۳۹—زمانہ سنہ ۲۹ء
۴۰—یادگار سنہ ۳۵ء
۴۱—دیگر رسائل

"مدیر"

لڑکا جو نگوڑا جنے سو بھوت سے کالا

اے دائی جنائی پرچھائیں اری ہی

ایک قصیدۂ مدحیہ کے چند اشعار یہ ہیں :—

دیکھتا کیا ہوں سرہانے ہے کھڑی ایک پری

جس کے جوبن سے ٹپکتی ہے پڑی گدراہٹ

عطر میں ڈوبی ہوئی' زور ہے بوٗ باس اُس کی

بل بے دھج بل بے اکڑ بل بے تری گرماہٹ

آفتاب اُس کی جبیں سے جو مقابل ہو جائے

صدقے صدقے ہو کہے اُف بے تری چمکاہٹ

چاندنی میں نہ ہو معلوم کدھر ہے وہ پری

سر کی سوندھی کی مہک کی مگر آجاوے لپٹ

اُس در گوش پہ تھی زلف جو کنڈلی مارے

سانپ کی من جو اگر کھوے تو پھٹتی ہے نپٹ

چتوں اتھیل بلا ' نرگس جادو آنکھیں

نگہ ایسی ہے کہ دے برق کی چشمک کو اُلٹ

لام حے جوں بسم الصمد میں روپ ایسا ہے

کشش ایسی ہے سدھوت' ایسی ہے پاکیزہ پلٹ

وہ دھواں دھار دھڑی' دانت سو موتی کی لڑی

تہ میں انداز تبسم کے ' رچی شرماہٹ

آستیں کوچھ مھتات (؟) نظر آتی تھی

اُسکی ساعد کی ڈلک میں تھی یہ کچھ بہلاوٹ

بلت انگیا میں تکی زور تراقے کی پھبن

دیکھ کے مارے مرینگے جلیں جی جائے اولٹ

سانگ هولی میں حضور اپنے جو لاویں دن رات
کہ کنھیا سے اوپر سر پہ وہ دھر لیویں مکٹ
گاؤں گوکل کا ہے پیدا ہی نرالا یہ کہیں
گوالنیں بن کے کہیں ہنیکے وہی بلسے نہت
گوپئیں ہوکے پڑی ڈھونڈھیں کدم کی چھائیں
بانسری دھن میں دکھادیویں وہیں جھلاهت
گاگریں لیویں اُٹھا اور یہ کہتی جاویں
دیکھت ڈھونڈری جو درم آوتی پنگھت
سونے روپے میں جو لد جائیں گنواروں کیطرح
دھام کو گھر کہیں نزدیک کو بولیں دونکہت
نوبتی گاویں شب الغوزہ و شہنا میں سدا
دھرپت اور قول و خیال اور ترانہ ' تروت
دیس جس وقت کہ وہ بولیں تو یہ لہر اٹھے
لے گھو لے ڈھو متوارو جی مہارے انوت
تورے ہی مجرے میں ہوں نغمہ سرا صبح کے وقت
بھروی - کلنکلے - توري و الهیا اور گھت

ایک قصیدہ گورنر صاحب کی تعریف میں لکھا ہے - چند شعر اُس کے بھی پیش ہیں :—

ہیں وہی راتیں یہ کیلوں کے درختوں کی شبیہ
شوق کے پھل کو دکھلاتے ہیں جوں کجلی بن
اُس کی اُس سادگیِ وضع پہ صدقہ کیجے
ہیں فرض جتنے سنگار اور جہاں تک ابرن

عیش و عشرت کی یہ بوباس ہے اس دن میں رچی
جیسے سیج میج کی ہو دو دن کی نول بیاهی دلہن

میزیں بچھی ہوئي ہیں اور بڑا کھانا ہے
سارے ایک ڈال مرصع کے لگے ہیں باسن

قوم انگریز یہ ہیں ایسے کہ جن سے کانپے
آوے گر فوج عفاریت سمت آہرمن

دبدبہ ان کو خدا نے یہ دیا جن کے حضور
چھوڑ گیا ہے وہ بھبھیکن وہ کہاں کا راون

تھرتھراوے وہ سمک گاو زمین ہے جس پر
وہ فلک رتبہ اگر هاتھ میں لے اپنا ڈگن

جود کا بھي ترے کچھ اور نیا ہے انداز
اور هي هاتھوں میں تیرے ہے سخاوت کے پھن

عدل سے اُس کے برابر نہ هو عدل کسریٰ
کھے اُس کو جو کوئي سوکھ گیا اُس کا دھن

مل گئے خاک میں کب کے وہ سیہ بختی سے
جو اُڑا جاتے تھے آنکھوں سے چراکر انجن

سامنے اُن کے ہیں تحریر و مجسطي ایسی
جس طرح ہوے نئی جنس کا میلا بیٹھن

منشی میر حیدر بخش "حیدری" دور متاخرین میں بڑے پائے کے شاعر گذرے ہیں - اُنھوں نے سنگھاسن بتیسي کا جو سنسکرت کي مستند کتاب ہے' ترجمہ کیا اور "توتا کہانی" نام رکھا - اُسی کے دیباچے میں تحریر فرماتے ہیں کہ "شرف تلمذ مولوی غلام حسن غازي پوري سے تھا اور توتا کہانی کا سن وجود سنہ ۱۲۱۵ھ ہے" ایک قصہ حاتم طائی کا بھی

لکھا جس کا انگریزی زبان میں ڈنکن فوپ نے ترجمہ کیا - میر حیدری نے اِس کتاب کا نام " آرائش محفل" رکھا تھا - غرض میر حیدری کے بہت سے کار نامے ھیں - اِس کا قلق البتہ ھے کہ سوانح نگاروں نے اُن کی اولاد معنوی کے جمع کرنے میں کوتاھی اور سرد مہری سے کام لیا ھے - یہی وجہ ھے کہ آج اُن کا کلام ناپید ھے -

میر محمد حسن نام ' محسن تخلص - میر محمد تقی میر کے بھتیجے تھے - ریختے کے اُستاد اور ھندی میں بھی مہارت رکھتے تھے -

مرگیا پوچھی نہ تم نے،....مری رحمت دل

جھوکی جستجو میں ھے وھی ھائےمری حسرت دل

میر ناصر جان نام ' محزوں تخلص تھا - سید محمد نصیر رنج کے صاحب زادے تھے - آپ کے والد خواجہ میر درد کے تکیے پر تکیہ کیے ھوئے تھے - میر محزوں کی اکثر کتب تصوف پر نگاہ تھی - خصوصاً ریاضی قدیم پر بہت محنت کی تھی - راگ کے سلسلے کا اُن کو بہت شوق تھا - علم موسیقی میں دستگاہ تھی - ایک رسالہ بزبان ھندی ۲۴ تال اور سر کے بیان میں اُن کی تصنیف ھے - لیکن ناپید ھے - شعر ریختہ بہت اچھے کہتے تھے - بارھویں صدی ھجری کے آخر میں وفات پائی -

جعفر شریف آپ کے والد ناگور کے رھنے والے تھے اور اُن کا نام علی شریف تھا - خاندان قریش میں سے تھے - جعفر شریف ھندی کے مسلم‌الثبوت اُستاد تھے - ایک قابل قدر کتاب " قانون اسلام" ھندی میں تصنیف کی - اِس کتاب کا ڈاکٹر ھرکلاٹ نے انگریزی میں ترجمہ بھی کیا ھے اور ایشیاٹک ریسرچز سوسائٹی لنڈن میں موجود ھے - اُن کا کلام بھی ناپید ھے -

جان صاحب، میر امن کے چشم و چراغ، میر یار علی سنہ ۱۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے - لڑکپن ہی تھا کہ فرخ آباد سے عازم لکھنئو ہوئے - پڑھ لکھ کر سن تمیز کو پہنچے اور اُمرا کے آداب و اطوار سے روشناس ہوگئے تو شاعری کے جانب راغب ہوئے - نواب عاشور علی خاں سے اصلاح شعر و سخن لینے لگے - ہندی میں دستگاہ تھی - کہتے ہیں کہ یہ ریختی کے شاعر اعظم تھے - جان صاحب اپنی ٹمٹماتی ہوئی شمع حیات لے کر رام پور گئے - وہاں اُن کی عمر نے رفاقت نہ کی - سنہ ۱۲۹۷ھ میں رحلت فرمائی -

نمونۂ کلام یہ ہے -

سوت جل ککڑی آ گئی بل میں
بھلسی جاتی ہے اپنی ہی جھل میں

تل نہیں مانگ میں زناخی کے
یہ کنڈھا کھڑا ہے کوبل میں

گرھیاؤں گریہ گریہ پر آوت ہے کال سے
بھاکل ہوں آس رگھودا کصائی گنوار نے

ملدی کا مورے بوئی یہ دیدے ملار ہے
پیلا کا پوت آوا تھا کوئیاں اُکارنے

نوکری نو روپیہ کی پھلک آئی ھائے باپ
بڑکی پتوہ گئی رھیں آگن بہارنے

واکھی نہ لاج کھو کی پرکھن کے کھوئے پت
اوہ کا کہا کھراب تمہاری دلار نے

بہیاں پڑے چرروی کرے لاکھ جوڑے کر
بگڑی سو بگڑی جیوں نہ ویسی سدسارنے

تیمور کے ہم درد ہیں شمشاد صنوبر

تقدیر کے ہاتھوں سے یہ پالٹی کی پڑی چوٹ

اور کہتی تھیں بس نہیں اپنا دھن ہی ہوتا ہے کلھاں کا پرا

ولی محمد نظیر خلف الصدق محمد فاروق، سنہ ۱۱۴۶ ھ میں دلی میں پیدا ہوئے - محمد شاہی عہد تھا اور نادر شاہی دستبرد اور تاخت و تاراج برابر جاری تھی - چونکہ کئی بچوں میں ایک یہی باقی بچے تھے اس لیے ماں باپ دونوں کے لاڈلے تھے - احمد شاہ ابدالی کے حملوں نے دلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی - اُسی حالت میں ولی محمد اپنی ماں اور نانی کو لے کر وہاں سے اکبرآباد چلے آئے - یہیں اُن کی شاعری کو فروغ ہوا - بہت پرگو شاعر تھے - دو لاکھ کے قریب اشعار تلف ہو گئے - جو کچھہ کلام بچا ہے لالہ بلاس رام کی احتیاط اور حفاظت کا زیر بار احسان ہے - ہندی میں بھی دستگاہ تھی - جس کا نمونہ یہ ہے -

حمد باری

اس ارض و سما کے عرصے میں یہ کتنا کھچّم کھچّا ہے
یہ ٹھاٹھہ تجھی نے باندھا ہے یہ رنگ تجھی نے رچّا ہے
حیوان، پکھیرو - نرناری - کیا بوڑھا بالک بچا ہے
کیا دانا - بینا - ہوش بھرا - کیا بھولا ناداں کچا ہے

کوئی خالق باری - رب مولا - رحمان - رحیم - اللہ تنگری
کوئی الکھ روپ کرتار کہے - نردھار نرنجن نردھاری
کوئی رام رام کہکر سمرے، کوئی بولے شبو شبو - ہری ہری
کوئی دانو دنیت - دیو اٹل - کوئی اچھس دیوت جن پری

دریا و سمندر - جھیل نہر - ندی نالے تیرے جوہر
سیپی - گھونگھے - کوڑی - موتی - گھڑیال اور ناکے - سوس مگر

جونکیں بھلسیں - گوھیں-جھونگے - مرغابی-بطخ -بھل امر
کہا لاچی - پدوی - اور بھنور - کہا کچھ مچھ اور کہا جی جنگر

گیج - گینڈا - ارنا - شیر - پلنگ - آھو - ھرنی - روبہ - گیدڑ
سیہی - نیولا - سانڈا - بچھو - افعی - چیتل - چتی - اژدر
کہج کوھی پاڑا - گرگ - چرغ - گرگٹ- جلپاسہ - موش - دگر
کہا جل مانس - کہا بن مانس - کہا ھاتھی گھوڑا بھل شتر

ابدال قطب اور غوث ولی ھے دھیان میں تیرے دل سب کا
کہا گیانی دھیانی نارمن - کہا جوگی جنگم گر چیلا
تو پالنے والا ھے سب کا اور سب کا تجھ سے دھیان لگا
کہا شاہ ظہیر اور کہا راجا - کہا مفلس - کہا کنگال گدا
کل عالم تیری یاد کرے تو صاحب سب کا سچا ھے

اِس کے بعد کنھیا جی کی شادی جس آن بان اور ساز و سامان سے رچائی ھے ' ملاحظہ ھو:—

جہاں میں جس وقت کشن جی کی اوستھا سدھ بدھ کی یارو آئی
سنبھالا ھوش اور ھوے سیانے - وہ بالپن کی ادا بھلائی
ھوا قد ان کا کچھ اس طرح سے - کہ قمری جس کی فدا کہائی
نکالیں طرزیں پھر اور ھی کچھ - بدن کی سج دھج نئی بنائی
ھوئے خوشی نند اپنے من میں - بہت ھوئیں خوش جسودا مائی
جو سدھ سنبھالی تو کشن کیا کیا - لگے پھر اپنی چھبیں دکھانے
جگہہ جگہہ پر لگے تھرکنے - ادا سے بنسی لگے بجانے
وہ بچھڑی گوؤں کو ساتھ لے کر - لگے خوشی سے بنوں میں جانے
جو دیکھا اور جسودا نے یہ کہ - شیام اب تو ھوئے سیانے
یہ ٹھہری دونوں کے من میں آکر - کریں اب ان کی کہیں سگائی

پھر اپ ھی یہ...من میں سوچے کہ اُن کی اب ایسی جا ھو نسبت
بڑا ھو گھر در - بڑے ھوں ساماں - بہت ھو دولت - بہت ھو حشمت
ھمارے گوکل میں ھے جو خوبی - اسی طرح کی ھو ان کی حرمت
وہ لڑکی جس سے کہ ھو سگائی - سو وہ بھی ایسی ھو خوبصورت
ھیں جیسے ھی نند کشور موھن - نول دلارے کنور کنھائی
کئی جو ناری وہ بوڑھیاں تھیں جسودا جی نے اُنھیں بلایا
کسی کو ایدھر کسی کو اودھر - سگائی ڈھونڈھن کہیں بھجایا
جو بھید تھا اپنے من کے بھیتر - سو اُن سبھوں کے تئیں جتایا
پھریں بہت ڈھونڈھتی وہ ناریں - یہ تھا جسودا نے جو سنایا
نہ دیکھا ویسا گھر اک انھوں نے - نہ ویسی کوئی دلاری پائی
وہ ناریاں جب یونھیں پھر آئیں - تو بولی یوں اور ایک ناری
ھے یہ جو برسانا اس میں ھیگی - برکھ بھان کی نول دلاری
ھیں رادھکا نام اس کا کہتے - بہت ھے سندر نپٹ پیاری
کہی یہ میں نے جو بات ان سے - اب آگے مرضی جو ھو تمہاری
کرو سگائی لگن کی اس جا - کہ اس میں ھیگی بہت بھلائی
یہ سن جسودا نے جی میں چپ ھو - ادھر کو ناری کئی بھجائیں
چلیں وہ گوکل سے دل میں خوش ھو وھیں برسانے بیچ آئیں
جہاں وہ گھر کہ بھان کہا تھا، وہ ناریاں سب اُدھر کو دھائیں
انھوں نے آدر بہت سا کر کے، مندر کے بھیتر وہ سب بٹھائیں
جو بیٹھیں یہ تو لگیں سنانے، اِدھر اُدھر کی بہت بڑائی
جو کہ چکیں یہ اِدھر اُدھر کی، تو پھر سگائی کی بات کھولی
بڑے ھو تم بھی بڑے ھیں وہ بھی، یہ بات ھوے تو خوب ھوگی

ہے جیسا سندر اُنھوں کا لڑکا ؛ تمھاري سندر ہے ویسی لڑکی

اِدھر بھی دولت اُدھر بھی حشمت ' خوشی و خوبی طرح طرح کی

اِنھوں نے اپنی بہت جمائی' پر اُن کے دل میں کچھ نہ سمائی

جو رادھکا کی وہ ماں تھی کھرت' یہ سن کے باتیں وہ بولی ھنس کر

وہ ایسے کیا ھیں جواب ھمارے ' جس اور دولت کے ھوں برابر

ھیں جیسے وہ تو سو ایسے ھونگے ' ھمارے گھر کے تو کتنے چاکر

ھم اپنی لڑکی اُنھیں نہ دیں گے ' وہ ایسا کیا گھر وہ ایسا کیا بر

کرو ھمارے نہ گھر میں تم یہاں' اب اِس سگائی کی بت کہائی

سنا جب اِن ناریوں نے یہ تو ' چلیں ادھر سے وہ شرم کھائیں

بہت ھی من میں ھو سست اپنے ' وہ پھر کے گوکل کے بیچ آئیں

سنی جو باتیں تھیں واں انھوں نے ' وہ سب جسودا کو آ سنائیں

یہ باتیں سن کر جسودا من میں' بہت خفا ھو بہت لجائیں

سوائے خفگی کے آگے کچھ واں ' جسودا مائی' سے بن نہ آئی

جب اس سگائی نہ ھونے سے واں برا جسودا نے من میں مانا

تو بھید ان کا کلا سے اپنے یہ بن جتائے ہے ھر نے جانا

کہا یہ من میں کہ کوئی لیلا کو چاھیے اب ادھر دکھانا

بنا کے موھن سروپ نت پر ھی خوب برسانے بیچ جانا

گئے وھیں ھرپھر اس مکاں میں اور اپنی بنسی وہ جا بجائی

بجی جو موھن کی بانسری واں تو دھن کچھ اس کی عجب ھی نکلی

پڑي وہ جس جس کے کان میں آ اُسے سدھ اپنے بدن کی بسري

بھلائی بنسی نے کچھ تو سدھ بدھ اِدھر جھلک جو سروپ کی تھی

ھر اک طرف کو ھر اک مکاں پر جھلک وہ ھر کی کچھ ایسی جھمکی

کہ جس کی ھر اک جھلک کے دیکھے تمام بستی وہ جگمگائی

سہیلیوں سنگ رادھکا جی کہیں ادھر کو جو آن نکلی
سروپ دیکھا وہ کشن جی کا اُدھر سے اُن کی سنی وہ مرلی
جوہیں وہاں رادھکا جی آئیں، تو ایسی موہن نے موہنی کی
دکھایا اپنا سروپ ایسا کہ ان کی صورت کو دیکھتے ہی
اُدھر تو رادھا کے ہوش کھوئے ہر اک سہیلی کی سدھ بھلائی
دکھا کے روپ اور بجا کے مرلی پھر آئے گوکل میں نند لالا
پھر کلا کی وہ کتنے دن میں کہ رادھا گوری کو ماندا ڈالا
بہت دوائیں انہوں نے کیں واں پہ فائدے نے نہ سر نکالا
پھر آپ موہن نے بید بن کر دوا کی تھیلی کو واں سنبھالا
پکارے برسانے بیچ جاکر کہ اچھی کرتے ہیں ہم دوائی
ادھر تھے ہارے دوائیں کر کے سنی انہوں نے جو بات اُن کی
بلا کے جلدی مندر کے بھیتر دکھائی رادھا جو وہ دکھی تھی
اِنہوں نے کچھ واں دوا بھی دی اور دکھائے کچھ چھو چھو منترے بھی
پڑھنت کیا تھی وہ اک کلا تھی ہوئیں وہیں اچھی رادھکا جی
ہر اک نے کی واہ واہ ہر دم اور اپنی گردن بہت جھکائی
ہوئیں جو چنگی وہ رادھکا جی تو سب مندر میں خوشی براجی
وہ برکھ بھان اور سبھی کٹم کے یہ بات من بیچ آ کے ٹھہری
کہ رادھکا کی سگائی اِن سے کریں تو ہے گی یہ بات اچھی
جو رسم ہوتی سگائی کی ہے وہ سب اِنہوں نے خوشی سے کردی
"نظیر" کہتے تھے اِس طرح سی ہوئی سی کشن کی سگائی

درگا جی کے درشن

من باس نہ کہے کہوں کر جی ہے کاشی نگري برسن کی
ہے تھر گیانی دھیانی کا ہر پنڈت اور دھن سرسن کی
جو بسنے ہارے دور کے ہیں یہ بھوم ہے اُن من ترسن کی
اس دیوی دیونی نت کہت کے ہے چاہ چرن کے پرسن کی
پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہے ہرسن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کے درسن کی
اس مندل اونچے مکت میں جو دیبی آپ براجت ہیں
تن ابرن ایسے جھلکت ہیں جو دیکھ چندرماں لاجت ہیں
دھن پوجا کھن تھن کی ایسی نت نوبت مانو باجت ہیں
اس مندر مورت دیبی کا جو برنن ہو سب چھاجت ہیں
پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچي ہے ہرسن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کے درسن کی
جو مہر سنے اِس دیبي کی وہ دور دسا سے دھاوت ہے
جو دھیان لگا کر دھاوت ہے سب واکی آس پجاوت ہے
جب کرپا واکی ہووت ہے تب واکے درسن پاوت ہے
مکھ دیکھت ہے وا مورت کا من تن میں سیس نواوت ہے
پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہرسن کي
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگاجی کے درسن کی
جو نہمی ہیں وا مورت کے وہ اُن کی بات سدھارن ہے
سکھ چین جو واتیں مانگت ہیں وہ اس کی چنتا ہارن ہے
ہر گیانی وا کے سرنن ہے ہر دھیانی سادھ ادھارن ہے
جو سیوک ہیں وا مورت کے وہ اُن کے کاج سنوارن ہے

پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہے ہرسن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگاجی کے درسن کی

جب ہولی پاچھے اِس جاگہ دن آکر منگل ہوتا ہے
ہر چار طرف اس دیول میں انبوہ سمنگل ہوتا ہے
تک دیکھو جدھر آنکھ اُٹھا ہر ناری کا دل ہوتا ہے
ہر من میں منگل ہوتا ہے آنند برچھ پھل ہوتا ہے
پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہے ہرسن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کے درسن کی

جو باغ لگے ہیں مندر تک وہ لوگوں سے سب بھرتے ہیں
وہ چہلیں ہوتی ہیں جتنی سب من کے رنج بسرتے ہیں
کچھ بیٹھے ہیں خوش وقتی سے' دل عیش و طرب پر دھرتے ہیں
کچھ دیکھ بہاریں خوباں کی ساتھ ان کے سیریں کرتے ہیں
پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہے ہر سن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کی درسن کی

جو چیزیں میلوں بکتی ہیں سب اِس جا آن جھمکتی ہیں
پوشاکیں جن کی زریں ہیں وہ تن پر خوب جھلکتی ہیں
محبوبوں سے بھی حسنوں کی ہر آن نگاہیں تکتی ہیں
لوں نام ''نظیر'' اب کس کس کا جو خوبیاں آن جھمکتی ہیں
پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہے ہر سن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کے درسن کی

تعریف بھیروں کی

دیکھا ہے جب سے میں نے تیرا جمال بھیروں
رکھتا ہوں تب سے دل میں تیرا خیال بھیروں
دن رات ہے یہ میرا تجھ سے سوال بھیروں
اب درد و غم سے آ کر مجھ کو سنبھال بھیروں
تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدھ مست کال بھیروں

آنکھوں میں چھا رہا ہے تیرا سروپ کالا
تن میں بھبوت مل کر گل بیچ منڈ مالا
آنکھیں دیا سی روشن ہاتھوں میں مے کا پیالا
ہوں دل سے داس تیرا سن اے مرے دیالا
تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدھ مست کال بھیروں

کیا کیا مچی ہیں تیرے دربار کی بہاریں
بھگتی کلا پہ تیری جی جان اپنا واریں
سب اپنا اپنا کارج من مانتا سنواریں
سیوت چرن کو چومیں اشٹی کھڑے پکاریں
تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدھ مست کال بھیروں

ماتھے پہ تیرے تیکا سیندور کا براجے
مدھ پیوے ماس کھاوے جو تو کرے سو چھاجے
ترسول کاندھے اوپر ، ڈھورو کی گت بھی باجے
سب تج کے میں نے اب تو تیری دیا کے کاجے

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدہ مست کال بھیروں

تو راچھسوں کے تن سے ہر آن سر اُکھاڑے
چاہے جسے بساوے، چاہے جسے اُجاڑے
جو تجھ سے دوبدو ہو اِک آن میں لتاڑے
دانوں کو چیر ڈالے، دیلت کودھ کو پچھاڑے

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدہ مست کال بھیروں

غصے میں تو جو اُکر اپنی جٹا ہلاوے
دھرتی اکاس پربت پاتال دہل جاوے
سر کاٹ راچھسوں کے جھونٹے پکڑ ہلاوے
جھانکے کلال خانہ کنڈوں کو خوں چڑھاوے

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدہ مست کال بھیروں

جوگی انیت جلکم تورے چرن سے لاگیں
سیویں جو تجھ کو اُن کے سوتے نصیب جاگیں
جب نام لے کے تیرا بھر کاویں تپ کی آگیں
جن دیو ہاتھ جوڑیں، بھوت اور پلید بھاگیں

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدہ مست کال بھیروں

ہے کون اب جو نکلے تجھ مست سے اکڑ کر
دستوں کو لات مکی، موذی کے سر کو ٹکر

کرپا ہے تیری میرے حق میں تو قند اور شکر
اب سب طرح سے میں نے تیری دیا کو تک کر

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدہ مست کال بھیروں

میرا تو کوئی اس جا اپنا ہے نہ بگانا
بیکس ہوں بے ہنر ہوں اور ہے برا زمانا
اے بیکسوں کے والی، میری مدد کو آنا
تیرے سوا کسی جا میرا نہیں ٹھکانا

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدہ مست کال بھیروں

پوجا کتھا میں تیرے میں گن بکھانتا ہوں
تجھ کو ہی پوجتا ہوں تجھ کو ہی مانتا ہوں
دھول اب تیرے چرن کی ماتھے پہ سانتا ہوں
تیرا ہی ہو رہا ہوں تجھ کو ہی جانتا ہوں

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدہ مست کال بھیروں

تو شاہ میں بھکاری میں کیا کہوں کہ کیا دے
جو دل میں تیرے آوے داتا مجھے دلا دے
مجھسے بگڑ چلے کو اب مہر کر بنا دے
اب جس طرح سے چاہے چلتا مری متا دے

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدہ مست کال بھیروں

اب غم مرے جگر کو تیروں سے چھانتا ھے
اور گرد بے کسی کی نت سر پہ چھانتا ھے
کس سے کہوں میں جاکر کون آہ مانتا ھے
جو دکھ ھے میرے جی پر سو تو ھی جانتا ھے
تیری سرن گہی ھے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدہ مست کال بھیروں
جو دکھ ھے میرے جی پر اب کس کو جا سناؤں
کس سے پناہ مانگوں یہ دکھ کسے دکھاؤں
اب بیکسی میں اپنی جا کر کسے سناؤں
تیرا کہا کے اب میں کس کو بھلا کہاؤں
تیری سرن گہی ھے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدہ مست کال بھیروں
اب کس طرح جتاؤں میں اپنی بیکلی
نے سکھ ھے میرے دل کو نہ چین میرے جی کو
پوچھے جو میرے دکھ کو اب کیا پڑی کسی کو
مجھ سے بھلے برے کی اب لاج ھے تجھی کو
تیری سرن گہی ھے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدہ مست کال بھیروں
ھے جس کا اب جہاں میں تجھ اشٹ کا سہارا
دن رات باجتا ھے ان کا سدا نقارا
ھے بے نظیر تیری کرپا کا ٹھاٹھ سارا
مانک جتی بتچے ھے بھیروں سرن تمہارا
تیری سرن گہی ھے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدہ مست کال بھیروں

مہادیوجی کا بیاہ

پہلے نانوں گنیش کا لیجے سیس نواے
جا سے کارج سدھ ہوں سدا مہورت لاے

بول بچن آنند کے پریم پیت اور چاہ
سن لو یارو دھیان دھر مہادیو کا بیاہ

جوگی جنگی سے سنا وہ بھی کہا بیان
اور کتھا میں جو سنا اُس کا بھی پرمان

سننے والے بھی رہیں ہنسی خوشی دن رین
اور پڑھیں جو یاد کر اُن کو بھی سکھ چین

اور جس نے اس بیاہ کی مہماں کہی بنا ے
اس کے بھی ہر حال میں شیوجی رہیں سہاے

خوشی رہے دن رات وہ کبھی نہ ہو دل گیر
مہماں اس کی بھی رہے جس کا نام "نظیر"

نظیر بے نظیر نے عمر دراز پائی - انشا ، جرأت ، مصحفی اور ناسخ جیسے مستند اور سر آمد شعرا کی آنکھیں دیکھیں اور مجلسیں سنی تھیں - پیرانہ سالی میں فالج گرا - اور سنہ ۱۸۳۰ع میں یہ بلبل بےنظیر بوستان اردو سے ہمیشہ کے لیے اُڑ گیا -

کتاب توصیف زراعات کا ایک قلمی نسخہ

[از جناب مولوی امدادحسین خاں، ایم۰ اے۰]

ہندوستان کھیتی کی باڑی ہے؛ لیکن اِس کے کسان دوسرے ملکوں کی طرح پڑھے لکھے نہیں ہیں، لہذا غیر ملکوں کے مقابلے میں اِس کے اسباب زراعت نہایت سیدھے سادے، کم خرچ اور بہت وقت لینے والے ہیں - یہاں کے کسان کا " ہل " شاید آج بھی وہی ہے، جو آج سے کئی ہزار سال پہلے تھا - سبب ؟ وہی اِس کی جہالت ! یا یہ کہ زمین سونا اُگلتی ہے ؛ اور سونا تھوڑا بھی بہت ہوتا ہے ! لیکن یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ اِس کے ہات، علم اور جفاکشی میں محض جہالت ہی جہالت ہے - یہ ابتداے آفرینش سے اپنے پیروں پر کھڑا ہے، اور آیندہ بھی کھڑا رہے گا -

فی‌الحال ایک قلمی نسخہ ' کرم خوردہ ' عزیزی مظہرحسین خاں سلمہ کے جد امجد، تقی‌علی خاں صاحب مرحوم کے کتب خانے سے ہمارے ہات آیا ہے، جس میں ہندوستان کے کسانوں کے زرا زرا سے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے - اِس کتاب کا تاریخی نام " توصیف زراعات " (سنہ ۱۲۶۵ھ) ہے - ہر صفحے کا مسطر چودہ سطری ہے - کتاب کی تقطیع ۱۰½ انچ اور ۶½ انچ ہے، اور تحریر کی تقطیع ۷½ انچ اور ۳¾ انچ -

اگرچہ کیڑوں نے دل کھول کر، پوری کتاب پر دانت مارے ہیں، لیکن اِس سے اصل مضمون کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے - ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف، بغیر کسی دقت کے پڑھ لیا جاتا ہے -

یہ کاتب، فن کتابت میں بہت محتاط ہے - اِس نے اوراق کے مسلسل اعداد شمار، سر ورق پر ہر صفحے کے درمیان میں لکھے ہیں؛ اور صفحات کے اعداد شمار داھنے صفحے کے داھنے گوشے پر، اور بائیں صفحے کے بائیں گوشے پر؛ نیز یہ کہ ہر ورق کے آخر میں حسب معمول صفحۂ آیندہ کا پہلا لفظ لکھا ہے؛ اور اِس طرح کتاب کے جملہ اوراق و صفحات کو مقید کر دیا ہے - خط نستعلیق، مگر قلم‌برداشتہ ہے - پھر بھی شروع سے آخر تک ایک ڈال چلا گیا ہے -

شمار اوراق ۱ — ۱۳۵

شمار صفحات ۱ — ۲۷۰

قدیم تصانیف کی طرح، پیراگراف وغیرہ اِس میں مفقود ہیں - البتہ ہر باب اور فصل کے عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے ہیں - علاوہ مقدمے کے، آخر کتاب میں فہرست مضامین بھی منسلک ہے -

یہ نسخہ، جیسا اِس کے دیباچے سے ظاہر ہے، انگریزی حکام کی تنظیمی آنکھیں کھولنے کے لیے لکھا گیا ہے - وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کسی مطبوعہ نسخے کی نقل ہے، یا اصل نسخے کی - کاتب اِن الفاظ پر اپنی تحریر کو ختم کرتا ہے :

" بخط محمد زماں خاں، ساکن محلہ دریاباد، من‌محلات شہر الہ‌آباد - بتاریخ پانزدھم ماہ جمادی‌الاول سنہ ۱۲۹۳ ھجری باختتام رسید -

نوشتہ بماند سیہ بر سفید نویسندہ را نیست فردا امید

اِس لحاظ سے یہ نسخہ تصنیف کے ٹھیک اٹھائیس سال کے بعد نقل کیا گیا ہے - ناقل کوئی غریب اور مفلس آدمی نہیں، بلکہ اچھی خاصی زمینداری کا مالک ہے- اِس بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کسی قلمی نسخے کی نقل ہے؛ کیونکہ مطبوعہ نسخے کا خرید لینا کچھ مشکل امر نہ تھا -

اِس کتاب کا مصنف کلب حسین خاں بن احترام‌الدولہ دبیرالملک مرزا کلب‌علی خاں بہادر ہیبت جنگ ہے - خود اُس کا حال اور سبب تالیف، سب کچھ اُسی کی زبانی سنیے :

کتاب کی ابتدا یوں ہوتی ہے :

'' سزاوار حمد و سپاس وہ خالق یکتا ہے کہ جس نے بعطاے عقل سلیم، بنی آدم کو خطاب اشرف مخلوقات کا بخشا ؛ اور انبیا کو ہدایت خاص و عام کے لیے مامور کیا ، کہ اُن کی رہنمائی سے ہر ایک کو امتیاز نیک و بد کا حاصل ہوا ، اور طریقہ مفاد و معاش کا پہچانا گیا - سلاطین عادل نے اپنے اپنے وقت میں کیسی کیسی کوششیں کیں، تاکہ خلق‌اللہ نے اچھے چال چلن اختیار کیے، اور وہ سب امور باعث آبادانی ملک اور رفاہ عام ہوئے - انتظام بادشاہان سلف کے حالات دفتر مندرج کتب تواریخ ہیں - کچھ احتیاج بیان کی نہیں - فی زماننا ، کہ دولت بہیۂ انگلشیہ رو بہ ترقی ہے، اُس کا بھی یہی سبب ہے کہ اُن لوگوں کی مراد سلطنت سے کچھ فراہمی مال و دولت نہیں، بلکہ خاص غرض بہبودی رعایا اور آبادی ملک سے ہے - ہر فرد اِس قوم اولوالعزم کی نیت اِسی پر ظاہراً و باطناً مصروف ہے کہ رعایا کو آرام ملے- ہر شخص ظلم ظلام سے بے خوف و خطر اپنے کام میں مصروف رہے، اور آرام سے بسر کرے - خصوصاً جناب معلی‌القاب ہمارے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جناب آنریبل

جمس تامس اسکویر دام ملکہ کی عجب ذات ستودہ صفات ہے کہ آپ کو بجز اوقات ضروری بشری، تمام روز و شب اِسی فکر میں گزرتی ہے کہ ایسے اچھے دستورات جدید، ملک میں جاری ہوں کہ جس سے آبادی ملک کی زیادہ ہو اور کار تجارت اور کاشتکاری رونق پائے اور رعایا مہد امن و امان میں آرام سے سوئے - کوئی زبردست کسی زیردست پر ظلم نہ کرنے پائے - اچھے اچھے حکام انگریزی اور ہندوستانی انصاف اور انتظام کے لیے مامور ہوں - داد مظلوموں کی جلد اور بر وقت ملے - کسی طرح کی افراط و تفریط معاملات میں نہ ہو - جو سختیاں قوانین سابقہ میں پائی جاتی ہوں، وہ دور کی جائیں - اہل علم و ہنر کی قدردانی ہو - نالائقوں کو مراتب عالی نہ دیے جائیں - قدیموں کی اور عالی خاندانوں کے مراتب کی افزایش ہو - اہل استحقاق اپنے اپنے حقوق پر فایز ہوں - کیفیت اِن امورات کی، جو لوگ باریاب ملازمت ہوتے ہیں، اُن کو بالمشافہہ معلوم ہوتی ہے؛ اور دور کے لوگوں کو بملاحظۂ گورنمنٹ گزٹ اور ہدایت نامہ‌ہاے تالیف خاص بندگان جناب معلی القاب ممدوح، واضح و لایح ہیں - یہ خاکسار ضعیف‌البنیان کلب‌حسین خاں بن احترام‌الدولہ دبیرالملک مرزا کلب‌علی خاں بہادر ہیبت جنگ نے، کہ ایک ادنی متوسلان قدیم سرکار دولتمدار سے ہے، اور قریب ایک قرن کے مدت گزری کہ عہدۂ تحصیلداری اور ڈپٹی کلکٹری پر فایز ہوکر، امورات متعلقۂ سرشتۂ مال سے واقفیت کلی اور حالات زمین و زراعات و پیداوار سے اطلاع واقعی رکھتا ہے، اور معاشرت اور صحبت زمینداران اور کاشتکاران سے اُن لوگوں کے حالات جزوی و کلی کو بخوبی جانتا ہے؛ چاہا کہ چند اوراق مناسب حال مردم زمانۂ حال کو بہت مفید ہے لکھے، اور اِس ہدیۂ محقر کو بنظر کیمیا اثر جناب نواب

نامدار ممدوح گزرانے، شاید کہ پسند خاطر دریا مقاطر ہو، اور فارسی میں واسطے اہل ہند کے اور ترجمۂ انگریزی واسطے اہل ولایت کے ملطبع ہوکر پاوے، تاکہ فائدہ اُس کا عموماً خلائق کو پہنچے، اور باعث آبادانی ملک سرکار ہو، اور خاکسار داد اور مراد پاوے - اِتمام اِس مختصر کا سنہ ۱۲۶۵ ہجری میں ہوا، اور نام اِس کا ''توصیف زراعات'' رکھا گیا، تاکہ سن تالیف، اعداد حروف سے پیدا رہے؛ اور ایک مقدمہ اور چار باب اور ایک خاتمے پر ترتیب اِس کی ہوئی، اور ہر باب میں کچھ فصلیں ہیں - مقدمہ سبب تالیف کتاب میں اور اِس میں مذمت تلاش معاش کی بوجہ نوکری، اور تعریف خوش‌گزرانی زمینداران اور کاشتکاران اور غریب پروری اور قدردانی سرکار نسبت اہل علم و فنون لکھی‌جائےگی -''

یہاں پہنچ‌کر کتاب کے ابواب کی تفصیل یوں بتاتے ہیں :

'' پہلا باب '' اور اِس میں سات فصلیں ہیں : پہلی فصل تین موسموں اور چھے رُتوں کے بیان میں، اور تفصیل اور نام نچھتروں کے اور خواص بعضے ستاروں کے، کہ جن سے حسب قواعد جوتش، پنڈتوں کے قول کے بموجب، بعض اُمور بارش و بیشی و کمی باراں کے، متعلق ہیں؛ اور طریقے ہوا پہچاننے کے، اور ذکر بعض دھرہاے مناسب مقام - دوسری فصل اُن چیزوں کے بیان میں اور طریقے اچھی بُری زمین‌پہچاننے کے، اور نام اُن گھاسوں کے کہ جن کے اُگنے سے زمین خراب ہو جاتی ہے، اور تدبیریں اُن گھاسوں کے معدوم ہو جانے کی - تیسری فصل اُن چیزوں کے بیان میں کہ جو زمین کو زور دار کرتی ہیں، اور جن چیزوں سے درخت جلد بلند اور بالیدہ ہوتے ہیں، اور جو اُمور مزید پیداواری کے لیے مفید ہیں - چوتھی فصل زمین‌کنی اور قلبہ‌رانی اور تخم‌ریزی کے ذکر میں، اور اُس کے آلات اور اسباب کا بیان بوضع تمام اور بیل بھینسوں کا رنگ اور

قیمت اور شناخت اُن کے اچھے اور برے ہونے کی اور تفصیل جانوران مذکور- پانچویں فصل طریق تیاری چاہ و صرف تیاری اور شناخت شیریں اور شور اور دور اور نزدیک پانی نکلنے کی' اور نام اُس کے اجزا کے اور حالات آلات آب‌کشی اور طریقۂ آبپاشی - چھٹی فصل کولھو بنانے کے بیان میں' اور نام اُس کے اجزا کے اور طریق رس نکالنے کے - ساتویں فصل ذکر درو اور مالش غلہ‌جات وغیرہ میں اور نام اُس کے آلات اور اسباب کے' اور طریقے غلے کے‌صاف کرنے اور حفاظت سے رکھنے کے - ''دوسرا باب'' بیان زراعات فصل خریف میں اور اِس میں تین فصلیں ہیں : پہلی فصل اجناس اعلیٰ کے ذکر میں - دوسری فصل اجناس ادنیٰ کے ذکر میں - تیسری فصل ترکاریوں اور دواؤں اور مصالح[1] کے حالات میں جو کھیتوں سے روئیدہ ہوتی ہیں' اور طریقے اُن چیزوں کے پکانے اور کھانے کے' اور بیان اُن اُمور کا جو کہ زراعتوں کے لیے مفید اور مضر ہیں' اور سب چیزوں کے خواص از روے قواعد طب' اور اسماء غلہ جات اور ادویہ اور مصالح [2] کی بلغت ہندی و فارسی و عربی و انگریزی- ''تیسرا باب'' بیان حالات زراعات فصل ربیع‌میں حسب شرح باب دویم اور اِس باب میں بھی تین فصلیں ہیں' اُسی طرح سے جیساکہ باب دویم میں ہیں اور بیان بعض تدبیروں کا جو باعث حفظ ہوں تیری[3] اور اولے اور پانی کے گزند سے اور اوسط نرخ ہر چیز کا- ''چوتھاباب'' کاشتکاروں کے محاصل متفرق کے بیان میں جو کہ علاوہ کھیتوں کے ہوتے‌ہیں اور اِس میں چھے فصلیں ہیں: پہلی فصل ندیوں اور تالابوں کے محاصل کے ذکر میں- دوسری فصل اُن محاصلات کے ذکر میں جو کہ بھیتوں سے کاشتکاروں کو ہوتے ہیں- تیسری فصل اُن محاصلات کے بیان میں جو کہ افتادہ اور شور زمین سے کاشتکاروں‌کو ہوتے ہیں - چوتھی فصل اُن محاصلات

---

1 و 2—مسالے (مدیر) - 3—تتی (مدیر) -

کے بیان میں جو کہ درختان ثمردار سے کاشتکاروں کو ہوتے ہیں' اور خواص جملہ اثمار از روے قواعد طب - پانچویں فصل اُن محاصلات کے بیان میں جو کہ درختان غیر مثمر سے کاشتکاروں کو ہوتے ہیں' اور جس درخت کے پتے اور پھول اور لکڑی جس کام میں آتی ہے - چھٹی فصل اُن حاصلات کے بیان میں جوکہ گائے و بھینس و بکری اور بھیڑے کے پالنے سے کاشتکاروں کو ہوتی ہے' اور طریقہ گھی نکالنے کا- ''خاتمہ'' بیان حالات متفرق میں اور اِس میں آٹھ فصلیں ہیں : پہلی فصل اقوام میں اور دستورات شادی و غمی ہر ایک قوم - دوسری فصل بیان اقسام خوردنی‌ہاے اقوام ہنود میں - تیسری فصل ذکر پوشیدنیہاے مردانہ و زنانہ ہر قسم میں - چوتھی فصل تفصیل زیورات میں - پانچویں فصل عبادت گاہوں کے ذکر میں - چھٹویں فصل برتنوں کی تفصیل میں - ساتویں فصل تیوہاروں کی تفصیل میں - آٹھویں فصل اصطلاحات اور محاورات خاص ساکنان دہات اضلاع توابع کمشنری قسمت آگرہ میں و محاورات اُن کی گفتگو سے لکھے جائیں گے -''

مصنف کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ جس چیز کا بیان اُٹھاتا ہے' اُس کا کوئی پہلو نظرانداز نہیں کرتا - ایک ہی چیز پر مختلف حیثیتوں سے روشنی ڈالتا ہے اُس شے کے اسباب زندگی پر غور کرتا ہے ' فوائد سمجھاتا ہے ' اُس کے وجوہ امراض و صحت کی جستجو کرتا ہے ' متعلق رسم و رواج بتاتا ہے - غرض شاخ شاخ اور پتی پتی پر نگاہ ڈالتا ہے اور مفید مشورے دیتا ہے - مثلاً : ہم شہری تو یہی سمجھتے ہیں کہ افتادہ اُوسر ' بنجر یا بقول پنجابی کلر زمین سے نہ تو زمیندار کچھ فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور نہ کاشت‌کار - لیکن یہ مصنف ایسی زمین سے بھی یوں خزانے اُگلواتا ہے :—

'' افتادہ زمین کے حاصلات تو یہ ہیں : اول جس زمین میں گھاس جم سکتی ہو اور کچھ پانی برسات کا بطور پشتے (باندھ) کے ٹھہرتا ہے ' وہاں کانڈر اور کھر وغیرہ پیدا ہوتا ہے کہ چھپر اُس سے چھائے جاتے ہیں - تین سو سے تین ہزار تک پُولے فی روپیہ بکتے ہیں - دوسرے سینک ' جھاڑو کے لیے اِسی کانڈر سے نکلتی ہے - ماگھ' پھاگن میں بعد گھاس کاٹ لینے کے جڑوں میں آگ لگا دیتے ہیں کہ پھر وہ جڑیں چَیت کے مہینے میں ہری ہوجاتی ہیں ' اور گاے بیل کا چارا ہوتا ہے - تیسرے پیدا ہونا جَھربیری کے درختوں کا کہ اُن میں سے فصل میں چھوٹے چھوٹے بیر زرد اور سرخ رنگ پیدا ہوتے ہیں ' اور لڑکے کھاتے ہیں ' اور کُنجڑوں کے ہاتھ بکتے ہیں اور خمیرۂ تمباکو میں پڑتے ہیں ' اور جھربیری کے درختوں کو کاٹ کر اُس کے گٹھے جانوروں کو کھلاتے ہیں - دودھ زیادہ ہوتا ہے - پورب میں کم اور پچھم میں جھربیری زیادہ ہوتی ہے ' اور اُس سے زیادہ محاصل کاشتکاروں کو ہوتا ہے - جڑیں بعد کاٹ لینے کے جو باقی رہتی ہیں ' اُن میں سے پھر سال آیندہ چھوٹے چھوٹے درخت جھربیری کے پیدا ہوتے ہیں - چوتھے پیدا ہونا دُوب وغیرہ گھاس کا کہ اُس کو کاشتکار کُھرپیوں سے چھیل لاتے ہیں ' اور جانوروں کو کھلاتے ہیں ' کچھ دینا نہیں پڑتا -

شور (اُوسر ' بنجر ' کلر) زمین سے جو حاصلات ہوتے ہیں ' وہ یہ ہیں : اول پیدا ہونا ریہ کا : یعنی بارش کے دنوں میں شور زمین کی مٹی جابجا پھول جاتی ہے - رنگ اُس کا سفید ہوتا ہے - کلوار کے مہینے میں وہ پھولی ہوئی مٹی کھود لاتے ہیں - رات بھر پانی میں تر رکھتے ہیں - دوسرے دن مٹی نکال لیتے ہیں ؛ پانی جم جاتا ہے - اُسی کو ریہ کہتے ہیں - دھوبیوں کے ہاتھ کپڑا دھونے کو ' اور کلواروں کے ہاتھ شراب کے لاهن

میں ڈالنے کو' تمباکو گروں کے ہاتھ تمباکوے نوشیدنی میں ملانے کے واسطے '
اور رنگریزوں کے ہاتھ پتنگ کے رنگ میں داخل کرنے کے لیے' بیچ ڈالتے
ہیں - دوسرے نکلنا کانچ کا جسکو انگریزی میں گلاس کہتے ہیں -
اِس کا مختصر طریق یہ ہے کہ شور زمین سے سفید مٹی یعنی ریہ
حسب شرح صدر لاکر بڑی بڑی کھاریوں میں تین روز تک پانی میں تر
رکھتے ہیں - جب پانی خشک اور مٹی پھول جاتی ہے تو اُس کو کھرچ
لاتے ہیں ' اور اوکھلی میں خوب باریک کوٹ کر بحساب فی پنسیری
پاؤ بھر جَو کی بھوسی اور چھٹانک چھٹانک سیسا اور رانگا اور جَست
ملاکر وہ مٹی پختہ حوضوں میں بھرتے ہیں اور نیچے حوض کے' جس
میں چاروں طرف سوراخ ہوتے ہیں' آگ جلانی شروع کرتے ہیں - دس
روز تک آگ جلا کرتی ہے - ایک ایک حوض پر آٹھ آٹھ آدمی خبرگیری
کے لیے رہتے ہیں - لمبی لمبی سیخیں لوہے کی آگ وغیرہ کے سنبھالنے
کے لیے اُن کے ہاتوں میں ہوتی ہیں - بعد دس روز کے رس ریہ کا تیار
ہوتا ہے - جب قوام تیار ہوتا ہے ' اور تار اُٹھنے لگتا ہے' آگ کا جلانا بند
کرتے ہیں اور پندرہ بیس روز کے بعد بھٹی سرد ہوتی ہے ' اور کانچ کو
حوضوں سے نکال لیتے ہیں - دس من ریہ سے ایک من رَسِی کانچ کی
نکلتی ہے - اور ایک من رَسِی سے پانچ سیر کانچ تیار ہوتی ہے ' کہ اُس
کی چوڑیاں ' آتشی شیشے اور قرابے اور بوتلیں اور پیالہ وغیرہ بنتے ہیں -
اور بھٹی میں جو خاک رہ جاتی ہے ' اُس کو کانچ کا نمک کہتے ہیں '
کہ چُورن میں اور گھوڑوں کے مصالح میں پڑتا ہے - اور واضح ہو کہ جو
آدمی خبرگیری کے لیے بھٹی کے نزدیک رہتے ہیں بہ سبب زیادتی
حرارت آگ کے اُن لوگوں کو سوا مٹھے کے اور کچھ کھانے کو نہیں ملتا ہے...
تیسرے پیدا ہونا شورے کا کہ جس کو انگریزی میں سالٹ نٹپر کہتے

هیں - مختصر طریق شورہ نکالنے اور بنانے کا یہ ہے کہ برسات کی پھولی ہوئی مٹی اور کچی دیواروں کے نیچے کی مٹی کھرچ کھرچ کر بڑی بڑی کیاریوں میں پانی سے تر کرتے ہیں ' اور اُن کیاریوں میں نیچے سوراخ رکھتے ہیں' اور اوپر کانس اور مُونج سے پاٹ دیتے ہیں کہ پانی سوراخ کی راہ سے حوض میں ' جو کیاری کے نیچے بنا رہتا ہے ' یا ایک مٹی کی ناند میں' ٹپک ٹپک کر جمع ہوتا جاتا ہے - جب بہت سا پانی جمع ہو' تو دوسری کیاری میں کاٹ دیتے ہیں - بعد پانی کے خشک ہونے کے جو شورہ کیاری کے اطراف میں جم جاتا ہے ' اُس کو کھرچ لیتے ہیں' یہ شورۂ آبی کہلاتا ہے اور روپے' سوا روپے' ڈیڑھ روپے' من بکتا ہے - اہل مقدور اُس سے' پانی پینے کا' سرد کرتے ہیں- اگر قلمی شورہ بنانا مقصود ہو تو کچے شورے کو پانی کے ساتھ کڑاہ میں ڈال کر جوش کرتے ہیں - جب قوام تیار ہوا تو مونج کی لکڑیاں ہات ہات بھر کی اُس میں ڈال دیتے ہیں کہ دو ایک روز میں پکا ہوا شورہ لکڑیوں میں لپٹ جاتا ہے - بعد خشک ہونے کے لکڑیوں سے چُھڑا لیتے ہیں - اِسی کو قلمی شورہ کہتے ہیں - ایک من کچے شورے میں ۲۵ سیر قلمی شورہ نکلتا ہے - وہ تین چار روپیہ من بکتا ہے - باروُت میں پڑتا ہے - دواؤں میں بھی کام آتا ہے' اور جو کڑاہ کی تہ میں رہ جاتا ہے' وہ کھاری نمک کہلاتا ہے - اچھا نہیں ہوتا ہے - ڈیڑھ' دو روپے من بکتا ہے - اُس کے کھانے سے بدن میں خارش ہوتی ہے ؛ مگر جانوروں کو کھلایا جاتا ہے اور چمار' چرسوں میں بھی لگاتے ہیں - اگر آٹھ من پانی رَسی کا' کیاریوں میں سے حوض میں ٹھکے تو چھ پنسیری شورہ نکلتا ہے - مزاج شورے کا تیسرے درجے میں گرم و خشک اور مفتحِ سُدّہ و ملقی بلغم' و مسہل و مُدِرّ بول بستہ اور عرق اُس کا قائم مقام کبریت ہے - چوتھے پیدا ہونا نمک کا کہ جس کو عربی

میں مِلْح اور انگریزی میں سالٹ کہتے ہیں - مختصر طریق اُس کے نکالنے اور بنانے کا یہ ہے : یعنی پھلدار کو کہ جسے توتیا بھی کہتے ہیں، نمکین مٹی جہاں شور زمین میں ہوتی ہے، پہچان کر بالشت بالشت بھر عمیق زمین سے کھود کر حسب شرح شورہ کھاریوں میں پانی سے تر کر کے سوراخ کی راہ سے حوض میں ٹپکاتے ہیں - جب بہت سا پانی جمع ہوا تب دوسری کیاری میں بھر دیتے ہیں، اور جلواسا کاٹ کاٹ کر اُس کیاری میں ڈالتے ہیں - ایک ہفتے کے بعد پانی خشک ہو جاتا ہے ؛ اور نمک جلواسے میں لپٹ رہتا ہے، اور کچھ کیاریوں کے اطراف میں لگا رہ جاتا ہے، کہ نمک کو چھوڑ کر کھتّی میں اور گھوں میں بھر رکھتے ہیں - ایک کیاری میں چار پانچ من نکلتا ہے - تین روپے من بکتا ہے، اور دیسی نمک کہلاتا ہے؛ اور بعض اضلاع مغربی میں تالاب کے پانی سے از خود نمک پیدا ہوتا ہے، اُس کو مہیریا کہتے ہیں- بہ نسبت اور نمک کے بہتر ہوتا ہے، اور کچھ گراں بکتا ہے، اور اگر شورے کی رَسی سے نمک نکالنا منظور ہو، تو رَسی کے پانی کو دو آدمی ایک دن اور ایک رات بلوتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں، تااینکہ نمک کیاریوں میں جم جاتا ہے، اور پانی کو بہا دیتے ہیں، اور نمک کو کیاریوں سے کھرچ کر ایک چادر میں باندھ کر گاڑ دیتے ہیں، کہ پانی خشک ہو کر نمک خالص رہ جاتا ہے، مگر یہ نمک اچھا نہیں ہوتا ہے"۔

اِس کتاب کا مصنف مذاق سلیم کا حامل ہے - یہ اِس بات سے ناواقف نہیں کہ ایسی کتابیں، اپنے موضوع کے لحاظ سے، نہایت خشک اور دماغ سوز ہوتی ہیں - اِس لیے اُس نے دوران تحریر میں اپنی تصنیف کو دل‌چسپ بنانے کے لیے لطائف و ظرائف سے موقع بموقع کام لیا ہے؛ تاکہ ناظرین کی طبع نازک پر گراں نہ ہو، اور حصول معلومات کے

ساتھ ھی ساتھ کچھ حظ بھی اُٹھاتے جائیں - مثلاً زراعات فصل ربیع کی شرح کے سلسلے میں افیونیوں کی کثافت پسندی، اور پانی سے پرھیز کے بارے میں فرماتے ھیں :—

" نقل مشہور ھے کہ دو بھائی افیونی، عید کے دن، یکجا بیٹھے تھے - اِن میں سے ایک نے نہانے کا قصد کیا - دوسرے نے کہا کہ " یہ کیا کرتے ھو؟ " تو اُس نے جواب دیا کہ " عید اور بقرعید دو مرتبہ سال بھر میں نہاتا ھوں -" دوسرے نے کہا کہ " اے بھائی! تم تو مرغ آبی ھو گئے! " اُس نے کہا کہ " کیا تم کو عیدین میں بھی نہانے کا اتفاق نہیں ھوتا؟ " اُس نے کہا کہ " ھم تو جب پیدا ھوئے تھے، تب ایک مرتبہ نہائے تھے ' اور جب مریں گے تب دوسرا غسل ھوگا - سو یہ دونوں غسل میرے اختیار میں نہیں، ورنہ اِس کا بھی اتفاق نہ ھوتا! "

دوسری جگہ چاول کی کاشت، اُس کے اقسام، ذائقے، کھانے بیان کرتے ھوئے عبارت کو یوں شگفتہ بناتے ھیں :—

" مشہور ھے کہ بنگالہ میں تیل کا کھانا خوب پکتا ھے اور بُو تیل کی نہیں آتی - مگر ھزار ھو، آخر پھر تیل ھے - چنانچہ نقل مشہور ھے کہ ایک بنگالی ملاح ناؤ پر تھا، اور مچھلی کا دھویا ھوا پانی تیل اور میتھی اور ھلدی سے بگھار کر بھات کے ساتھ کھا رھا تھا ' اور دل سے چاھتا تھا کہ اگر مچھلی بھی تلی ھوئی ھوتی تو اُس کا گوشت بھات اور شوربے کے ساتھ کھاتے جاتے، کہ ناگاہ ایک مچھلی دریا میں اُچھلی - بنگالی نے خوش ھو کر کہا، اور دریا کی طرف اُنگلی سے اشارہ کیا ' کہ "یہ بھات اور وہ مچھلی—وہ مچھلی اور یہ بھات! " یہ کہہ کر اپنا دل خوش کیا -"

ھندی شعروں اور دُھروں کو بھی کتاب کے شگفتہ کرنے کا ذریعہ بنایا ھے- مثلاً کسان کی ھستی پر روشنی ڈالتے ھوئے، کہ وہ سب سے زیادہ سخت

جان اور سب سے زیادہ پائدار ہے ' کہتے ہیں : مثل مشہور ہے کہ کسان بمنزلۂ دوب ہے' جیسے کہ دوب کی جڑ کسی طرح نہیں جاتی' اُسی طرح کسان بھی کسی نہ کسی طرح آباد رہتے ہیں - ایک دُھرا مناسب مقام یاد آیا سو لکھا جاتا ہے : دھرا -

پہلے جہیں گھوم گھمیّا' تب جہیں کرگہ بان '
(رقاصہ) (جلاھا)

تب جہیں ھنا نشان' اور تہل بہل جی کسان
(نوکری پیشہ)

یعنی اگر قحط پڑے گا تو پہلے ناچنے والی جائے گی' کہ بہ سبب بےمقدوری کے ناچ دیکھنے والا کون ہوگا - بعد اُن کے جلاھے وغیرہ جائیں گے' کہ کس کو کپڑا وغیرہ بنوانے کا خیال ہوگا - تب نوکری پیشہ جائیں گے - اور کسان یعنی کاشت‌کار بہر حال باقی رہ جائیں گے -''

یہ کتاب ہزارہا اصطلاحات و لغات کا مخزن ہے' جو کسی اور لغت یا تصنیف میں بمشکل ملیں گے - مثلاً مدک بنانے اور پینے کے اسباب اور اوزار یہ ہیں :—

جاسو—یعنی پان تراشیدہ و جوشیدہ بہ افیون -

مہرو—یعنی چلم خرد کا ٹکڑا یعنی بتی گل کی بطور فتیلۂ بندوق -

چمٹی—یعنی دست پناہ -

چھرّا—یعنی گولی خرد مدک کہ کالی مرچ سے کچھ بڑی ہوتی ہے .... مدک کا چھرّا جلا ہوا سدک کہلاتا ہے......... -

درختوں' ترکاریوں وغیرہ کے بیان میں گویا قدیم طبی لغت ''ناصرالمعالجین'' فارسی کو سمو دیا ہے - یعنی

پتے' پھل' چھال' گوند' لکڑی

تمام اجزاے نباتات کے خواص و تاثیرات کا ذخیرہ بہم پہنچا دیا ہے' پھر

بھی یہ باب اُس کتاب کا ترجمہ نہیں- بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں' جن کی ہوا تک اُس لغت کو نہیں لگی -

جہاں کسی شے کا بیان کیا ہے' وہیں اُس کے لیے چلنے نام علاوہ فارسی' عربی کے ملک میں رائج یا مشہور ہیں' سب بقید زبان تحریر کردیے ہیں' تاکہ پڑھنے والا اگر ایک نام سے کسی شے کو نہیں جان سکتا تو دوسرے نام سے جان اور پہچان لے - لطف یہ ہے کہ اِس تفصیل میں بھی بےجا طول سے کام نہیں لیا ہے -

انگریزی الفاظ کو مہذب کرکے لکھا ہے - مثلاً ہل ہندی' عربی قلبہ انگریزی پُلو' وغیرہ -

کسانوں کے رہنے سہنے کے طریقے' کپڑے' کھانے' زیور' موت' زندگی' شادی' غمی' برتن' جھوپڑی' نشست' برخاست' مزاج' جانور' مویشی' شکار' وسائل شکار' اوقات شکار' حفظان صحت' غرض کسی نکتے کو نہیں چھوڑا - لہذا یہ کتاب سر سے پیر تک ''ذخیرۂ معلومات'' ہے - زمیندار' کاشتکار' پیشہ‌ور اور اہل قلم سب اِس سے یکساں فائدہ اُٹھا سکتے ہیں -

اگر یہ کتاب چھپ چکی ہے' تو اِس کی ضرورت پھر بھی اُسی طرح باقی ہے - کیونکہ آج بھی اِس سے اُسی طرح فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے' بلکہ اُس سے بھی کچھ زیادہ - لغات نویس' افسانہ نگار' ادیب' غرض شہریوں کا کوئی ایسا جتھا نہ ملے گا جسے اِس کی اشد ضرورت نہ ہو - بالفاظ دیگر مصنف نے زمین آسمان کے قلابے ملادیے ہیں - آکاس سے پاتال تک' سماک سے سمک تک کی منزلوں کی طنابیں کھینچ کر ملادی ہیں - کیا اچھا ہوتا کہ کوئی اہل قلم' جس کو کسان اور اُس کی حالت سے ہمدردی ہو' وہ اِس طرف ایک مرتبہ اور اُچٹتی ہی ہوئی نظر ڈالتا اور اِس کو زمانۂ حال کے مطابق بنا دیتا -

---

ماہ نو

(مصنفۂ شاعر اعظم ڈاکٹر رابندرا ناتھ ٹیگور -

مترجمۂ سید اصغر علی، سکندرآباد ضلع بلند شہر)

"گیتان جلی کی طرح ' اِس کتاب کے بھی ' کئی ترجمے اُردو میں شائع ہو چکے ہیں - اِس ترجمے میں چند خصوصیات کے علاوہ ' بعض عنوانات بھی زائد ہیں - کتاب کی نظموں میں ' بچے کو مختلف حیثیتوں سے شاعر نے پیش کیا ہے اور دکھایا ہے کہ بچے کا اثر ' ہماری زندگی ' ہماری معاشرت ' ہمارے خیالات و جذبات پر کیسا پڑتا ہے ؟ بچہ' ہر شخص کو ' ہر ملک میں ' پیارا ہے - اُس کی بھولی صورت ' پیاری باتیں ' معصومانہ انداز' سب کو پسند ہیں - ہر زمانے کی شاعری میں ' اُس کی ہستی کے متعلق خیالات ظاہر کیے گئے ہیں - لیکن کسی زمانے میں اِن مضامین کو مستقل حیثیت نہیں دی گئی - یہ صرف "ماہ نو" (The Crescent Moon) کی اِمتیازی خصوصیت ہے -

ماہ نو میں "رابی بابو" نے بتایا ہے کہ بچے کی روح کو خدا کی ذات سے کیا تعلق ہے؟ اور وہ انوار آلہی سے کیونکر براہ راست مستفیض ہوتا ہے ؟ اور کس طرح اُس نور کی ضوفشانی ' دنیا و اہل دنیا پر کرتا ہے ؟ بچہ ' دنیا کے لیے نہ صرف حسین ترین آرائش ہے ؛ بلکہ دنیا کے محاسن اخلاق بھی' بچے ہی کی ذات سے وابستہ ہیں - بچہ ' ہمارے

دلوں میں رقیق جذبات اور بلند خیالات پیدا کرتا ہے - ہمارے اعمال و مقاصد میں استقلال ، محبت اور ایثار کی روح پھونکتا ہے - ہمارے اُن تعلقات کو، جو خدا کے ساتھ ہیں ، قوی کر دیتا ہے -

موضوع کی جدت اور خیال کی وسعت کے اعتبار سے یہ نظمیں بالکل نئی اور عجیب ہیں - مجھے اُمید ہے کہ ''ہندستانی'' کی گنگا - جمنی سرزمین پر، الفاظ و حروف کے جو کالے کالے ذرے بکھرے ہوئے ہیں ؛ اُن کے رخ پر ''ماہ نو'' کی ہلکی ہلکی کرنیں ، ایک پُر بہار منظر پیدا کریں گی ؛ اور پھر ''گُرو دیو'' کے سر اور ڈاڑھی کے سفید بالوں کا اُجالا ، اُس پرلطف چھٹکی ہوئی چاندنی میں شامل ہوکر ، منظر کی دلکشی کو دو بالا کرے گا ! ''

''سعید انصاری''

گھر

میں اُس سڑک پر جو میدان میں سے گزرتی ہے اُس وقت اکیلا گھوم رہا تھا جب کہ ڈوبتا سورج ایک کنجوس کی طرح اپنا آخری سونا چھپا رہا تھا -

دن کی روشنی تاریکی میں زیادہ گم ہوتی گئی اور بنجر زمین جس کی فصل کاٹ لی گئی تھی خاموش پڑی تھی -

یکایک کسی لڑکے کی باریک چیخ آسمان تک گئی - اُس نے شام کے سکوت میں اپنے گانے کے آثار چھوڑ کر تاریکی کو بغیر کسی کے دیکھے ہوئے عبور کیا -

اُس کا دیہاتی مکان بنجر زمین کے کنارے ، ایکھ کے کھیت کے اُس طرف ، کیلوں اور نازک نازک چھالیوں کے درختوں کے سایہ میں ، ناریل اور کاھی کٹھل کے درختوں کے درمیان چھپا ہوا تھا -

میں ایک لمحہ کے لیے تاروں کی روشنی میں اپنے سنسان راستہ میں کھڑا ہو گیا اور اپنے سامنے تاریک دنیا پھیلی ہوئی دیکھی - جس نے اپنی بانہوں میں لا تعداد پنگوروں اور بستروں' ماؤں کے دلوں اور شام کے چراغوں سے آراستہ مکان احاطہ کر رکھے تھے اور چھوٹے چھوٹے بچے دیکھے جو ایسی مسرت سے خوش تھے جیسے دنیا میں اپنی قدر و قیمت کا کوئی اندازہ نہ ہو -

سمندر کے کنارے

غیرمحدود دنیاؤں کے سمندر کے کنارے بچے ملتے ہیں -

اوپر لامتناہی آسمان خاموش ہے اور بےقرار پانی پرشور ہے - ناچتے اور گاتے غیرمحدود دنیاؤں کے سمندر کے کنارے بچے ملتے ہیں -

وہ ریت سے اپنے مکان بناتے ہیں اور وہ خالی گھونگوں سے کھیلتے ہیں - وہ مرجھائے پتوں سے اپنی کشتیاں تیار کرتے ہیں اور مسکراتے ہوئے اُنھیں بحر زخار میں بہا دیتے ہیں - بچوں کا کھیل دنیاؤں کے سمندر کے کنارے ہوتا ہے -

وہ نہیں جانتے کہ کس طرح تیرتے ہیں - وہ نہیں جانتے کہ جال کس طرح ڈالتے ہیں - موتی نکالنے والے موتیوں کے لیے غوطہ لگاتے ہیں ، سوداگر اپنے جہازوں میں سفر کرتے ہیں جب کہ بچے کنکر اکٹھے کرتے ہیں اور اُنھیں پھر تتر بتر کردیتے ہیں - وہ پوشیدہ خزانوں کی جستجو نہیں کرتے - وہ نہیں جانتے کہ جال کس طرح ڈالتے ہیں -

سمندر ٹھاٹھ مار کر موجزن ہوتا ہے اور سمندر کے کنارے کی مسکراہٹ زرد رنگ سے چمک اٹھتی ہے - موت کی ہلاکت آفریں موجیں بچوں کو ماں کی طرح جب کہ وہ اپنے بچے کا گہوارہ ہلا رہی ہو بےمعنی

گیت سناتی ہیں - سمندر بچوں کے ساتھ کھیلتا ہے اور سمندر کے کنارے
کی مسکراہٹ زرد رنگ سے چمک اُٹھتی ہے -

غیرمحدود دنیاؤں کے سمندر کے کنارے بچے ملتے ہیں - طوفان
بے پگڈنڈی والے آسمان میں گھومتا ہے - جہاز بےنشان والے سمندر میں
غرق ہو جاتے ہیں - موت ہر طرف ہے اور بچے کھیلتے ہیں - دنیاؤں کے
سمندر کے کنارے بچوں کی سب سے بڑی مجلس ہوتی ہے -

سرچشمہ

نیند جو بچے کی آنکھوں میں دبے پانوں آتی ہے ---- کیا کوئی
جانتا ہے کہ یہ کہاں سے آتی ہے ؟ ہاں ایک افواہ ہے کہ اُس کا مسکن
پریوں کے گانوں میں جنگل کے سایہ میں ہے جہاں جگنو معمولی سی
روشنی کرتے ہیں اور جہاں جادو کی دو چھوٹی چھوٹی کلیاں لٹکی
ہوئی ہیں - وہاں سے وہ بچہ کی آنکھیں چومنے کے لیے آتی ہے -

مسکراہٹ جو بچہ کے ہونٹوں پر جب کہ وہ سوتا ہے ناچتی
ہے -- کیا کوئی جانتا ہے کہ وہ کہاں پیدا ہوئی تھی ؟ ہاں ایک افواہ
ہے کہ ماہ نو کی ایک جوان پہلی کرن نے موسم خزاں کے غائب ہوتے
ہوئے بادل کا کنارا چھوا اور وہاں شبنم سے دھلے ہوئے صبح کے خواب میں
مسکراہٹ سب سے پہلے پیدا ہوئی -- وہ مسکراہٹ جو بچہ کے ہونٹوں
پر جب کہ وہ سوتا ہے ناچتی ہے -

خوشگوار نازک تازگی جو بچہ کے اعضا میں رونق دکھاتی ہے --
کیا کوئی جانتا ہے کہ وہ اب تک کہاں چھپی ہوئی تھی ؟ ہاں - ماں
جب ایک جوان لڑکی تھی تو یہ محبت کے نازک اور خاموش پردۂ راز
میں اُس کے دل میں سرایت کیے ہوئے تھی -- خوشگوار نازک تازگی
جو بچہ کے اعضا میں رونق دکھاتی ہے

بچہ کا طریق کار

اگر بچہ چاہے تو اِسی لمحہ آسمان کو اُڑ کر جا سکتا ہے -

یہ بےوجہ نہیں کہ وہ ہمیں نہیں چھوڑتا -

وہ اپنا سر ماں کی چھاتی پر رکھنا پسند کرتا ہے اور اُس کا کبھی آنکھوں سے اُوجھل ہونا برداشت نہیں کر سکتا -

بچہ ساری عاقلانہ باتوں کو جانتا ہے حالانکہ دنیا میں کم لوگ اُن کا مفہوم سمجھ سکتے ہیں -

یہ بےوجہ نہیں کہ وہ بولنا نہیں چاہتا -

ایک بات جو وہ جانتا ہے وہ ماں کے منہ سے ماں کے الفاظ سیکھنا ہے - یہی وجہ ہے کہ وہ اِتنا معصوم معلوم ہوتا ہے -

بچہ کے پاس سونے اور موتیوں کے ڈھیر ہیں لیکن وہ اِس زمین پر فقیر کی طرح آیا -

یہ بےوجہ نہیں کہ وہ اِس حلیہ میں آیا -

یہ پیارا چھوٹا برہنہ سادھو بہت بیکس و مظلوم ہونے کا بہانہ کرتا ہے تاکہ وہ ماں کی محبت کی دولت کی بھیک مانگ سکے -

بچہ چھوٹے ماہ نو کی دنیا میں ہر قید و بند سے بالکل آزاد تھا -

یہ بےوجہ نہیں کہ اُس نے اپنی آزادی دیدی -

وہ جانتا ہے کہ ماں کے دل کے چھوٹے سے کونے میں غیر محدود خوشی کے لیے جگہ ہے - اور اُس کی پُرمحبت بانہوں میں پکڑا اور دبایا جانا آزادی سے کہیں زیادہ خوش آیند ہے -

بچہ بالکل نہیں جانتا تھا کہ کس طرح روتے ہیں - وہ کامل مسرت کی دنیا میں رہتا تھا -

یہ بےوجہ نہیں کہ اُس نے آنسو بہانا پسند کیا -

حالانکہ وہ اپنے پرمحبت چہرے کی مسکراہٹ سے اپنی ماں کا ارمانوں بھرا دل اپنے لیے نکال لیتا ہے لیکن معمولی تکلیفوں پر اُس کی چھوٹی چھوٹی چیخیں رحم اور محبت کے رشتہ کو اور زیادہ استوار کردیتی ہیں -

توجہ سے محروم تماشا

آہ میرے بچے - وہ کون تھا جس نے اِس چھوٹے کرتے کو رنگا اور تمھارے نازک اعضا کو اِس چھوٹے سرخ کوٹ سے ڈھکا ؟

تم صبح کے وقت صحن میں کھیلنے کے لیے باہر نکل آئے ہو اور تم دوڑتے ہو تو گرتے ہو اور ٹھوکر کھاتے ہو -

لیکن میرے بچے وہ کون تھا جس نے اِس چھوٹے کرتے کو رنگا ؟

میری زندگی کی چھوٹی کلی وہ کون ہے جو تمھیں ہنساتا ہے ؟

چوکھٹ پر کھڑی ہوئی ماں تمھیں دیکھ کر مسکراتی ہے -

وہ تالیاں بجاتی ہے اور اُس کے کڑے بجتے ہیں اور تم ایک چھوٹے گڈریے کی طرح اپنے ہاتھ میں اپنے بانس کی لکڑی لیے ہوئے ناچتے ہو -

لیکن میری زندگی کی چھوٹی کلی وہ کون ہے جو تمھیں ہنساتا ہے ؟

ارے سادھو - اپنی ماں کی گردن میں دونوں ہاتھ ڈالے ہوئے تم کیا مانگتے ہو ؟

او لالچی بچے - کیا میں دنیا کو ایک پھل کی طرح تمھاری گلابی ہتھیلی پر رکھنے کے لیے آسمان سے توڑوں ؟

ارے سادھو - تم کیا مانگ رہے ہو ؟

ہوا خوشی میں تمھارے کڑوں کی جھنکار لے جاتی ہے -

سورج مسکراتا ہے اور تمھاری پوشاک کو دیکھتا ہے -

آسمان تمھیں اوپر سے اُس وقت دیکھتا ھے جب تم اپنی ماں کی گود میں سوتے ھو اور صبح تمھارے بستر میں پنجوں کے بل آتی ھے اور تمھاری آنکھوں کو چومتی ھے -

ھوا خوشی میں تمھارے کڑوں کی جھنکار لے جاتی ھے -

خوابوں کی پریوں کی مالکہ آسمان کی مدھم روشنی میں سے اُڑ کر تمھارے پاس آرھی ھے -

دنیا کی ماں تمھاری ماں کے دل میں تمھارے قریب بیٹھتی ھے -

وہ جو تاروں کو اپنا گانا سناتا ھے اپنی بانسری لیے ھوئے تمھاری کھڑکی میں کھڑا ھے -

اور خوابوں کی پریوں کی مالکہ آسمان کی مدھم روشنی میں سے اُڑکر تمھارے پاس آرھی ھے -

نیند اُڑانے والی

بچہ کی آنکھوں سے نیند کس نے چُرائی ھے ؟ معلوم ھونا چاھیے -

اپنے گھڑے کو اپنے سینے سے چمٹائے ھوئے ماں قریب کے گانؤں سے پانی لینے گئی -

اُس وقت دوپہر تھی - بچوں کے کھیل کا وقت ختم ھوگیا تھا - تالاب میں بطخیں خاموش تھیں -

چرواھے کا لڑکا برگد کے درخت کے سایہ کے نیچے پڑا سو رھا تھا -

کلنگ آموں کے جھنڈ کے قریب والی دلدل میں سنجیدگی اور خاموشی سے کھڑا تھا -

اِسی اثنا میں نیند اُڑانے والی آئی اور بچہ کی آنکھوں سے نیند لے کر اُڑ گئی -

جب ماں واپس آئی تو اُس نے بچہ کو کمرے میں چاروں ہاتھ پیر پر گھومتے ہوئے دیکھا -

ہمارے بچہ کی آنکھ سے نیند کون اُڑاتی ہے ؟ معلوم ہونا چاہیے -
مجھے اُس کو ڈھونڈھنا چاہیے - اور زنجیروں میں قید کرنا چاہیے -

مجھے اُس تاریک غار میں دیکھنا چاہیے جہاں ایک چھوٹا چشمہ چٹانوں اور بڑے بڑے پتھروں میں سے قطرہ قطرہ ہو کر گرتا ہے -

مجھے باکولہ کے درختوں کے جھنڈ کے خواب‌آلودہ سایہ میں ڈھونڈنا چاہیے جہاں کبوتر اپنے گھونسلوں میں غٹر غوں کرتے ہیں اور پریوں کی پازیب تاروں بھری رات کی خاموشی میں بجتی ہیں -

شام کو میں سرگوشی کرتے ہوئے بانس کے جنگل کی خاموشی میں دیکھوں گا جہاں جگنو اپنی روشنی کو بےجا صرف کرتے ہیں اور ہر اُس جانور سے پوچھوں گا جو مجھے ملے گا "کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ نیند اُڑانے والی کہاں رہتی ہے ؟"

بچہ کی آنکھوں سے نیند کون اُڑاتی ہے؟ مجھے معلوم ہونا چاہیے -
اگر میں اُسے پکڑلوں تو کیا مجھے اُسے اچھا سبق نہیں دینا چاہیے -
میں اُس کے آشیانہ پر چھاپہ ماروں گا اور دیکھوں گا کہ وہ تمام اُڑائی ہوئی نیند کو کہاں گاڑ کر رکھتی ہے -
میں اُس سب کو لوٹ لوں گا اور گھر لے آؤں گا -

میں اُس کے دونوں بازو اچھی طرح سے باندھ دوں گا - دریا کے کنارے چھوڑ دوں گا اور تب بیلوں اور کنول کے پھولوں کے درمیان نرسل کی چھڑی سے مچھلی کا شکار کھیلنے کے لیے چھوڑ دوں گا -

جب شام کو خرید و فروخت بند ہوجائے گی اور دیہاتی بچے اپنی ماں کی گودوں میں بیٹھیں گے تو رات کی چڑیاں مذاق اُڑاکر یہ کہتے ہوئے

اُس کو بہرا کردیں گی :

"اب تم کس کی نیند اُڑاؤگی ؟"

ابتدا

"میں کہاں سے آیا - تم نے مجھے کہاں سے اُٹھایا ؟" بچہ نے اپنی ماں سے سوال کیا -

اُس نے کچھ روتے ہوئے اور کچھ ہنستے ہوئے اور بچہ کو سینے سے چمٹاتے ہوئے جواب دیا—

"تم میرے دل میں اُس کی تمنا بن کر پوشیدہ تھے - میرے پیارے-

تم میرے بچپن کے کھیل کی گڑیوں میں تھے- اور جب میں ہر صبح اپنے دیوتا کا بت بنایا کرتی تھی تو میں تمہیں بنایا اور بگاڑا کرتی تھی -

ہمارے گھرانے کے دیوتا میں تمہارے آثار موجود تھے - اُس کی پوجا میں میں تمہیں پوجتی تھی -

میری تمام تمناؤں اور اُلفت میں، میری اور میری ماں کی زندگی میں تم موجود رہے ہو -

غیرفانی روح کی گود میں جو ہمارے گھر پر حکومت کرتی ہے تمہاری عرصۂ دراز سے پرورش ہوئی ہے -

جب دوشیزگی میں میرے دل کی کلی کِھل رہی تھی تو تم خوشبو کی طرح اُس کے گرد چکر لگا رہے تھے -

میرے نوخیز اعضا میں تمہاری ہی نزاکت سورج طلوع ہونے سے قبل آسمان میں روشنی کے مانند شگفتہ تھی -

قدرت کے سب سے پہلے محبوب جو صبح کی روشنی کے ساتھ پیدا ہوئے تم دنیاوی زندگی کے چشمہ میں تیرتے ہوئے نیچے آئے اور آخر کار میرے دل کی خشکی پر قدم رکھا -

جب میں تمہارے چہرے کو غور سے دیکھتی ہوں تعجب مجھ پر غلبہ پالیتا ھے - تم جو سب سے متعلق ہو میرے بن گئے ہو -

تمہیں کھو دینے کے خوف کی وجہ سے میں نے تم کو اپنے سینے سے زور سے چمٹا رکھا ھے -

کون سے جادو نے میری نازک بانہوں کے درمیان دنیا کی دولت لاکر دے دی ھے ؟"

بچہ کی دنیا

میں چاہتی تھی کہ میں اپنے ہی بچے کی دنیا کے ایک خاموش گوشہ میں رہ سکتی -

میں جانتی ہوں کہ اُس میں ستارے ہیں جو اُس سے باتیں کرتے ہیں اور قوس قزح اور بھدے بادلوں والا آسمان ھے جو اُسے خوش کرنے کے لیے اُس کے چہرہ تک جھک آتا ھے -

وہ جو گونگے ہونے کا یقین دلاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتے ہیں کہ کبھی حرکت نہیں کرسکتے اپنی کہانیوں اور چمکدار کھلونوں سے بھرے ہوئے خوان لے کر اُس کے جنگلے میں رینگتے ہوئے آتے ہیں -

میں یہ چاہتی ہوں کہ اُس سڑک پر چلوں جو بچے کے دماغ میں سے گزرتی ھے اور جو ہر قید سے آزاد ھے -

جہاں پیغامبر بلا کسی وجہ کے خیالی بادشاہوں کی سلطنتوں کے درمیان پیام لے جاتے ہیں -

جہاں عقل اپنے قوانین کی پتنگیں بناتی ھے اور اُنہیں اُڑاتی ھے اور راستی حقیقت کو اُس کی بیڑیوں سے آزاد کر دیتی ھے -

---

تذکرۂ کتب

گزشتہ سہ‌ماہی (جنوری - مارچ سنہ ۱۹۴۰ع) میں

پنجاب سے مذہب، زبان، متفرقات، افسانہ، شاعری، سوانح، طب، پر زیادہ؛ اور بقیہ مضامین پر کم کتابیں شائع ہوئیں - فلسفے اور سفرنامے پر کوئی کتاب نہیں نکلی- اِس سہ‌ماہی میں کاغذ کی گرانی کا اثر بہت نمایاں ہے -

کتابوں کی فن‌وار فہرست یہ ہے :—

آرٹ	۱	طب	۱۰
سوانح	۱۰	متفرقات	۳۴
ڈراما	۳	شاعری	۱۳
افسانہ	۲۰	سیاست	۲
تاریخ و جغرافیہ	۱۵	مذہب	۳۸
زبان	۳۸	ریاضیات و میکانک	۲
قانون	۱	طبیعیات وغیرہ	۱

یہ سب (۱۸۷) کتابیں ہوئیں- ہندی مطبوعات آرٹ، ڈراما، افسانہ، قانون، سیاست، ریاضیات، طبیعیات، فلسفہ اور سفر نامہ پر نہیں شائع ہوئیں - باقی علوم پر (۴۲) کتابیں چھپیں -

یو - پی	سے آرٹ، ڈراما، فلسفہ، سفرنامہ پر کوئی کتاب نہیں نکلی - بقیہ علوم پر مطبوعات شائع ہوئیں،

بہ تفصیل ذیل :

سوانح	۱	متفرقات	۳
افسانہ	۵	شاعری	۶
تاریخ و جغرافیہ	۱۰	سیاست	۲
زبان	۹	مذہب	۲
قانون	۴	ریاضیات و میکانک	۴
طب	۱	طبیعیات وغیرہ	۳

اِن سب کتابوں کی مجموعی تعداد (۵۰) ہے - ھندی میں تمام علوم پر (۴۷۲) کتابیں شائع ہوئیں -

دونوں صوبوں کی اہم اردو مطبوعات یہ ہیں :—

"آرٹ"

۱—فریٹ ورک—از سید رضا احمد جعفری - لکڑی وغیرہ میں کٹاو کا کام بنانے پر کتاب - صفحات ۱۴۰ - امرت الکٹرک پریس، لاھور -

"سوانح"

۲—فلمی پریاں—از گوھر - ھندستانی فلم ایکٹرسوں کے حالات - ۹۲ صفحات - آر، مرکنٹائل پریس، لاھور -

۳—فولاد تن استالن—از مہاشے شانتی نرائن - ترجمہ - صفحات ۲۸۶ - مرکنٹائل پریس، لاھور -

۴—ابن سعود—از محمد عبداللّٰہ - سلطان کے حالات - "Lord of Arabia" کا ترجمہ - صفحات ۳۱۱ - تعلیمی پرنٹنگ پریس، لاھور -

۵ — عصمت انونو — موجودہ صدرِ ترکی کے حالات ۔ صفحات ۱۷۶ ۔

۶ — غالب نامہ — از شیخ محمد اکرام ' ایم ۔ اے ' سوانح اور منتخب کلام غالب ۔ صفحات ۴۱۵ ۔ مرکنٹائل پریس' لاہور ۔

"افسانہ"

۷ — روشنی اور سائے — از انور کمال ۔ مختصر افسانے ۔ صفحات ۲۴۰ ۔ پنجاب آرٹ پریس' لاہور ۔

۸ — دانہ و دام — از راجندر سنگھ' بیدی ۔ صفحات ۳۰۳ ۔ مرکنٹائل پریس' لاہور ۔

۹ — حورِ ایران — از محمد صادق حسین ۔ اسلامی فتوحات ایرانی کے متعلق تاریخی ناول ۔ صفحات ۳۸۴ ۔ تعلیمی پرنٹنگ پریس' لاہور ۔

"تاریخ"

۱۰ — تواریخ تاک کھشتریہ ' ج اول — از جھنڈا سنگھ ' ناگ ۔ صفحات ۲۴۸ + ۶۰ — وزیر ہند پریس' امرتسر ۔

۱۱ — عشرۂ مبشرۂ — از مولوی جلال‌الدین احمد جعفری ۔ صفحات ۲ ' ۱۹۶ — انوار احمدی پریس' الہ‌آباد ۔

۱۲ — دولت عثمانیہ ' ج ۱ — از مولوی محمد عزیز ' ایم ۔ اے (علیگ) ۔ تاریخ دولت عثمانیہ ' از عہد غازی عثمان خاں (سنہ ۱۲۸۸ع) تا دور حکومت سلطان مصطفیٰ خاں رابع (سنہ ۱۸۰۸ع) ۔ صفحات ۱۴ ' ۴۹۰ — مطبع معارف ' اعظم گڑھ ۔

۱۳ — تاریخ جموں و ریاست‌ہائے مفتوحہ مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر — از حشمت اللہ خاں ۔ فتوحات جموں و کشمیر کی مفصل تاریخ ۔ صفحات ۲ ' ۳ ' ۵ ' ۱۵ ' ۲ ' ۹۴۴ — محمد تیغ بہادر پریس' لکھنؤ ۔

۱۴ — خلافت و سلطنت — مرتبہ ڈاکٹر امیر حسن صدیقی' بی۔ اے'

ایل-ایل-بی ' و مترجمۂ سبطین احمد' بی-اے - خلفاے عباسیہ کی دینی و دنیاوی حیثیت - صفحات ا ' ا ' ۱۳۷—معارف پریس' اعظم گڑھ -

۱۵—ارلی ہسٹری آف انڈیا ' ج ا و ۲—از بشمبھرناتھ ترپاٹھی' بی - اے ' سی - ٹی ' ہند قدیم و وسطیٰ کی تاریخ ' اُردو زبان میں - صفحات ۲ ' ۱۹۸—ادبی پریس' لکھنؤ -

''قانون''

۱٦—جدید قانون قبضۂ آراضی ' صوبجات متحدہ ' ایکٹ نمبر ۱۷' سنہ ۱۹۳۹ع—از ٹھاکر ہربنس سنگھ' بی - اے ' ایل - ایل - بی' صفحات ۱٦ ' ۲۴۰—محمد تیغ بہادر پریس' لکھنؤ -

۱۷—قانون قبضۂ آراضی صوبۂ متحدہ—از نرائن پرشاد' سری واستو ' بی - اے ' ایل - ایل - بی ' صفحات ا ' ۱۲ ' ۱۹۴ ' ۲۴—محمد تیغ بہادر پریس' لکھنؤ -

''طب''

۱۸—خوشنما زندگی کا راز—از بابا برج لال - طبی نسخے- صفحات ۲۲٦—مرکنٹائل پریس' لاہور -

۱۹—گنجینۂ صحت ' جلد اول—از حکیم بشیر احمد - صنفی نقائص اور امراضِ خبیثہ پر رسالہ - صفحات ۹٦—بھوشن پرنٹنگ پریس' جگادھری -

۲۰—مجربات جیلانی ' جلد سوم—از حکیم غلام جیلانی - صفحات ۱۵۹—آفتاب برقی پریس' امرتسر -

۲۱—مجربات سلطانی ' حصہ سویم—از حکیم محمد یار خاں ' صفحات ۲۴۰—تعلیمی پرنٹنگ پریس' لاہور -

۲۲—ارمغان جواہرات' جلد اول- صفحات ۲۷۰—حجازی پریس' لاہور-

۲۳—تحفۂ مقبول ' جلد اول—از پیر مقبول عالم—صفحات ۱۷۲—حجازی پریس' لاہور -

۲۴— سائیکلوپیڈیا آف ہومیوپیتھک ڈرگس' حصہ اول—از کانشی رام—صفحات ۷ ' ۲ ' ۷ ' ۱ ' ۹۳۳—فائن پریس' لکھنئو -

''متفرقات''

۲۵ -اقتصادی ہند—از برج نرائن' ایم - اے ' ابتدائی ہندوستانی اقتصادیات پر رسالہ - صفحات ۲۶۹—امرت الکٹرک پریس' لاہور -

۲۶—ہمزاد کے درشن—از پنڈت سادھو رام - جادو اور طلسم - صفحات ۳۱۶—حجازی پریس' لاہور -

۲۷—کامل جدید موٹر گائڈ—از ایم ' ایس ' ظفر آغا - صفحات ۴۱۰—حجازی پریس' لاہور -

''شاعری''

۲۸—اشک خونیں—از رامیشور پرشاد ' بسمل - وطنی اور متفرق نظمیں - صفحات ۹۴—وزیرہند پریس' امرتسر -

۲۹—بانگ درا—از ڈاکٹر سر محمداقبال مرحوم - صفحات ۳۳۶ - چوتھا اڈیشن - کپور آرٹ پرنٹنگ ورکس' لاہور -

۳۰—شمع ازل—از اثر زبیری—مدح خلفاء - صفحات ۱ ' ۱ ' ۱ ' ۷ ' ۷ ' ۲۰۸ ' ۲—رحمانی پریس' لکھنئو -

۳۱—بہاراں—از مرزا جعفر علی خاں اثر ' بی-اے' ایم - بی - ای' صفحات ۱ ' ۲۴ ' ۲۷۹—نظامی پریس' لکھنئو -

تبصرہ

از سعید انصاری

ہندستانی کیا ہے؟ جامعۂ ملیۂ اسلامیہ' دہلی - قیمت ۱۲ آنہ -

ڈاکٹر تارا چند اور ڈاکٹر مولوی عبدالحق؛ ڈاکٹر راجندر پرشاد اور ڈاکٹر ذاکرحسین؛ پنڈت کیفی اور مسٹر آصف علی؛ کی چھ تقریریں عنوانِ بالا پر' اِس رسالے میں چھاپی گئی ہیں - اِن میں ہر شخص نے اپنی استعداد' ماحول' جذبات' مقاصد اور مصالح کے تحت' اظہارِ خیال کیا ہے -

سوال' معنی خیز ہے !

(۱) اگر اِس کا یہ مطلب ہے کہ وہ " ہندستانی " جو شمالی ہند کی بولی ہے؛ اور پورے ہندستان میں بولی اور سمجھی جاتی ہے؛ یعنی اردو' اُس کی موجودہ شکل و صورت یا نمونہ کیا ہے؟ تو جو زبان اِن تقریروں میں استعمال کی گئی ہے' وہ اِس سوال کا جواب نہیں ہے ! مقرروں میں مولوی عبدالحق صاحب " اردو کے مرادف " ہونے کی وجہ سے' خاص طور پر' بدنام کیے گئے ہیں - لیکن انصاف یہ ہے کہ یہ نری دھاندلی ہے- غلط فہمی کا سبب ممکن ہے' وہ ابتدائی فقرہ ہو' جس میں اُنھوں نے ڈنک مارنے کی دھمکی دی ہے ! لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ ۲۱ فروری کو' میرے مخدوم کے ڈنک تھا کہاں ؟ جاڑے کی موسم میں "چھتّے" والے مخادیم کا ڈنک گر جاتا ہے !

میں نے اوپر کہا ہے کہ اِن تقریروں کی زبان' موجودہ مروّج زبان نہیں ہے - اب میں دکھاتا ہوں کہ مقرروں کی اصلی زبان کیا ہے ؟ اگر

کوئی اِس زبان کو، تقریر والی زبان کے آمنے سامنے رکھ کر پڑھے گا، تو یہ مقابلہ بہت دل‌چسپ ہوگا!

ڈاکٹر تارا چند صاحب کی زبان یہ ہے[1] :—

یورپ کے اُن اہل فکر میں جنھوں نے دنیاے تخیل میں انقلاب برپا کیے ہیں، روسو کا نام ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے - یہ سچ ہے کہ روسو فلسفی نہ تھا اور نہ سائنس کا محقق - اُس کا مزاج والہانہ تھا، طبیعت شوخ اور ذہن بلا کا تیز اور رسا - اُس کا دل جذبوں کی شورش سے متلاطم اور اُس کا دماغ زندگی کی ناکامیوں سے پریشان تھا - اُس میں کہاں اِتنا سکون تھا کہ خاموش بیٹھ کر منطقی استدلال کی پیچیدگیوں کو سلجھاتا اور خیالات کی کڑیوں کو ایک ایک کر کے سلسلے میں جوڑتا.........روسو اُن خشک مفکروں میں سے نہ تھا جو عقلیت کے علم‌بردار تھے - جن کے نزدیک عقل اِنسانی زندگی کے سربستہ اور پوشیدہ رازوں، اور دنیا کے نیچے سے آسمان کے اوپر تک عالم کے تمام نامعلوم حقائق کو روشن اور حل کرنے کی قابلیت رکھتی ہے - جن کے لیے عقل ہی روح کا وہ مایۂ ناز حصہ ہے جو انسان کے لیے باعث فخر ہے - اور احساس اور جذبات، عقل سے جدا، روح کا تاریک اور مجہول پہلو ہیں، جن کا درجہ پست اور قدر کم ہے -''

سبحان‌اللّٰہ! کتنا پاکیزہ طرزِ بیان اور کیسی فصیح عبارت ہے!

مولوی عبدالحق صاحب کی انشا کا انداز یہ ہے[2] :—

''تحقیق و تفتیش کی چیٹک[3] تھی - وہ جس مضمون کا خیال کرتے اُس کی تہ تک پہنچتے اور اُس کے مالہ و ماعلیہ کے سراغ میں پتے پتے اور ڈالی ڈالی پھرتے، اور پتّال تک کی خبر لاتے - اپنی کتاب کے

1—رسالۂ ہندستانی، ص ۱۱۱، بابت جنوری سنہ ۱۹۳۸ م -

2—مقدمات عبدالحق، ص ۱۷، ج ۱- 3—دُھن - (مدیر)

واسطے سامان جمع کرنے کے لیے کتابوں کے دفتر چھان ڈالے، اور لوگوں کو بھیج کر مصر و شام و دیگر مقامات سے نایاب کتابیں تلاش کرا کر بہم پہنچائے -"

ڈاکٹر ذاکر حسین خاں اِس طرح لکھتے ھیں[1] :—

" معاشیات کا مقصدِ اصلی بنی نوع انسان کی دولت‌مندی یا مادی مرفہ‌الحالی کے عام اسباب کی تشریح و توضیح ھے - یہ بتلانا تو مورخ کا کام ھے کہ فلاں قوم یا فلاں طبقہ کیوں امیر اور خوش حال ھے اور فلاں کس وجہ سے غریب اور مفلوک - یا اگر کسی مخصوص فرد کی امارت یا غربت کے اسباب معلوم کرنے ھوں تو یہ فرض سوانح نگار پر عائد ھوتا ھے -"

پنڈت دتاتریہ کیفی کا رنگ یہ ھے[2] :—

" مدت سے خیال تھا کہ ایک ایسا مشاعرہ کیا جائے جو متوسطین اور متأخرین مشاھیر کی نمایندگی کرے - کوئی ڈھب ایسا نہیں بیٹھتا تھا کہ اِن سب کو ایک صحبت میں اکٹھا کیا جائے - اپنے مکرم دوست مرزا فرحت‌اللّٰہ بیگ صاحب کا مشاعرہ پڑھ چکا تھا - بہت خوب ھے - لیکن وہ ایک خاص زمانے کے معاصرین تک محدود تھا -"

بابو راجندر پرشاد اور مسٹر آصف علی کی تحریریں مجھے نہیں مل سکیں - راجندر بابو، بہاری ھیں - اُن کی زبان، یو پی والوں سے " آپ کے شامل " اور لفظوں کے " امالے[3] " کی حد تک، مختلف ھوگی - آصف علی صاحب، دلی میں رھتے ھیں - اُن کی زبان کا کیا کہنا !

لیکن اِن تقریروں میں سب نے ایک نئی زبان اختیار کی ھے !

(۲) اگر سوال کا یہ مطلب ھے کہ وہ " ھندستانی " جو السعنی

1—مبادی معاشیات ص ۱ - 2—تمثیلی مشاعرہ، ص ۱۹-

3—بہار کے لوگ " الف " کو ٹھیک ادا نہیں کر سکتے - وہ کسرے کی طرف مائل کر کے اُس کا تلفظ کرتے ھیں - اِس عادت کو " امالہ " کہا جاتا ھے -

فی بطن الشاعر کی طرح' بعض دماغوں میں موجود ہے؛ اور ابھی تک پیدا نہیں ہوئی ہے؛ اُس کی آئندہ شکل و صورت یا نمونہ کیا ہونا چاہیے ؟ تو اِن تقریروں کی زبان سے بہت سے لوگوں کو اختلاف ہو سکتا ہے !

یہ تو ظاہر ہے کہ شمالی ہند کی موجودہ زبان' جس کو اردو کہتے ہیں' " ہندو-مسلم کلچر" کی آمیزش سے ظہور میں آئی ہے - ہندوستان (یعنی یوٗ پی) کی شاعری کی زبان' مسلمانوں کی آمد سے پہلے "برج" تھی- لیکن اِس صوبے میں قنوجی' اودھی اور بندیلی زبانیں بھی بولی جاتی تھیں - اور صوبوں میں اور زبانیں رائج تھیں - لسانی وحدت کا کہیں پتا نہ تھا - یہاں کوئی لنگوا فرنکا نہ تھی! مسلمانوں کے زمانے میں عربی' فارسی' ترکی' اور برج کی آمیزش سے ایک نئی زبان رائج ہوئی' جس کو اُنھوں نے " ہندی" کے نام سے پکارا - وہ پہلے سے " ہند " کی زبانوں کو مجملاً لسانِ ہندی اور لغۃ ہندیۃ کہتے تھے؛ جیسا کہ فہرست ابنِ ندیم سے ظاہر ہوتا ہے[1] ! اب جو ہندی زبان' مسلمانوں کے قیام کی بدولت پیدا ہوئی؛ اُس کو اُنھوں نے مشترک ذریعۂ افہام و تفہیم بنانے کے لیے' کتب فرہنگ (مثلاً فرہنگ‌نامۂ قواس' سنہ ۶۹۵ھ) ' عام تصنیفات (مثلاً معراج‌العاشقین' سنہ ۸۲۵ھ) ' کتبِ طب (مثلاً ریاض‌الادویۃ' سنہ۹۴۶ھ)' درسی کتب' نیز میل جول اور تجارتی کاروبار کے ذریعے' پنجاب' گجرات' مالوہ' یو پی' بہار' بنگال اور دکن میں پھیلایا - یہ ایسی زبان تھی جس کو مقامی صوبجاتی زبانوں سے کوئی بحث نہ تھی - یہ عربی' فارسی' ترکی اور برج کی " کھچڑی " تھی - اِس میں تین زبانیں مسلمانوں کی' باھر سے آئی ہوئی؛ اور ایک زبان ہندوؤں کی' صوبائی؛ شامل تھی !

1—ص ۳۴۲-

لیکن اِن تقریروں میں جو زبان پیش کی گئی ہے' وہ "هندی" نہیں؛ بلکہ "هندوانی" زبان ہے ! اُس میں ایک زبان "برج" کا اثر بہت نمایاں ہے اور عربی ' فارسی اور ترکی ' تین زبانوں کا اثر نہایت ہی کم ! اُن کی آمیزش ایسی ہے جیسے کھانے میں نمک ! اور یہی میرے نزدیک سب سے بڑی کوتاہی ہے !

اگر کسی عامل کے اثر سے ' هندو " هندی " کو یوں لکھنا چاہتے ہیں :—

" سنیُکت پرانتیہ ویوستھا پکا پریشد میں' ایک پرشن کا اُتّر دیتے ہوئے' نیائے منتری ڈاکٹر کاٹجو نے ' اُن اُدیوگ دھندوں کی سوچی دی' جن کی انتی کے لیے سرکار نے سہایتا دینا سویکار کیا ہے "۔

تو اِس سے ملتے جلتے عامل کے اثر میں' مسلمانوں کی "هندی" یوں ہوگی :—

" ایالت متحدہ کی جمعیت تشریعیہ میں' ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ' وزیر عدل دکتور کٹجو نے' اُن عطایاے امدادی کی ایک فہرست پیش کی' جن کی حکومت نے' جدید میدانہاے صنع میں تحسینات کی غرض سے ' اِجازت عطا فرمائی ہے "۔

کیا اُس هندی کو مسلمان اور اِس هندی کو هندو سمجھ سکتا ہے؟

یہ گفتگو تو تقریروں کی زبان پر تھی - اب اُن کے مطالب پر نظر ڈالنا ہے -

(ا) ڈاکٹر تارا چند صاحب کی تقریر میں بعض مقامات محل نظر ہیں - اُنھوں نے اُردو اور هندي کو دو "نئی زبانیں" فرمایا ہے - لالو کی هندی ' بےشک نئی زبان تھی - کیونکہ بقول ڈاکٹر صاحب " ادب یا ساهتیہ کی بھاشا تو برج تھی' لیکن اُس میں گدھ یا نثر

نام کے لیے ھی تھا - کیا کرتے- اُنھوں نے یہ راستہ نکالا کہ میر امن' افسوس وغیرہ کی زبانوں کو اپنایا - پر اُس میں سے فارسی ' عربی کے لفظ چھانٹ دیے اور سنسکرت اور ھندی کے رکھ دیے - " (ص ۱۱ ' ۱۲) اور بقول مولوی عبدالحق صاحب " سنگھاسن بتیسی ' سری لالو اور جوان نے مل کر سنہ ۱۸۰۱ع میں لکھی ' جو آدھی اُردو ' آدھی ھندی ھے[1] -" اِسی لیے بقول مولوی عبدالحق صاحب "جدید ھندی ...... نئے زمانے کی پیداوار ھے - اُس نے فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں جنم لیا - دراصل یہ اُردو کا بچہ ھے ! وہ اِس طرح کہ عربی ' فارسی کے لفظ نکال کر اُن کی جگہ سنسکرت لفظ بٹھا دیے تھے ! " (صفحہ ۲۹) -

لیکن اُردو پہلے سے موجود تھی - نثر اور نظم دونوں ! ڈاکٹر صاحب فرماتے ھیں - " اُردو ' برج اور اودھی میں کوتا تو بہت تھی' پر پڑھائی کی کتابیں کم - فورٹ ولیم کالج کے پرنسپل جان گلگرائیسٹ نے اِس کمی کو اِس طرح پورا کیا کہ ھندوستان سے میر امن ' افسوس ' حیدری ' کاظم علی جوان' ولا ' جیسے اُردو کے اچھے اچھے لکھنے والوں کو کلکتہ میں بلوایا ' اور اُن سے نثر میں کتابیں لکھوائیں - اُنھوں نے پرانی کتابوں کو سامنے رکھ آرائش محفل ...... لکھیں"- (صفحہ ۱۱) اِس عبارت میں " اُردو کے اچھے اچھے لکھنے والے " اور " پرانی کتابوں کو سامنے رکھ " اور اوپر کی عبارت میں " میر امن وغیرہ کی زبانوں کو اپنایا " خاص طور پر قابل غور ھیں - اگر اُردو ' فورٹ ولیم کالج میں ' ھندی کے ساتھ پیدا ھوئی ھوتی؛ تو اُس کی نسبت بھی ڈاکٹر صاحب وھي فقرے لکھتے' جو ھندی کی نسبت لکھ چکے ھیں - اور پھر ھندی والوں کی طرح ' اُردو والوں کے متعلق یہ ارشاد بھي ھوتا کہ :— " اِنھیں اور بھی زیادہ مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا ! " (صفحہ ۱۱) -

---

1 — گلشن ھند ' مقدمہ' ص ٦ -

آگے چل کر اُنھوں نے ہندوستانی کو اُردو اور ہندی کے مقابلے پر رکھا ہے - (صفحہ ۱۴) اِس کی نسبت یہ عرض ہے کہ ہندوستانی اور اُردو تو ایک ہی ہیں - البتہ جدید ہندی ' ہندوستانی کے مخالف زبان ہے - اور اِسی نے دونوں قوموں کے درمیان مخالفت کی خلیج کو وسیع کیا ہے - اِس لیے پُل تیار کرنے کی ضرورت نہیں ! جدید ہندی کے ساتھ "کالاے بد بہ ریش خاوند" کا معاملہ کر کے نفاق کی خلیج کو پاٹ دینا چاہیے !

ہندی اور اُردو کے الگ ہونے کی وجہ بھی قابل غور ہے ! وجہ یہ نہیں ہے کہ " ہندی لکھنے والے سنسکرت کی طرف اور اردو والے عربی اور فارسی کی طرف جھکتے ہیں" - (ص ۱۴) - عربی اور فارسی کی طرف تو للو سے پہلے اور بعد تک ہندو بھی جھکتے تھے[1] ! کیونکہ یہ دونوں زبانیں "ہندی" کا ماخذ تھیں - دیکھنا یہ ہے کہ سنسکرت درمیان میں کہاں سے آگئی ؟ اِس کا سبب ' ڈاکٹر صاحب کے لفظوں میں یہ ہے کہ "دو نئی زبانیں اپنے اصلی گہوارے سے سیکڑوں کوس کی دوری پر "ودیسیوں کے اشارے" سے بن سنور رنگ منچ پر آکھڑی ہوئیں" - (ص ۱۲) - بس یہی چشم و ابرو کا "اشارہ" تھا ' جس کا جادو چل گیا ! اور عجیب بات یہ ہے کہ اُس پر چلا ' جو خود سحرطراز اور کافرادا تھا ! یعنی ہندو! زبان شعر کا سب سے محبوب لفظ اور " ترک " کا حریف !

1 — مثلاً گیاوتی پتریکا ' جو ۱۸۶۵ م میں جاری ہوا' اُسکے اغراض جس زبان میں بیان کیے گئے ہیں' وہ یہ ہے :—

"اِس میں اشوک ہاے اصل صحایف قدیم سنسکرت معہ ترجمہ بزبان بھاشا اور بیان معانی شرحہاے بید وغیرہ بہ تشریح' اور مضامین شاستر ہاے معرفت و حقایق و علمی و عملی پند و مواعظ' مفید خلایق و انواع حکمت ہر گونہ کار آمد و احوال دورۂ زمان خصوصاً دامن حقیقت و اصل مراد و نیز تنقید کلام درج ہوتے ہیں "- نگار لکھنؤ - ص ۱۴' بابت نومبر ۱۹۴۰ م -

جدید ہندی والوں کی نظریں سنسکرت کے " بھنڈار " کی طرف اِسی سبب سے اُٹھتی ہیں !

اصطلاحات کا معاملہ بھی آسانی سے طے ہو سکتا ہے - للو کی ہندی سے پہلے، ہندی (یا اردو) زبان میں عربی ' فارسی ' اور برج کے ذریعے سے آئے ہوئے سنسکرت ' اصطلاحات موجود تھے - اور اُن کے سمجھنے میں کوئی دشواری بھی نہ تھی - سنسکرت اصطلاحات تو کم ہوں گے - لیکن عربی اصطلاحات کا بہت بڑا ذخیرہ تھا - ہیئت، فلسفہ، منطق، طبیعیات، ریاضیات اور دوسرے علوم کی اکثر اصطلاحیں، ''ہندی'' کی طرح یورپ کی زبانوں میں بھی، عربی ہی سے لی گئی ہیں- گو اُن کی شکلیں بگاڑ دی گئی ہیں- جدید ہندی والے اُن اصطلاحات کو اب بھی براہ راست عربی زبان سے لے سکتے ہیں ! اصل ماخذ کو چھوڑ کر، یورپ کی زبانوں سے، اُن اصطلاحات کو بالواسطہ لینا ' اور عربی کے نام پر منھ بگاڑنا ' بڑی تنگ ذہنیت کا پتا دیتا ہے !

ہندستان بھر میں اصطلاحات کو ایک کرنے کی شکل یہ ہے کہ جو علوم، سنسکرت سے مخصوص ہوں، (بشرطیکہ اُن کا وجود بھی ہو!) اور اُنکے اصطلاحات اصلی لفظوں میں یا ترجمہ ہو کر عربی، فارسی اور برج کے ذریعے سے ہندی میں نہ آئے ہوں، تو اُنکو یقیناً لانا چاہیے- اُن کے علاوہ تمام علوم کے لیے جرمن اصولِ وضعِ اصطلاحات کے مطابق، ''آسان'' اور سہل عربی اصطلاحوں کا انتخاب ہونا چاہیے- کیونکہ عربی میں ہر قسم کے اصطلاحات موجود ہیں - وہ قدیم زبانوں میں سب سے زیادہ وسیع اور زندہ زبان ہے ! وہ دنیا کی دو تین سب سے زیادہ باثروت زبانوں میں سے ایک ہے ! البتہ نئے علوم کے وہ اصطلاحات، جو عربی میں زیادہ مشکل معلوم ہوں؛ اور اصلی لفظوں میں، ہماری زبانوں پر چڑھ کر، عام فہم ہوگئے ہوں ؛ اُن کو بجنسہ باقی رکھنا چاہیے -

(۲) مولوی عبدالحق صاحب کی تقریر پر اظہارِ خیال کی ضرورت نہیں - وہ' اُن کی ذات کی طرح' روشنی کا ایک مینار ہے !

(۳) بابو راجندر پرشاد صاحب نے بسم اللّٰہ ہی غلط کی ہے - اُن کے نزدیک "ہندوستانی" کے دو رسم الخط ہیں ؛ ناگری اور فارسی ! (ص ۳۵) - پہلا خط' شائد لالو کی منگھڑت ہندی کا ہوگا ! جو خارج از بحث ہے - ہندوستانی کوئی دوسری زبان نہیں - وہ ہندی یعنی اردو ہے - اور "ہندی" فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی تھی ! ابؔ سے ۱۴۰ برس پہلے لوگوں پر دیوناگری کا خبط سوار نہیں ہوا تھا - دیوناگری رسم الخط میں ہمارے صوبے "میان دو آب" میں "کیتھی" لکھی جاتی تھی ! جو فارسی فرامین کے حاشیوں پر کایتھ (کایستھ) لکھا کرتے تھے -

اُنہوں نے' عربی اور فارسی کے جوڑ پر' سنسکرت کو بھی' ہندستانی کا ماخذ بنانے کی کوشش کی ہے - (ص ۳۶) - یہ ایک "نئی" کوشش ہے ! سنسکرت' ہندستانی (ہندی یا اردو) کا ماخذ نہیں ہوسکتی - وہ "برج" کا ماخذ ہے - اس لیے ہم کو اُس سے براہ راست کوئی واسطہ نہیں !

عربی اور فارسی قواعد سے بھی' وہ ہندستانی کو آزاد کرنا چاہتے ہیں (ص ۳۶) - اگر یہ عربی سے نفرت کی بنا پر ہے' تو ظاہر ہے کہ قابل توجہ نہیں- اگر قواعد کے نامکمل ہونے کا گمان ہے' تو یہ صحیح نہیں ہے ! دنیا کی کون سی گرامر' لسانیات کا تقابلی مطالعہ کرنے والوں کے نزدیک مکمل ہے؟

اُن کو فارسی جمع پر بھی اعتراض ہے (ص ۳۷) ! - اور اِس بارے میں ڈاکٹر ذاکر صاحب بھی اُن کے ہمنوا ہیں- (ص ۵۰) - یہ اعتراض بالکل غلط ہے - فارسی' "ہندی" زبان کی ایک اصل یا ماخذ ہے - اُس کے اثر سے یہ کبھی آزاد نہیں ہوسکتی - البتہ انگریزی جمع سے اجتناب کا مشورہ' صحیح ہے -

اردو زبان میں، نئی هندی کے الفاظ (اور طرز) داخل کرنے کا مشورہ، درست نہیں ہے - یہ چیز اردو کے ذوق ادبی سے محروم ہونے کی غماز ہے ! وہ اپنی "هندستانی" دیکھیں ! اِس قدر کمزور اور پُھس پُھسی عبارت ہے کہ اُس کو اردو کا معمولی ادیب بھی گوارا نہیں کر سکتا - کچھ شبہہ نہیں کہ محترم صدر کانگریس، ملک کے رہنما ہونے کی وجہ سے، جذبات کے نباض ہیں - لیکن علم کا ایک دیرینہ خادم اور مصنف، ادب کا نباض ہے ! اور اِس معاملے میں اُسی کی رائے قابل ترجیح ہے - اردو اور نئی هندی کی "کھچڑی" اچھی نہیں پکے گی ! یہ کڑھی "باسی" ہی اچھی ہے - اِس میں اُبال نہیں آنا چاہیے -

" گنوارو " لفظوں کے انتخاب کا مسئلہ بھی ہمارے بس کا نہیں ہے - (ص ۴۱) - " ادب " کو سیاسیات اور اقتصادیات کا " ڈھنڈھورا " کہنے والے، اور زندگی کو نامیاتی حقیقت بتانے والے، مدت سے سر مار رہے ہیں - مگر اُن کو کامیابی نہیں ہوتی ! بات یہ ہے کہ اردو، جدید هندی کی طرح " گنوار " نہیں ہے - وہ عرصے سے ایک شایستہ، متمدن اور " نازک دماغ " شہری بن چکی ہے ! اور بلا شبہہ یہ " جمال ہم‌نشین " کا اثر ہے ! فارسی اور عربی کی بدولت اُس کے الفاظ و تراکیب میں خوبصورتی اور چستی اور مضامین میں بلندی پیدا ہو گئی ہے -

(۴) ڈاکٹر ذاکر حسین خاں نے هندستانی کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ وہ " اردو بھی ہوتی ہے -" (ص ۴۸) حالانکہ وہ اردو ہی ہوتی ہے- وہ جدید هندی نہیں ہوتی !

پیشوں اور اوزاروں کی نسبت پیشہ‌وروں کے سادہ اصطلاحات قبول کرنے کا مشورہ بہت مناسب ہے - (ص ۵۴)

(۵) پنڈت کیفی صاحب کو فارسی اضافت اور ترکیب پر اعتراض

ہے - لیکن جب فارسی، " ہندی " کی ایک اصل ہے - تو اُس کو چھوڑا نہیں جا سکتا ! اگر عروس اردو کے تمام عربی، فارسی زیورات و جواہرات اتار لیے جائیں، تو وہ پنڈت جی کو بھی ننگی، بوچی نظر آئے گی !

(۶) مسٹر آصف علی نے اردو اور ہندی (جدید ہندی) کی نسبت یہ ماتم کیا ہے کہ " وہ کھری بھاشا نہیں جس سے اردو بنی اور جس نے خسرو کو موہ لیا تھا "- (ص ۷۱) اِس میں اردو کی نسبت یہ خیال درست نہیں ہے - اردو جو اِس وقت رائج ہے وہ " ہندی " کی ترقی یافتہ صورت ہے ! البتہ جدید ہندی بالکل علحدہ زبان ہے ! اردو کو " ہندی " نہ کہنا ، بالکل ایسا ہی ہے جس طرح آج کوئی یہ کہے کہ سنہ ۴۰ء کے آصف علی صاحب وہ نہیں جو (مثلاً) سنہ ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے تھے ! کیونکہ وہ قد و قامت اور وہ آب و رنگ، جو سنہ ۱۸۹۲ء میں اُن کو میسر تھا ، ۴۸ برس میں چار بار بدل کر بالکل دوسرا ہو گیا ہے ! تو کیا آصف علی صاحب کو یہ قول سن کر اپنی شخصیت کے متعلق کوئی شبہہ پیدا ہوگا ؟ بنیادی ہندستانی کا جو خاکہ اُنھوں نے پیش کیا ہے، (ص ۷۴) وہ کسی عام زبان کا تخیل نہیں ہے - اُن کے نزدیک اردو، ہندستانی نہیں بن سکتی - بلکہ " ہندستانی بنانی پڑے گی !" (ص ۷۵)

عام زبان کا معیار

آصف علی صاحب نے ، نئی زبان بنانے کا جو مشورہ دیا ہے ؛ وہ قابل عمل ہو یا نہ ہو ، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ بلا کسی صحیح معیار قائم کیے ہوئے " ہندوستانی کیا ہے ؟ " کا جواب دینا مشکل ہے - ہندو۔مسلم اختلاط کے صدہا سال کا کوئی نمونہ ، جو لالو کی ہندی سے پہلے کا ہو ، " لسانیاتی " نقطۂ نظر سے ، یقیناً ایک معیار کا کام دے سکتا ہے ! اِس وقت خوش

قسمتی سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رح کا ترجمۂ قرآن مجید ' ہمارے پاس موجود ہے - ہم اُس میں سے دیباچے کی عبارت نقل کرتے ہیں[1] :—

,, اِس بندۂ عاجز عبدالقادر کو خیال آیا کہ جس طرح ہمارے والد بزرگوار حضرت شیخ ولی اللہ بن شیخ عبدالرحیم محدث دہلوی علیہم الرحمۃ ترجمۂ فارسی کر گئے ہیں سہل اور آسان؛ اب ہندی زبان میں قرآن شریف کو ترجمہ کرے - الحمد للہ کہ سنہ ۱۲۰۵ھ میں میسر ہوا - اب کئی باتیں معلوم رکھیے - اول - یہ کہ اِس جگہ لفظ ترجمہ لفظ بہ لفظ ضرور نہیں - کیونکہ ترکیب ہندی ' ترکیب عربی سے بہت بعید ہے - اگر بعینہ وہی ترکیب رہے تو معنی مفہوم نہ ہوں - دوسرے یہ کہ اِس میں زبان ریختہ نہیں بولی بلکہ ہندی متعارف' تا عوام کو بےتکلف دریافت ہو - تیسرے یہ کہ ہرچند ہندستانیوں کو معنی قرآن اِس سے آسان ہوئے لیکن اب بھی اوستاد سے اِس کی سند کرنا لازم ہے : اول معنی قرآن بغیر سند کے معتبر نہیں ؛ دوسرے ربط کلام ماقبل و مابعد سے پہچاننا اور قطع کلام سے بچنا بغیر اوستاد نہیں آتا ' چنانچہ قرآن زبان عربی ہے اور عرب بھی محتاج اوستاد کے تھے - چوتھے یہ کہ اول فقط ترجمہ قرآن کا ہوا تھا ' بعد اُس کے لوگوں نے خواہش کی تو بعضے فوائد زاید بھی متعلق تفسیر کے داخل کیے - اوس فائدے کی اِمتیاز کو حرف ''ف'' رکھا - اگر کوئی مختصر چاہے صرف ترجمہ لکھے ' اگر مفصل چاہے فواید بھی داخل کرے - باقی قواعد خط ہندی کے کہنے میں طول ہیں - اوستاد سے معلوم ہوں گے - البتہ بعضی چیز لکھتے ہیں کہ فارسی میں نہیں ' اِس سبب سے فارسی خواں اول

1— ص ۳ ' نولکشور کان پور ' سولھواں اڈیشن -

اٹکتا ھے ' دو جزو دیکھے تو ماھر ھو جاوے - اور اِس کتاب کا نام موضح القرآن ھے - اور یہی اِس کی صفت ھے اور یہی اِس کی تاریخ ھے ''۔

یہ سنہ ۱۷۹۰ع مطابق سنہ ۱۲۰۵ھ کی عام زبان ھے - کیونکہ حضرت نے اِس کو ''ھندی متعارف'' فرمایا ھے !

اِس ھندی کو اگر بنیادی زبان مان کر' ھم آگے بڑھیں؛ تو مرزا غالب کے خطوط' اور سرسید کے مضامین میں وہ منجھ اور نکھر کر؛ اردو کے باقی چار ائمۂ ادب' مولانا محمد حسین آزاد' مولانا نذیر احمد' مولانا حالی' اور مولانا شبلی تک پہنچی - مولانا شبلی نے اُس کو زمین سے اُٹھا کر آسمان تک پہنچا دیا ! آج کل اردو کے مشہور انشاپرداز جو زبان لکھ رھے ھیں' وہ ''ھندی'' کی بہت ھی ترقی یافتہ شکل ھے - ڈاکٹر تاراچند صاحب کی وہ عبارت' جو رسالۂ ھندستانی کے حوالے سے' شروع میں درج کی گئی ھے' اِسی ذیل میں آتی ھے۔

بس یہی وہ نقطۂ اتصال ھے' جہاں اردو اور 'جدید ھندی کے نام لیوا جمع ھو سکتے ھیں !

اب رھا بنارسی ھندی اور دھلوی اردو کا ''سیاسی'' سوال' اور اُن کی کشاکش کا مدبرانہ حل' تو ھم کو اُس سے کوئی سروکار نہیں ! بنارس لےجاکر ''شدھ'' کرنے' یا دلی کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر اُس ''مرتد'' کو دوبارہ ''مسلمان'' بنانے کا کام' جن پنڈتوں اور مولویوں نے اپنے ذمے لے رکھا ھے' اُسکو وہ جانیں !

اداریہ

''الوداع''

کہتے ہیں کہ بارہ سال کے بعد انسانی ڈھانچے کا ہر خال و خط بدل جایا کرتا ہے - یہ قول افراد کی طرح، جماعتوں پر بھی، صادق آتا ہے - ہندستانی اکیڈیمی، یو - پی، الٰہ آباد کو قائم ہوئے بارہ سال سے زیادہ زمانہ ہوچکا ہے - اِس اثنا میں مجلسِ انتظامیہ اور کونسل کے ارکان میں بارہا تبدیلیاں ہوئیں - لیکن اب جو تبدیلی رونما ہوئی ہے وہ نہایت اہم اور کامل تبدیلی ہے !

سب سے پہلے، اکیڈیمی کے صدرِ محترم، عالی جناب رائٹ آنریبل ڈاکٹر سر تیج بہادر سپرو، پی - سی، کے - ٹی، کے - سی - ایس - آئی، ایم - اے، ایل - ایل - ڈی، ڈی - سی - ایل، (آکسن) مستعفی ہوئے - پھر اکیڈیمی کے جنرل سکریٹری، ڈاکٹر تاراچند صاحب نے استعفا داخل فرمایا !

مخدوم محترم، عالی جناب پرنسپل ڈاکٹر تاراچند ایم - اے، ڈی - فل، (آکسن) صوبجات متحدہ کے مشہور تین ''چند'' [1] میں سب سے نمایاں ہیں - آپ فلسفہ، تاریخ، سیاسیات اور اقتصادیات کے مستند عالم؛ انگریزی زبان کے بلندپایہ ادیب، اور شیوابیان خطیب؛ اردو کے ممتاز انشاپرداز؛ فرنچ، فارسی اور ہندی کے ماہر؛ جرمن اور عربی سے کسی

1—ڈاکٹر تاراچند، لالہ دیوان چند، مسٹر گوکل چند -

قدر واقف ھیں - اِن فضائل و مفاخر کے ساتھ آپ ایک نہایت پاک' بلند اور پسندیدہ سیرت کے مالک ھیں' جو لوگوں کو بہت جلد اپنا گرویدہ بنالیتی ھے -

---

آپ نے اکیڈیمی کی عنانِ حکومت ھات میں لےکر' بارہ سال تک اپنے قیمتی وقت کا ایثار گوارا فرمایا - اِس عرصے میں آپ کی مسلسل جانفشانیوں کی بدولت' اکیڈیمی کی بنیادیں مضبوط ھوئیں - اور اُس کا' علمی دنیا میں' وقار قائم ھوا -

---

آپ کا عہد' تصنیفات کے لحاظ سے ایک کامیاب عہد ھے - اردو اور ھندی کے (۶۹) مطبوعات اور بہت سے غیر مطبوعہ مسودات' جو اکیڈیمی سے شائع ھوئے یا ھونے والے ھیں' وہ ھر مہتمم‌بالشان ادارے کے لیے قابلِ فخر ھوسکتے ھیں - آپ کے بلند علمی و ادبی مذاق نے' رسالۂ ''ھندستانی'' کے مخصوص طرزِ تحریر اور طریقۂ تحقیق پر اثر ڈالا ھے !

اسلامی علمِ جغرافیا اور تاریخِ فلسفۂ اسلام پر' جو دو کتابیں' میں مرتب کر رھا ھوں (جن کے بعض حصے ''ھندستانی'' میں شائع ھوچکے ھیں)' یہ آپ ھی کی تجویز ھے !

''ھندستانی'' کی مجلس ادارہ کے صدر کی حیثیت سے' آپ نے میری خواھش پر رسالے کو تین مضمون مرحمت فرمائے - ایک ھندستانی زبان پر ھے - دوسرا ''چکبست'' پر ؛ جس میں شاعر کی نفسی تحلیل' دلکش انداز میں کی گئی ھے - تیسرا مضمون ''روسو'' کی ایک کتاب کی

تقریظ ہے۔ اِس کے متعلق جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے مجھے ایک گرامی نامے (مورخۂ ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۳۸ء) میں تحریر فرمایا :

"ڈاکٹر تاراچند صاحب کا ریویو' بڑا عالمانہ ہے - افسوس کہ نئی تعلیم نے اُن جیسے افراد' بہت کم' ملک میں پیدا کیے -"

میں' مجلسِ ادارہ کے ناظم کی حیثیت سے' اِس قحط‌الرجال میں' اپنے جلیل‌القدر صدر کی کنارہ کشی کو بہت بڑا نقصان تصور کرتا ہوں - میں اُن کو الوداع کہتے ہوئے ایک جیّد عالم' ایک بیدارمغز حاکم' ایک مشفق ناصح' اور ایک خیراندیش مربّی سے علیحدہ ہو رہا ہوں !

و کنّا کندمانی جذیمة حقبة　　من الدهر حتیٰ قیل لن یتصدعا

فلما تفرقنا کأنی و مالکاً　　لطول اجتماع لم‌نبت لیلة معا

(اور ہم دونوں' بادشاہِ جذیمہ کے دو ندیموں کی طرح' مدتوں ایک پاس رہے- یہاں تک کہ لوگ کہنے لگے کہ یہ ہرگز جدا نہ ہوں‌گے ! لیکن جب ہم علیحدہ ہوگئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا میں اور مالک - مدتوں ساتھ رہنے کے باوجود ایک شب بھی کبھی یکجا نہیں ہوئے تھے !)

(سعید انصاری)

سائنس کیا ہے؟

[از ڈاکٹر محمد ذکی الدین ، ڈاکٹر فل (بون) ؛ ایم - ایس - سی ، (کیمبرج) ؛
ایم - ایس سی ؛ پی - ایچ ڈی - (علیگڈھ) ؛ شعبۂ طبیعیات ، مسلم یونیورسٹی ، علیگڈھ]

باب اول

سائنس کی تعریف

سائنس کے لغوی معنے علم کے ہیں - یہ لفظ انگریزی زبان سے ہم تک پہنچا ہے - اور انگریزی میں لاتینی سے آیا - اگر آپ آکسفورڈ ڈکشنری میں اِس لفظ کے معنے تلاش کریں تو اُس کے معنے منضبط یا منظم علم کے ملیں گے -

سائنس اور ہم

آج سائنس کا دور دورہ ہے - سائنس انسان کی جملہ ضروریات خور و نوش ، کپڑے ، مکان کی تعمیر ، حفظان صحت، سیر و تفریح، چیزوں کے بنانے، بجلی کی طاقت پیدا کرنے، کیمیاوی کاروبار، طب، ترسیل، نشر و اشاعت، جنگ و دفاع، زراعت، نظم و نسق، معاشیات، صنعت و حرفت وغیرہ میں معاونت کرتی ہے - اُس کی وجہ سے موجودہ زمانے میں سائنس کا اثر زندگی کے ہر شعبے پر پڑ رہا ہے - ایک طرف تو آپ کے آرام و آسائش میں اضافہ ہو رہا ہے - دوسری طرف نئے نئے انکشافات نئی نئی باتیں، محیرالعقول ایجادات انسان کی زندگی میں داخل ہو رہے ہیں -

آج ہمیں اُن باتوں میں لطف آتا ہے جو پہلے تکلیف دہ اور خطرناک معلوم ہوتی تھیں - مثلاً چند سال قبل ہَوا میں اُڑنا خطرناک سمجھا جاتا تھا - آئے دن ہواباز حوادث سے دو چار ہوتے تھے اور جان جوکھم کا معاملہ تھا - آج آپ کو معلوم ہے کہ ہوا میں زمین سے کئی

ہزار فٹ اوپر، لوگ بغیر مشین کے جہاز میں اُڑتے ہیں اور اِس تفریح میں اُن کو اِس قدر خوشی ہوتی ہے جتنی کہ دوسروں کو ناچ گانے میں -

انسان کا علم سوسائٹی کو بدل دیتا ہے - آج جب کہ علم میں اِس تیزی سے ترقی ہو رہی ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ ترقی موجودہ زندگی کے نقطۂ نظر، نصب‌العین، حرکات و سکنات پر اپنا اثر نہ ڈالے ؟

تمدن دن بدن پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے - جہاں تک ہمیں علم ہے اِس سے قبل بھی کئی تمدن روے زمین پر پھیل چکے ہیں - بابل، مصر، یونان، روم وغیرہ کے تمدن پیدا ہوئے اور اپنے انتہائی کمال کو پہنچ‌کر رفتہ رفتہ فنا ہو گئے اور ایسے مٹے کہ روے زمین پر اُن کا نام و نشان تک نہ رہا - البتہ زمین کی اندرونی تہوں میں اُن کی تاریخ محفوظ ہے - اُن تمدنوں میں اور اِس تمدن میں فرق یہ ہے کہ اِس سے قبل سائنس نے اپنے تاثیرات تمدن پر نہ چھوڑے - اگر کسی کو کوئی بات معلوم ہوئی تو اُس نے اپنے گروہ یا خاندان یا احباب تک اُس کو محدود رکھا - علوم سینہ بسینہ چلتے رہے - یہ مسلمانوں کا فیض تھا کہ علم کو عام کیا اور مدارس اور دارالعلوم کھول کر دنیا کو علم سے بہرہ‌اندوز کیا - موجودہ زمانے میں علم تیزی سے پھیل جاتا ہے - سائنس کے معلومات اور ایجادات سرعت کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ پھیل جاتے ہیں - اِس کی کوشش نہیں کی جاتی کہ باتوں کو چھپایا جائے اور علوم کو راز سربستہ کی طرح رکھا جائے -

اِس مقالے میں ہم سائنس کے ابتدائی اصولوں سے بحث کرنا چاہتے ہیں - افسوس ہے کہ اردو میں سائنس پر ایسی کتابیں نہیں لکھی گئیں جن میں ابتدائی اصول وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہوں- اِس مقالے میں کوشش کی گئی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سائنس کے

اصول سادہ اور سہل طریقے سے بیان کیے جائیں - اُمید ہے کہ اِس مقالے کو پڑھ کر اِس ملک میں سائنس کا شوق بڑھے گا اور لوگ سائنس کی اہمیت کو سمجھیں گے - اگر یہ مقالہ چند اشخاص کو بھی سائنس کی جانب متوجہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تو میں سمجھوں گا کہ اِس کا مقصد پورا ہوگیا اور میری محنت اکارت نہیں گئی -

اِس مقالے میں انشاپردازی اور عبارت آرائی کو جگہ نہیں دی گئی ہے - باتیں سیدھے سادے طور پر پیش کی گئی ہیں - سمجھنے کی باتیں چند ہی ہوتی ہیں - اگر اصول کو اچھے طور پر ذہن‌نشین کرلیا جائے تو اِس سے خلط مبحث نہیں ہوتا اور درد سری کرنی نہیں پڑتی -

گزشتہ تاریخ عالم کا ایک ورق

جب انسان جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے' نہ اُن کے پاس کوئی مکان تھا اور نہ تہذیب ہی سے آشنا تھے' اُس وقت وہ اپنے اِرد گرد کے واقعات سے متأثر ہوتے' تھے - اُن کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ بھوک رفع کرنے کے لیے سامان بہم ہو جائے اور اُن کی خواہش نفسانی کی تسکین ہو - بنی نوع انسان کی تاریخ میں سب سے مبارک وہ دن تھا جس روز آگ کے وجود کا علم ہوا اور اُس کا استعمال معلوم ہوا - اصل میں یہی علوم و فنون کی ابتدا تھی - اور تاریخ کا پہلا ورق اِسی زمانے سے شروع ہوتا ہے - آگ جہاں سے بھی آئی ہو' درختوں کی رگڑ سے پیدا ہوئی ہو یا بجلی کے اثر سے' یہ انسانی تاریخ کا ایک نہایت ہی انوکھا اور اہم واقعہ ہے - اُس زمانے سے انسان نے آگ کا استعمال شروع کیا اور آج آپ ہر طرف آگ کے کرشمے اور حدت و حرارت کے گوناگوں اثرات دیکھ رہے ہیں -

ایسکایلس (Aeschylus) نے زمانۂ قدیم کے انسانوں کے رہنے سہنے

کے متعلق ایک شعر لکھا ھے جس میں اُس نے بیان کیا ھے کہ وہ پہاڑوں کے کھو میں رھتے تھے ' آگ سے نا آشنا اور لکڑی اور دھات کے استعمال سے نا واقف تھے - اُنھیں موسم کے تغیر و تبدل کے اسباب معلوم نہ تھے - اُن کی نظریں دور تک دیکھ نہیں سکتی تھیں - گویا اُن کے لیے یہ عالم خواب تھا جس میں نہ علم کی جگہ تھی نہ ھنر کی- وہ سائنس سے بالکل نابلد تھے' اس لیے کہ سائنس کی ابتدا نہیں ھوئی تھی - اُس زمانے میں انسان کا مزاج (Mood) ایک ھی طرح کا تھا - اُس وقت نہ (۱) سائنس کا مزاج تھا (۲) نہ جمالیاتی مزاج تھا اور (۳) نہ فلسفے کی گرہ کھلی تھی - اُس زمانے میں صرف ایک ھی حالت تھی اور ایک ھی منشا - چاروں طرف جو اشیا اُن کو زندہ رھنے میں مدد دیتی تھیں اُن سے کام لیتے -

آھستہ آھستہ امتداد زمانہ سے انسان دیگر واقعات کا تعلق سمجھنے لگا - خواھش بقا نے اُس کو اِس معاملے میں مدد دی - اُس وقت اُس نے غور و خوض کرنے کے لیے سر اُٹھایا اور اپنی طرف کروروں ستاروں کو مسکراتے ھوئے پایا - اُسے معلوم ھوا کہ "موسم" ھوتے ھیں اور حیات و موت اور دوسرے واقعات کے ناپنے کے لیے "سال" کا استعمال کیا جا سکتا ھے - ھر مرتبہ ایک مدت کے بعد موسم ایک طرح کا ھو جاتا ھے - یہ بھی ایک انکشاف تھا' اس لیے کہ اِس سے اُسے معلوم ھوا کہ پچھلی نسلوں کی ایک "تاریخ" تھی - اُس وقت وہ مناظر قدرت سے لطف اندوز ھونے لگا اور اُس کی زندگی میں خوشی کا اضافہ ھوا - بعضوں نے اپنے تجربوں کے متعلق سوچنے کی کوشش شروع کر دی - زمانہ گزرتا گیا اور مختلف قسم کے مزاج پیدا ھوئے - کچھ ایسے لوگ تھے (۱) جو کام کرتے اور دنیاے عمل میں کامزن رھتے (۲) کچھ صرف محسوس کرتے اور حسیات پر اُن کی

زندگی ہوتی (۳) کچھ بیٹھ کر سوچتے اور تخیل کی دنیا کو آباد کرتے - آج بھی اُن تین گروہوں میں بنی نوع انسان کو تقسیم کیا جا سکتا ہے - اگرچہ اُن میں سے ہر گروہ کو علیحدہ جزوی طریقے پر بھی تقسیم کرسکتے ہیں - اکّا دکّا ایسی شخصیتیں بھی پیدا ہوئیں جو اُن تینوں کا مجموعہ تھیں - اُنھوں نے دنیا کو سدھارنے میں فطرت کو مدد دی اور آج اُن کا نام ہمارے لیے باعث فخر ہے -

عملی مزاج
Practical Mood

بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں جو صرف عمل کرنا چاہتے ہیں - اُن کی کوشش علم حاصل کرنا نہیں ہوتی - اُن کے لیے صرف اِتنا کافی ہے کہ وہ کام کرنا چاہتے ہوں - اُس کے متعلق معمولی معلومات بہم ہوں - اُن کے لیے یہ کافی ہے کہ صحیح اور غلط، اور برائی اور بھلائی کی تمیز ہو - وہ اپنے قوت عمل کو بروے کار لانے میں مستغرق اور محو رہتے ہیں - اُن کو حیات سے کم تعلق ہوتا ہے - وہ ارد گرد کی باتوں سے زیادہ متأثر ہو کر اُن کا اپنے کام پر اثر نہیں پڑنے دیتے - اُن کے سامنے ایک مقصد ہوتا ہے اور اُس تک پہنچنے کے لیے وہ ہر طرح کی کوشش کرتے ہیں -

مادیت کی دنیا اِسی پر آباد ہے - نہ اُس میں نصب‌العین مدنظر ہوتا ہے نہ الٰہیات کے اصول - تامسن (Thomson) نے اُس کی مثال یوں دی ہے کہ جو آدمی صرف عملی ہے وہ اُس آدمی کی مانند ہے جو زمین میں جڑیں کھودتا ہے - جس کی نظر نہ پھول پتوں پر پڑتی ہے نہ آسمان ہی کی طرف اُٹھتی ہے - نپولین کی مثال، دنیا کے اور دیگر انسانوں کے علاوہ، جو اِس گروہ میں داخل ہیں، بہت ہی نمایاں ہے -

حسیاتی مزاج
Emotional Mood

دوسرے گروہ میں حسیات اور فنون لطیفہ سے لطف اندوز ہونے والے اشخاص آتے ہیں - شلر (Schiller)

نے لکھا ھے "آہ! خدا کی دنیا کس قدر حسین ھے! اِس دنیا میں انسان کا پیدا ھونا کتنی اچھی بات ھے!"

انسان جب سے روے زمین پر نمودار ھوا اُسی وقت سے گل اور بوٹے ' پرندے اور چوپائے اُس کی طبیعت پر اثر ڈالتے رھے ھیں - اُن کے ساتھ رھنے سے اُس کا اُنس بڑھتا گیا - ابتداے آفرینش میں ممکن ھے موسم کا اثر بھی پڑا ھو - یہ جذبات اُس وقت زیادہ بڑھے جب انسان اپنے ماحول پر غالب آ گیا - اُسی زمانے سے وہ حسین اشیا سے متأثر ھونے لگا اور رقص و سرود ' قصص و حکایات ' نقش و نگار سے لطف اندوز ھونا شروع ھوا - اِس مزاج کے فوائد بھی ھیں اور نقائص بھی - اگر یہ مزاج نہ ھوتا تو زندگی بےکیف ھو جاتی -

ھر شخص شیلے (Shelley) اور کیٹس (Keats) نہیں بن سکتا؛ اور اُس کی کیفیت یہ نہیں ھو سکتی کہ جب ھَوا پتوں سے گزرے تو اُس کی سرسراھٹ سے آنکھوں میں آنسو جاری ھو جائیں - دنیا میں ھر طرح کے لوگ آباد ھیں اور سچ تو یہ ھے کہ اِن تین گروھوں کے مجموعے سے اِس وقت دنیا چل رھی ھے - ایک طرف لوگ سوچتے ھیں دوسری طرف عمل کرتے ھیں اور تیسرا گروہ محسوس کرکے زندگی بسر کرتا ھے -

سوچنے والا مزاج
Thinking Mood

سائنس‌داں جاننے کی کوشش کرتا ھے - وہ حقایق عالم کو اس لیے تلاش نہیں کرتا کہ اُن سے مادی فائدہ اُٹھائے بلکہ اُن کو صرف علم کی خاطر جاننا چاھتا ھے - اِس غور و خوض میں وہ عقل سے کام لیتا ھے اور جذبات کو استعمال نہیں کرتا - وہ ایک نصب‌العین اپنے سامنے رکھ کر کام کرتا ھے اور علم حاصل کرتا ھے - آج کل اِس گروہ کا رخ بدل رھا ھے- کچھ لوگ یہ چاھتے ھیں کہ علم سے فائدہ اُٹھایا جائے اور اُس‌کو عملی بنایا جائے- اِس شاخ کو عملی سائنس کہتے‌ھیں-

سائنس داں بھوک کی خاطر علم حاصل کرنا نہیں چاہتا اور نہ کرتا ہے - وہ فطرت کے مشاہدے سے مسرور ہوتا ہے - اُس کا مشغلہ یہ رہتا ہے کہ قدرت کے مظاہر میں جو باہمی تعلق ہے اُس کو بیان کرے - کائنات میں ہر شے کس طرح واقع ہے، اُس کا ایک ذہنی خاکہ تیار کرے - وہ عقلی دلائل کو ڈھونڈتا ہے اور براہین و استدلال سے کام لیتا ہے - اِس موقع پر ہم اُن حضرات کا ذکر نہ کریں گے جن کے دماغ میں توازن نہیں ہوتا اور ایک جذبے کے تحت اپنے آپ کو تباہ و برباد کرتے ہیں -

خلاصہ یہ کہ انسان تین طرح کی صلاحیتیں رکھتے ہیں (۱) عملی (۲) جذباتی (۳) سائنس یا سوچنے کی یا غور و فکر کی -

ہر ایک کا تناسب انسان کو بڑا بناتا ہے - آپ کو تاریخ میں بہت سی ایسی مثالیں ملیں گی جن میں توازن بالکل نظر نہ آئے گا -

---

باب دوم

سائنٹفک مزاج کے خصوصیات

سائنسداں کے خصوصیات پر متعدد علما نے بحث کی ہے - اُن کی متفقہ راے ہے کہ :—

(۱) سائنسداں کو جس چیز کی تلاش ہو اُس کے لیے ہر دوسری لذت کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو - اُس میں سچائی کا مادہ ہونا چاہیے' اس لیے کہ جب تک وہ خود راستی سے واقف نہ ہوگا اور حق کی اُس کو تلاش نہ ہوگی حقیقت تک کس طرح پہنچ سکے گا ؟

(۲) سائنسداں میں دلیری ہونی چاہیے - ماحول مساعدت کرے یا نہ کرے وہ اپنی دُھن کا پکّا ہو اور اِس تلاش میں ہمہ تن مصروف -

(۳) سائنسداں کے دماغ کو ہمیشہ اپنے ارد گرد کے واقعات سے واقف رہنا چاہیے - فطرت ہمارے چاروں طرف کارفرما ہے اور نہ معلوم کس وقت کون سی حقیقت آشکارا ہو جائے - اگر وہ بےخبر رہے گا تو مشاہدہ کیسے ہوگا -

ہکسلے (Huxley) کہتا ہے کہ سائنس عقل سلیم ہے - اِس موقع پر ہمیں یاد آتا ہے کہ ڈاکٹر جانسن (Johnson) نے یہ لکھا ہے کہ "عقل سلیم سے زیادہ کمیاب کوئی شے نہیں"- بعض اشخاص وجدانی طور پر ہر طرح کی باتیں جان جاتے ہیں - اُن میں تحت‌الشعوری (intiutive) (Unconscious) کا مادہ ہوتا ہے - اُن کی دماغی صلاحیت اِتنی ہوتی ہے کہ روز مرہ کے معاملات کو بہ آسانی سمجھ سکیں -

سائنسداں کے دل میں صداقت کی تڑپ ہونی ضروری ہے - اُس کے مشاہدے میں غلطیاں نہ ہوں- اگر وہ اپنے مشاہدے کو کسی کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہو تو اُس کا بیان بالکل سچا ہو- مبہم اور مہمل باتوں سے اُسے پرہیز ہو- مشکل باتوں کو سہل صورت میں پیش کرسکے اور خلط محبت کی عادت اُسے نہ ہو- اُس کو اُن تکالیف کا اندازہ ہو جو صداقت کی تلاش میں پیش آتی ہیں- وہ اُن سے ڈر کر تن آسانی میں نہ پڑ جائے اور مشکل سے مشکل کام اُس کی ہمت مردانہ پر اثر نہ ڈالے - اُسے صحیح بیان کی عادت ہو؛ لفاظی اُس کا شعار نہ ہو- اُس میں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہو- قصے اور افسانے گڑھ گڑھ کر دنیا کے سامنے واقعات اور مظاہر قدرت کی صورت میں پیش نہ کرے - اُسے رائے زنی کی عادت نہ ہو، بلکہ جب رائے دے تو دماغ کو پورے طور پر استعمال کر کے مسائل پر حکیمانہ نقطۂ نظر سے صائب رائے دے-

بیان میں احتیاط

سائنسداں کی صفت یہ بھی ہونی چاہیے کہ الفاظ سمجھ بوجھ کر زبان سے نکالے - بات ادھوری نہ چھوڑے اور غلط نتائج اخذ نہ کرے - بڑھا چڑھا کر واقعات کو پیش کرنے کا عادی نہ ہو- جو کچھ سنے بغیر عقل استعمال کیے یقین نہ لائے - یہ سچ ہے کہ سائنس میں تخیل سے بہت کام لیا جاتا ہے اور تخیل نے سائنس کی اکثر خدمت کی ہے؛ لیکن جب تک قوائے انسانی میں کافی نشو و نما نہ ہو جائے اور دماغ تربیت نہ پائے اُس وقت تک نہایت ہی احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے - ذاتی نقطۂ نظر کو واقعات سے نہ ملایا جائے اور بات کرتے وقت اِس بات کا خیال رہے کہ گپ‌بازی نہ کی جائے -

نظر کی صفائی

سائنس‌داں کی نظر دوربیں ہونی چاہیے - اُسے اپنی کمزوریوں پر نظر رکھنی چاہیے- اُسے مشاہدات کی

غلطیوں کا علم ہونا چاہیے۔ سچ اور جھوٹ میں امتیاز کرنے کی اہلیت ہو۔
اگر ہم روزمرہ کی زندگی پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ہمارا ماحول ہم پر ایک گہرا اثر ڈالتا ہے - جو چیزیں ہمارے مشاہدے میں آتی ہیں وہ بجنسہ وہ نہیں' جو نظر آتی ہیں - بہت سی باتیں سربستہ رہ جاتی ہیں - اُس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں شعوری یا غیر شعوری طور پر چند چیزوں سے دلچسپی ہوتی ہے اور چند سے نہیں - دلچسپی کا ہونا اور نہ ہونا بھی اپنی کیمیاوی تربیت اور گزشتہ تاثیرات پر ایک حد تک موقوف ہے - ذاتی مفاد کا خیال اور نقصانات کا اندیشہ ہمیں چند چیزوں کے کرنے پر مجبور کرتا ہے اور چند کی طرف کھینچتا ہے -

سائنس کا دعویٰ ہے کہ اگر انسان اپنے حواس خمسہ کو بروے کار لائے اور ذاتی نقطۂ نظر سے کام نہ لے تو وہ خوابیدہ طاقتیں اُبھر آتی ہیں جن کا ہمیں عام طور پر علم نہیں ہوتا -

مشاہدات کو جمع کرنے کے بعد خلط مبحث کرنا ' سائنس‌داں کا شیوہ نہیں - اُس کی صاف نظر مسائل کو سمجھ سکتی ہے -

سائنٹفک مزاج کی تربیت

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے' انسان کے اندر بہت سی خفتہ طاقتیں ہیں جو سائنس کی مدد سے استعمال کی جا سکتی ہیں اور جن کی وجہ سے ہمارا علم قطعی ہو سکتا ہے - اِس میں بڑی کد و کاوش کرنی پڑتی ہے - دقتوں کا سامنا ہوتا ہے - تن آسانی اپنی طرف کھینچتی ہے - غفلت دلفریب مناظر پیش کر کے اُس راہ سے ہٹانے کی کوشش کرتی ہے - اِس کے لیے کوئی ایسی آسان ترکیب نہیں جس کے استعمال سے یکا یک قواے انسانی ترقی کر جائیں -

سکندر نے ارسطو سے دریافت کیا کہ اقلیدس سیکھنے کا کیا طریقہ ہے ؟ ارسطو نے جواب دیا کہ اقلیدس سیکھنے کی کوئی شاہراہ نہیں -

اُس کے سیکھنے میں دماغی تکلیف ہونگی اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا - جو شخص اِس علم سے واقف ہونا چاہتا ہے اُسے اِن سب صعوبتوں کا مقابلہ کرنا پڑیگا -

اگر آپ سائنٹفک مزاج کی تربیت کرنا چاہتے ہوں تو آپ کو عقل سلیم استعمال کرنا پڑے گی - آپ کے چاروں طرف جو "واقعات" روز مرہ ہوتے ہیں اُن کا مشاہدہ کیجیے - اکثر آپ کو اِس سلسلے میں تجربے کرنے ہوں گے - ممکن ہے آلات کی بھی ضرورت ہو اور پیمائش جو آپ کریں وہ ریاضی کی مدد سے پوری کی جا سکے - مواد جمع کرنے کے بعد اُن کا باہمی تعلق اور عالم سے تعلق معلوم کرنے کی کوشش کیجیے - خاص سے عام اور عام سے خاص اور خاص سے خاص تک پہنچنے کی کوشش کیجیے - اِس کے بعد غیر جانبدارانہ طریقے پر ایک سلسلے میں منسلک کر کے اُن سب کو پیش کیجیے - آپ ایک سائنس‌داں بن جائیں گے - سائنس‌داں کوئی ہَوّا نہیں ہوتا بلکہ ایک عقل سلیم رکھنے والا انسان ہوتا ہے جس کے قویٰ ترقی پا چکے ہوں -

سائنس کا مقصد

زمانۂ قدیم سے سائنس اور مذہب ، سائنس اور دینیات ، سائنس اور فلسفہ ، سائنس اور شاعری وغیرہ سے اختلاف چلا آ رہا ہے - اُس کی وجہ صرف یہ ہے کہ لوگوں نے سائنس کے مقصد کو نہیں سمجھا اور غلط فہمی کی وجہ سے لڑتے رہے -

آپ نے سنا ہوگا ، یورپ والوں نے کئی سو سال تک کتنے آدمیوں کو قتل کیا ، کتنے قید ہوئے اور کتنوں نے مختلف قسم کی سزائیں بھگتیں - گلیلیو ، برونو ، ہیس وغیرہ کا واقعہ اب تک لوگوں کی یاد میں تازہ ہے -

سائنس کا مقصد ہے کہ واقعات کا صحیح طور پر مشاہدہ کیا جائے - اُس کے بعد اُن کو صحیح طور پر بیان کر کے ربط و سلسلہ کے ساتھ دنیا

کے سامنے پیش کیا جائے - کائنات کے سب واقعات ایک ہی رشتے میں منسلک کر دیے جائیں - سائنس‌داں ہر واقعے کو اچھی طرح سے دیکھتا ہے اور اپنے حواس کو صحیح طریقے پر استعمال کرتا ہے - محدودالقویٰ اشخاص کے لیے یہ بہت ہی مشکل کام ہے - حواس خمسہ جو فطرت نے ہمیں عطا کیے ہیں کافی نہیں ہیں- اِسی سبب سے ہمیں آلات استعمال کرنے پڑتے ہیں اور آنکھ' کان وغیرہ کی طاقت بڑھانے میں مدد لینی پڑتی ہے-

حس کے نقائص

مثال کے طور پر آنکھ کو لیجیے- اُس کے متعلق هلم هولٹز (Helmholtz) نے' جو نیوٹن (Newton) کی ٹکّر کا سائنس‌داں مانا جاتا ہے' لکھا ہے کہ آنکھ سے زیادہ ناقص آلۂ نور کے لیے کوئی بھی نہیں - ہمیں آنکھ کے نقائص کی وجہ سے غلط علم ہوتا ہے- مشہور فرانسیسی فلسفی ڈیکارٹ (Descartes) نے آنکھ کی خامیوں کا پتا چلا کر اپنے فلسفے کو شروع کیا -

کان کو لیجیے- کان صرف محدود آواز سن سکتا ہے - اگر کوئی شے فی سیکنڈ سولہ (۱۶) دفعہ اپنی جگہ سے جنبش کرے تو آپ آواز سن سکتے ہیں - اگر حرکت کی مقدار چار ہزار فی ثانیہ سے زیادہ ہو تو کان نہیں سن سکتے -

زبان' خاص کیمیاوی ترکیب کی چیزوں کو چکھ سکتی ہے اور جب تک مادے کی ایک خاص مقدار زبان پر نہ رکھی جائے زبان کو اُس کا پتا نہیں چلتا -

حس میں بھی بہت سے نقائص ہیں - مثلاً آپ دو گلاسوں میں پانی رکھیں ' ایک میں گرم دوسرے میں سرد - آپ دونوں میں ہاتھ ڈالیں' ایک ہاتھ کو پانی گرم معلوم ہوگا دوسرے کو سرد - اُس کے بعد ہاتھ بدل دیں جس گلاس میں گرم پانی تھا وہ سرد معلوم ہوگا اور سرد گرم -

اوپر کی چند مثالیں انسان کے حواس کی خامیوں کی ہیں -
انسان اِن ہی پانچ حواسوں سے کائنات کا علم حاصل کرتا ہے اور نظریۂ عالم
کی بنیاد ڈالتا ہے -

جب علم پہلے پہل ہوتا ہے اور اُس کو دوبارہ بیان کیا جاتا ہے تو
بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں - جو باتیں اہم ہیں اُن میں سے
اکثر چھوٹ جاتی ہیں اور جو اہمیت نہیں رکھتیں اُن کا اضافہ
ہو جاتا ہے -

ایک مثال اور لے لیجیے - کئی سال کا عرصہ ہوا ' یورپ میں
ایک انجمن کے جلسے میں ایک اسٹیج بنایا گیا تھا - وہاں بڑے بڑے
علما جمع تھے - اُن کے سامنے ایک تماشا دکھایا گیا - ساتھ ساتھ اُس کا فلم
بھی لیا گیا - ہر عالم سے الگ الگ واقعات کو قلمبند کرنے کے لیے کہا گیا -
جب سارے واقعات لکھے جا چکے تو فلم سے ملایا گیا - بہت سی صحیح
باتیں غلط طریقے پر شامل ہوگئی تھیں اور ' بہت سی من گھڑت
باتیں بھی آ گئی تھیں - بیکن (Bacon) نے پہلی دفعہ اپنی کتاب
(Novum Organum) میں اِس طرح کی غلطیوں کا ذکر کیا ہے -
الغرض انسان کو اِس کی ضرورت ہے کہ اپنے قویٰ کو تربیت دے - اور یہ
تربیت سائنس کی مدد سے دی جا سکتی ہے -

سائنس کا طریقۂ کار

سائنس' مابعدالطبیعیات کے سوالات سے بحث
نہیں کرتا - اُس کا مقصد ہرگز نہیں کہ "حقیقت"
جن معنوں میں مابعدالطبیعیات میں سمجھی جاتی ہے اُس کی تلاش
کرے - سائنس کو حقیقت کی تلاش ضرور ہے اور ظاہر اور حقیقت کے
فرق کو جاننے کی کوشش کرتا ہے -

اقبال نے کیا خوب کہا ہے :

گہے جز یکے تدیدن بہ ہجوم لالہ‌زارے
گہے خار نیش‌زن را بہ گل امتیاز کردن

مشاہدات کے بعد سائنسداں اُن کو ایک کڑی میں ملانے کی کوشش کرتا ہے - واقعات کو سہولت کے ساتھ بیان کرتا ہے اور آخر میں ایک ضابطے کی صورت میں پیش کرتا ہے - سائنسداں اُس کو "قانون فطرت" یا "قانون قدرت" کہتا ہے -

ارسطو نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ (سائنس) آرٹ کی ابتدا اُس وقت ہوتی ہے جب چند تجربوں کی بنا پر ایک نظریہ بنایا جائے - سائنس کی کوشش ہوتی ہے کہ پرانے نظام کے تحت میں سارے واقعات کو لے آئے - ہمیشہ سائنس نئے تخیل کو پیش نہیں کرتا - جب ہم واقعات کو سمجھتے ہیں اور ایک دوسرے کے مابین جو تعلق ہے اُس کو سمجھ کر اپنا علم قائم کرتے ہیں وہی سائنس کہلاتا ہے - غرض سائنس کا مقصد یہ ہے، کہ جو واقعات تجربوں کی وجہ سے معلوم ہیں اُن کو جہاں تک سہل اور مکمل و صحیح طور پر ممکن ہو، بیان کر دیا جائے- یہی سائنسداں کے لیے دنیا کا خاکہ ہوتا ہے -

سائنس میں فی زمانا بہت سے ریاضی کے "ہیبتناک" اور مشکل ضابطے استعمال کیے جاتے ہیں - اُس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ریاضی کی مدد سے بہت سے خیالات بہت ہی تھوڑی دیر اور تھوڑی جگہ میں پیش کیے جاسکتے ہیں -

سائنس اور عقل سلیم

سائنس کو علما نے فہم سے تعبیر کیا ہے- کہا جاتا ہے کہ اگر آپ واقعات کا مشاہدہ آنکھ کھول کر کریں تو یہ سائنس کے مترادف ہے - ایک عالم کا قول ہے کہ سائنس کا مقصد یہ ہے کہ جس عالَم میں ہم ہیں اُس کی ایک عام‌فہم تصویر ہمارے سامنے

پیش کر سکے - ھکسلے (Huxley) کا قول ھے کہ سائنس منظّم اور تربیت یافتہ فہم کے سوا کچھ بھی نہیں - اب ہم سائنس کو صرف فہم ھی نہیں سمجھتے - سائنس کی صفت یہ بھی ھے کہ واقعات پر تنقید کرے' جو "فہم" کی تعریف نہیں -

اگر آپ علوم و فنون کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ھوگا کہ پہلے لوگوں کا خیال تھا کہ "فہم" کی وجہ سے ستارے زمین کے چاروں طرف گردش کرتے ھیں - اُس کے ساتھ ساتھ یہ فہم ھی کی شان تھی کہ جس نے چند واقعات کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا - "ابن نفیس" نے اِس کا پتا لگایا کہ انسان کے جسم میں خون' دل سے نکل کر سارے جسم میں دورہ کرتا ھے - انگلستان کے متمدن لوگوں کو اِس کا علم کئی سو برس بعد ھوا - ھاروے (Harvey) نے جب یہ نظریہ انگلستان میں پیش کیا تو اُسے باور نہ کیا گیا - اُن کے خیال میں یہ بات فہم کے خلاف تھی کہ خون دل سے نکلے اور بدن میں چکّر لگائے -

اصل میں انسان اپنی جہالت کو فہم سمجھ کر اور برخودغلط ھو کر واقعات سے تکراتا ھے - بعض اوقات واقعات اُس کو مافوق‌الفطرت معلوم ھوتے ھیں اور وہ اپنی فہم غلط یا جہالت کو استعمال کر کے اپنی قوتوں کا غلط اندازہ کرتے ھوئے واقعات کے متعلق رائے قائم کر لیتا ھے - کچھ تو سنی سنائی باتیں ھوتی ھیں اور کچھ اپنی حماقت -

---

باب سوم

سائنس کا موضوع روحانیت نہیں

سائنس کے حدود میں وہ کائنات داخل ہے جس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے - سائنس طبیعی واقعات سے بحث کرتا ہے - جب روحانیت کے موضوع پر سائنس کے نقطۂ نظر سے بحث کی جائے تو خطرناک نتیجہ پیدا ہوتا ہے - سائنس اور سائنسداں اگر عالمِ طبیعی سے بحث کریں تو بہتر ہے - روحانیت والوں کا دعویٰ ہے کہ انسان کو چند اور حواس عطا کیے گئے ہیں اور جب اِن حواس خمسہ سے کام نہ لیا جائے تو دوسرے روحانی حواس بروے کار آتے ہیں اور جو علم اِس عالم کے متعلق اُس حالت میں ہوتا ہے وہی صحیح اور قطعی علم ہے اُس حالت کو اپنے اوپر طاری کرنے کے لیے بہت ریاضت درکار ہے - خواہش نفسانی اور بھوک سے بےپروا ہونا پڑتا ہے - خلط مبحث کے خوف سے ہم اِن باتوں کا ذکر نہیں کرتے - اِس سلسلے میں صرف اِتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ سائنس اور روحانیت کے متعلق خلط مبحث سے ہندوستان میں ہنگامۂ عظیم برپا ہے - کوشش یہ کی جاتی ہے کہ سائنس کا ضابطہ اُن چیزوں پر لگایا جائے جہاں نہیں لگ سکتا یا لگانا صحیح نہیں -

اگر یہ ممکن ہے کہ چند دھات کے تاروں اور مادے سے بجلی کی رو پیدا کی جا سکے اور دور دراز مقامات کی خبریں سنی جا سکیں یا دور

دراز جگہوں کے واقعات کا مشاهدہ هو سکے تو کیا یہ ممکن نہیں کہ عالم روحانیت کے کیف اور وجد سے انسان بہرہ اندوز هو -

سائنس کا موضوع

سائنس انسانوں سے بحث کرتا ہے اور فطرت سے بھی - اُس کا اطلاق بہت سی اشیا پر هوتا ہے - کیا هم هی اِس اصول کا اطلاق بھی کریں اور خود هی اُس کے متعلق اِتنی فہم بھی رکھیں کہ فلاں فلاں جگہ اُس کا اطلاق هو سکتا ہے ؟ اگر کوئی واقعہ ایسا هو جس پر اُس کا اطلاق نہیں هو سکتا تو اُس کا علم کیسے هوگا ؟

سائنس اُن تمام واقعات سے جو تجربے میں آتے هیں یا آسکتے هیں بحث کرتا ہے - یہ واقعات دوسروں تک پہنچائے بھی جا سکتے هوں اور اُن کی تصدیق بھی هوسکتی هو -

(۱) سب سے پہلے صحیح انکشافات یا واقعات، غلط یا مبہم واقعات سے الگ کیے جائیں -

(۲) اُن باتوں سے بحث کی جاتی ہے جو صحیح هیں - حقیقت وہ هوتی ہے جو هم لوگوں کی بنائی هوئی نہ هو -

(۳) سائنس صرف اُن هی چیزوں سے بحث کرتا ہے جو دوسروں تک پہنچائی جا سکیں - بعض واقعات هم کو کتنے هی سچ کیوں نہ معلوم هوں، هم اُنہیں سائنس کے اندر نہیں لا سکتے- اگر اِس طرح کے واقعات هر شخص کو تجربے سے معلوم هو سکتے هوں تو سائنس کی بحث میں آ سکتے هیں -

[اِس مقام پر ممکن ہے یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر کسی کے پاس کوئی آلہ نہ هو تو بجلی کی رو کیسے معلوم کر سکتا ہے - روحانیات والے کہتے هیں کہ جب تک انسان اِتنی ریاضت نہ

کرے جتلی وہ چاہتے ہیں اُس وقت تک انسان کو صحیح علم نہیں ہوسکتا]

سائنس کی وضاحت کی طاقت

جب یہ کہا جاتا ہے کہ سائنس صرف بیان سے تعلق رکھتا ہے تو اُس تعلق کے معنے اصطلاحی ہوتے ہیں - اگر ہم سائنس کے معنے یہ بیان کریں کہ اُس کے تحت میں پورا اور مکمل، تجربوں کے بیان کرنے کا طریقہ آتا ہے اور یہ بیان بہت ہی آسان ہوتا ہے تو یہ صحیح ہوگا -

اگر ہم اِس کے متعلق غور و خوض کریں کہ کسی چیز کا مکمل اور سہل بیان دینا کس قدر مشکل ہے، تو اِس تعریف کا مطلب ہماری سمجھ میں آ جائے گا - کسی چیز یا واقعے کے متعلق مکمل بیان دینا یا اُس کو نہایت ہی سہل طریقے پر پیش کرنا بہت ہی مشکل ہے - مثلاً کتاب لکھنے ہی کو لے لیجیے - مضمون کو عام فہم بنا کر پیش کرنا ہر شخص کا کام نہیں - بہت کم آپ کو ایسے لوگ ملیں گے جو مضامین کو بہ‌آسانی اور مکمل طریقے پر پیش کر سکیں -

جب یہ کہا جاتا ہے کہ ہر شے کو مکمل ہونا چاہیے؛ واقعات اور مشاہدات اور تجربات کا تعلق ایک دوسرے سے ظاہر ہونا چاہیے؛ کوئی چیز چھوٹ نہ جائے اور ہر شے اپنے تناسب سے بیان میں موجود ہو؛ تو ایسا بیان، سائنس کے اصول پر مبنی بیان، ہو جاتا ہے -

سائنس ہر شے کو واضح نہیں کرتا - سائنس کی کوشش یہ ہے کہ مشاہدات اور تجربات کا تعلق "حقیقت" سے دکھلائے -

فلسفیوں میں آپ کو کئی گروہ ملیں گے - اُن میں دو گروہ قابل ذکر ہیں - ایک کی رو سے جو اپنے آپ کو تصوری (Idealistic) کہتے ہیں جو شے ہم دیکھتے ہیں وہ حقیقت میں ایسی نہیں - ہمارے اعصاب کی

ساخت کی وجہ سے ایسی نظر آتی ھے - (حقیقت میں یہ ھمارا خیال ھے کہ اشیا' عالم میں موجود ھیں) -

دوسرا گروہ وجودی (Realistic) فلسفیوں کا ھے جن کے رو سے ھماری آنکھ ھو یا نہ ھو' اشیا اِس عالم میں موجود ھیں - اور ھمارے بغیر اُن کا وجود حقیقت پر مبنی ھے - اِس موقع پر فلسفیانہ بحث یا مابعدالطبیعیات کے مسائل میں پڑنا ھمارا مقصد نہیں' اِس لیے ھم اِن باتوں کو چھوڑتے ھیں -

سائنس میں بھی دونوں گروھوں کا اثر پایا جاتا ھے - سائنس واقعات عالم کا مشاھدہ اور تجربات کی توضیح کرنے کے بعد اُن کی تاریخ' اُن کا آئندہ وقوع اور باھمی تعلق بیان کرتا ھے -

اگر یہ کہا جائے کہ طبیعیات یا نباتیات یا حیوانیات' کسی واقعے یا مشاھدے کو واضح کرتا ھے تو اُس کا مطلب یہ ھوتا ھے کہ اُس کی مدد سے اُن مشاھدات کو سہل تر الفاظ میں پیش کیا جاسکے - (ھم سہل اُس کو کہتے ھیں جس سے ھم روز مرہ کی زندگی میں آشنا ھوں - یا جس کی وجہ سے ھم باتوں کو بآسانی سمجھ سکیں) -

سائنس اور اسباب کا علم

کہتے ھیں کہ سائنس' مشاھدات اور واقعات عالم کے اسباب و علل سے تعلق رکھتا ھے - ایک عالم کا قول ھے کہ سائنس کی تعریف مظاھر کی اسبابی ترتیب (Caustic arrangement) ھے -

اِس موقع پر ھمیں علت کی تعریف کرنی پڑیگی - علت ایک فلسفیانہ اصطلاح ھے - اُس کی تعریف میں بھی بہت سے جھگڑے ھیں - کوئی کہتا ھے کہ دنیا میں علت اور معلول کوئی چیز نہیں ھے ؛ بلکہ واقعات عالم ایک دوسرے کے بعد ھوتے ھیں؛ اور چونکہ ھمیں زمان و

مکان کا فطری حس قدرت نے عطا فرمایا ہے' اِس لیے ہمیں علت و معلول کا تعلق معلوم ہوتا ہے -

سائنس میں جو علت معلوم کی جاتی ہے وہ ثانوی (Secondary) ہے - بہ الفاظ دیگر یہ اسبابی سبب (Caused causes) ہوتے ہیں - سائنس' اصل وجہ سے بحث نہیں کرتا اور "کیوں" ؟ معلوم نہیں کرتا - سائنس کہتا ہے کہ واقعات عالم "یوں" ہوتے ہیں - فلسفے کی مدد سے ہمیں "کیوں" کا پتا چل سکتا ہے -

بہتر ہے کہ ہم فلسفہ اور سائنس کے حدود کو مد نظر رکھ کر آگے بڑھیں؛ تاکہ روزانہ کی زندگی میں اور مشاہدات عالم میں خلط مبحث نہ ہو - مل (Mill) نے اُس کی تعریف یوں کی ہے :—

"A cause which is itself a phenomenon without reference to the ultimate cause of anything uniform".

مل کہتا ہے کہ تعلیل (Causation) صرف مقدم ہے - اگرچہ ہم نے اِس جگہ بیان کیا ہے کہ سائنس "اصلی وجہ" جاننے کی کوشش نہیں کرتا -

برگسان (Bergson) نے لکھا ہے کہ سائنس کے سلسلے میں تین طرح کی غلط فہمی ہوتی رہی ہے اور ہوتی ہے - یہ غلط فہمی علت کی غلط تعریف کی وجہ سے ہے - مثال کے طور پر لیجیے :—

(۱) بلیرڈ کی گیند اگر دوسری گیند پر پڑے اور اُس کو حرکت دے تو پہلی گیند دوسری گیند کو جس طرح حرکت دیتی ہے وہ محرک ہے -

(۲) اگر بارود رکھی ہو اور اُس میں چنگاری لگادی جائے تو ایک دھماکا ہوگا -

(۳) اگر آپ گراموفون کی مشین کو چلائیں تو اُس کے اندر کی کمانی کُھلنے لگے گی اور جوں جوں کھلتی جائے گی ریکارڈ سے آواز نکلے گی - اگر ہم اُس کی وجہ سوچیں تو پتا چلے گا کہ کمانی کے کھلنے کی وجہ سے آواز نکل رہی ہے -

جو بات اِن تینوں مثالوں میں مشترک نہیں' وہ واقعات اور اُن کے علل کا تعلق ہے -

(۱) پہلی مثال میں واقعے کی صفت اور مقدار' علت کی صفت اور مقدار پر منحصر ہے -

(۲) دوسری مثال میں واقعے اور اُس کی علت سے' صفت اور مقدار کا کوئی تعلق نہیں - ہر حال میں بارود جل جائے گی (چنگاری بڑی ہو یا چھوٹی) -

(۳) تیسری مثال میں معلول کا اثر علت کی صفت پر موقوف ہے' لیکن علت اُس معلول کی صفت پر موثر نہیں ہوتی - اگر دیر تک کمانی چلتی رہے تو ہم دیر تک آواز سن سکیں گے' مگر اُس کی صفت میں کوئی فرق نہ آئے گا -

اگر آپ اِن تینوں مثالوں پر غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ علت معلول کو واضح کرتی ہے - دوسری مثالوں میں معلول' علت سے پہلے معلوم ہو جاتا ہے - (پہلی مثال میں جب علت دھکے سے متأثر ہوتی ہے جو معلول میں ہے) بلیرڈ کی گیند کا جو معیار حرکت (Momentum) دوسری گیند میں پہنچ گیا ' اِس سے علت و معلول کا تعلق قائم ہو جاتا ہے -

دوسری حالت میں جب کہ علت معلول پر اثر کرتی ہے تو یہ حالت ناگزیر ہے -

تیسری حالت میں صرف وقت کا تعلق معلوم ہوتا ہے -

سائنس کا مقصد یہ ہے کہ واقعات کا پتا چلائے اور یہ پتا اهل' اسباب (Effecient causes) کو معلوم کر کے حاصل ہوتا ہے اُس کے معنے یہ ہیں کہ ایک واقعہ اُس سے قبل کے واقعات سے معلوم ہو سکتا ہے ؛ ایک حالت دوسری حالت سے پیدا ہوتی ہے - اِس مقام پر یہ کہنا ضروری ہے کہ عالم میں دو حالتیں یکساں نہیں ہوتیں - مکان و زمان کی قیود میں مادے کا تعلق اِس طرح کا ہے کہ اسباب مختلف ہو سکتے ہیں -

بعض علما کی رائے میں سائنس بیان ہے - چند الفاظ میں اور سہل طریقے سے اُس کی ادائگی سائنس کہلاتی ہے -

واقعات کو آسان تر الفاظ میں پیش کرنا

سائنس کی کوشش ہے کہ ضروری تصور اور زمرے (Categories) کی تعداد میں تخفیف کرے -

مثال کے طور پر غور کیجیے کہ کائنات کس طرح مرکب ہے - اُس میں ۹۲ عناصر ہیں - اُن کو آپ الگ الگ گروہ میں تقسیم کرسکتے ہیں - کوئی غاز ہے ' کوئی جامد اور کوئی سیال - اگر مادہ توڑا جائے تو سالموں کا پتا چلتا ہے - سالمے کے بعد جوہر کی نوبت آتی ہے - جوہر برقیہ (Electron) ' پراتن (Proton) ' نیوترن (Neutron) اور غالباً + ve برقیہ (Positron) سے بنا ہوا ہے - سائنس کی کوشش ہے کہ کائنات کے کل مرکبات و مفردات کی ترکیب کا پتا چلائے - اور اُن اکائیوں (Units) میں جو تعلق ہے وہ معلوم کرے -

اُس کی کوشش میں ہمیشہ کامیابی نہیں ہوتی - بعض اوقات نہایت ہی اہم مظاہر چھوٹ جاتے ہیں اور سارے کا سارا نظریہ غلط ہو جاتا ہے - اُس موقع پر بہت احتیاط کی ضرورت ہے -

باب چہارم

قوانین فطرت

سائنس کی مدد سے انسان واقعات کا مشاہدہ کرتا ہے - اِن واقعات کے علت و معلول کا تعلق جاننے کے بعد اُن کو ایک کڑی میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے - اُس کا دعویٰ ہوتا ہے کہ جب علت موجود ہوگی تو معلول پیدا ہوگا - فطرت کو اُس قانون کے زیر اثر سمجھتا ہے - اور اُس کو "قانون فطرت" کے نام سے یاد کرتا ہے- وہ اِس پر فخر کرتا ہے کہ اُس نے فطرت کے راز کا پتا چلایا - ہم آج اپنی جہالت سے واقف ہوتے نظر آ رہے ہیں -

پوینٹنگ (Poynting) کا قول ہے : "کچھ عرصے سے ہم قوانین فطرت کا نام لے کر خوش ہوتے تھے' اُن کو مستحکم سمجھتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ کائنات پر اُن ہی قوانین کی حکمرانی ہے - آج ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ معمولی بیان سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے"-

علما کی رائے میں قانون فطرت صرف بیان کی حیثیت رکھتا ہے؛ اور "کیوں" ؟ کے بجائے "کس طرح" کا پتا دیتا ہے -

سائنس کا مقصد ہے کہ حالات کے متعلق بیان کرے - کبھی موسلا - دھار بارش کا بیان کرنے میں ' کبھی چڑیوں کی پرواز کا قصہ ' کبھی زمین کے اندر کے حالات' کبھی فضاے بسیط کا حال سائنس بیان کرتا ہے - اِس تعریف میں بہت سے سائنسدانوں نے طبع آزمائی فرمائی ہے -

مختلف سائنس کا خاص مقصد

کانت (Kant) کا قول ھے کہ علوم میں سائنس اور ریاضی درست علوم ھیں -

سائنس کی ابتدا پیمائش سے ھوئی- ریاضی بھی پیمائش کا علم ھے- اگر اِس تعریف کو صحیح مان کر سوچیں تو پتا چلے گا کہ صرف علم سکون و حرکت (Mechanics) درست علم ھے - آج پروفیسر ھایزنبرگ (Heisenberg) نے ایک اصول پیش کیا ھے- اُس اصول کو اصول غیر معین (Principle of Indeterminency) کہتے ھیں - اُس کی رو سے ھم ایک حد تک ھی پیمائش کر سکتے ھیں - اگر ایک جزو کی پیمائش عمدہ ھو تو دوسرے کی ناقص رہ جائے گی - اگر دوسرے کو اچھی طرح ناپیں تو پہلے میں غلطی رہ جائے گی -

ھمارے عالم میں اِسی قسم کا نظام کارفرما ھے- اِس اصول کی بنا اور کانت (Kant) کی تعریف کو ملا کر ھمیں اِس کا علم ھوگا کہ ھمارا علم صرف ایک مقام تک پہنچ سکتا ھے اور ھمارا کامل سے کامل علم در اصل ناقص ھے -

سائنس کا ارتقائی مقصد

سائنس تاریخی اور ارتقائی مقصد بھی رکھتا ھے- ھر مقام پر یہ سوال پیدا ھوتا ھے کہ یہ شے کس طرح ھوئی ؟ مثلاً نظام شمسی کس طرح معرض وجود میں آیا ؟ کیا دنیا ' آفتاب اور دیگر سیارے ایک سحابیے سے بنے ھیں ؟ سائنس کا تعلق زبان اور ادراک سے بھی ھے - فنون لطیفہ سے' اداروں سے' اور اِس طرح کائنات اور عالم سے سائنس کا تعلق ھو جاتا ھے - فلسفے کی مدد سے کائنات کا حل کرنے کی کوشش کی جا سکتی ھے -

سائنس کا طریقۂ کار

سائنس صرف چند واقعات سے تعلق نہیں رکھتا- یہ کسی خاص طریقۂ تحقیقات پر مبنی ھے - یہ

تنقیدی طریقہ خیال ہے جو نتائج کو اُس وقت مانتا ہے جب اُن کو ثابت کیا جا سکے -

معمولی علوم اور سائنس میں کیا فرق ہے ؟ فرق صرف اِتنا ہے کہ سائنس صرف تنقیدی علم ہے اور مرتب اور کلّی ہے - سائنس کا طالب علم معمولی انسانوں سے زیادہ تگ و دو کر کے واقعات جمع کرتا ہے - اُس کی خال خال علم سے تشفی نہیں ہوتی - جہاں تک ہوسکتا ہے مواد کو مرتب کرتا ہے - واقعات کو ایک کڑی میں منسلک کرتا ہے - اُن سے صحیح نتائج اخذ کرکے ایک عام قانون کی صورت میں پیش کرتا ہے - اِن باتوں میں ایک خاص منطقی طریقہ استعمال کرتا ہے جس کو وہ سائنٹفک طریقہ کہتا ہے -

سائنس کی منطق

(۱) خاص سے خاص تک پہنچنا -

(۲) خاص سے عام تک پہنچنا -(Inductive reason)

(۳) عام سے خاص تک پہنچنا (Deductive reason) -

سہولت کے خاطر ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں :—

(۱) تمثیلی استدلال (Analytical Reasoning)- ارضیات کا ماہر ہمیں زمین کی پیدائش کی داستان سناتا ہے اور کئی ملین سال قبل جو کچھ ہوا، ہمیں بتلاتا ہے - بہت سے مقامات پر وہ تمثیلی (analytical) سوچنے کا طریقہ استعمال کرتا ہے اور اُس پر اعتماد کرتا ہے - مثلاً چند واقعات سے اِس بات کا پتا چلاتا ہے کہ ڈیونین (Devonian) زمانے میں کیا کیا ہوا -

ڈارون (Darwin) نے کبوتروں اور چند غلوں کے مشاہدے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ممکن ہے زمانۂ قدیم میں خاص طرح کے واقعات وقوع پذیر ہوئے ہوں - اُس وقت وہ تمثیلی استدلال پر بھروسا کر رہا تھا -

اِس طریقۂ استدلال میں خطرات بھی ہیں؛ اس لیے کہ اِس زمانے میں اور زمانۂ گذشتہ میں بہت فرق ہے- اور ممکن ہےکہ حالات کے مختلف ہونے سے تأثرات مختلف ہوں -

(۲) استدلال استقرائی (Inductive reasoning) - اِس میں خاص سے عام تک پہنچنے کی کوشش ہوتی ہے - اِس کی مدد سے سائنس پرانے زمانے کی باتوں پر روشنی ڈال سکتا ہے - اور آئندہ کے متعلق پیشین گوئی کر سکتا ہے -

سیارۂ نیپچون (Neptune) اِسی طریقے کو استعمال کر کے معلوم کیا گیا - کسی دمدار ستارے کی رفتار معلوم کرنے کے متعلق تین یا چار مقامات پر اُس کی سرعت معلوم کر کے اُس کی حرکت کے معیار کا پتا لگاتے ہیں - اُس سے یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ فلاں دمدار ستارہ کس زمانے میں دوبارہ ہماری نظر کے سامنے آئے گا - اِس طریقے کے استعمال میں بڑی غلطیاں بھی ہوسکتی ہیں -

ارسطو نے اُسے غلط طریقے پر استعمال کرکے علم ہیئت کے متعلق عجیب و غریب نظریہ پیش کیا - اُس کا خیال تھا کہ ستارے چونکہ دائمی (Eternal) ہیں' اس لیے اُن کی رفتار بھی دائمی ہے - دائمی رفتار گول دائرے میں ہوتی ہے؛ اِس وجہ سے ستارے گول محور میں چکر کاٹتے ہیں - کئی سو برس کے بعد عربوں نے اِس کا پتا چلایا کہ یہ منطق بالکل مہمل ہے -

مل (Mill) نے ۴ طریقے بیان کیے ہیں :—

(۱) ریاضیاتی (Mathematical) -

(۲) تجربی (Emperical) -

(۳) توضیحی (Explanatory) -

(۴) تصدیقی (Verifactory) -

ہم اِن کی تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتے -

اکثر ، صدیوں کے بعد یکایک ایک نیا خیال دنیا کے سامنے پیش ہوتا ہے - انسان کے دماغ میں یہ خیال موجود رہتا ہے مگر ظاہر نہیں ہوتا - کوئی اہم واقعہ اِس خیال کو ابھار کر دنیا کے سامنے لے آتا ہے -

استقرائی اور استخراجی طریقۂ استدلال بعض حالات میں اِس قدر مل جاتے ہیں کہ اُن کو الگ الگ کرنا مشکل ہو جاتا ہے - کبھی تجربے میں استقرائی استدلال استعمال کرتے ہیں اور کبھی استخراجی استدلال کام میں لاتے ہیں - اِس کی عمدہ مثال نیوٹن (Newton) کی کتاب (Principia Mathematica) میں موجود ہے - اِس کتاب میں دونوں طریقۂ استدلال سے کام لیا گیا ہے - تجزیہ (Analysis) اور امتزاج[1] (Synthesis) اِس میں دونوں شامل ہیں - وہ واقعات سے علل تک اور علل سے واقعات تک پہنچتا ہے -

تیزیِ نظر

اگر انسان آنکھ کھول کر واقعات کا مشاہدہ نہ کرے تو بہت سے انکشافات نہ ہوں - تعلیم کا مقصد یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنے چاروں طرف کی اشیا کا مشاہدہ کرنے کی عادت ہو جائے - دماغ اِس قابل ہو جائے کہ ہر واقعہ جو عالم میں وقوع پذیر ہو، اُس کو سمجھ سکے - جو جو غیر معمولی باتیں اُس کے سامنے ہوتی ہوں اُن کو دیکھے اور روز مرہ کی زندگی میں مسائل کی گرفت کرے - اِس صفت کی تعریف کرنی مشکل ہے، اس لیے کہ اِس کے تحت میں اعصاب کی چستی آ جاتی ہے اور واقعات عالم پر گہری نظر ڈالنے کی عادت پڑ جاتی ہے -

کلارک میکسویل (Clark Maxwell) گھر کے سامنے گھاس پر پڑا پڑا

1—یعنی ترتیب - (مدیر)

سوچا کرتا تھا - فابر (Faber) کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُس کی آنکھیں اِس قدر تیز تھیں کہ ایک ثانیے میں نئے پودوں کی شناخت کر لیتا تھا۔

پچھلی صدی میں رابرٹ مایر (Robert Mayer) نے توانائی کے متعلق اہم نظریہ پیش کیا - جاوا میں اُس نے مریضوں کے خون کی رنگت نیلگوں دیکھی - اُس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ سرخ خون، ہوا کی آکسیجن سے مل کر نیلگوں ہو جاتا ہے - اِس مشاہدے سے وہ اِتنے اہم نظریے تک پہنچا -

باب پنجم

مواد جمع کرنا

سائنسداں کو سب سے پہلے مواد جمع کرنا پڑتا ہے - مواد یا واقعات وہ باتیں نہیں جو ہم لوگ اپنے جی سے گڑھ لیتے ہوں یا گڑھ لیں - بلکہ وہ حقیقت ہیں جن کی تکذیب نہ ہو سکے - جن جن اشخاص کے پاس ضروری سامان مہیا ہو' وہ اُن کی تصدیق کر سکیں -

مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے - مشاہدہ کرنے والے کے صفات کا اثر مشاہدے پر پڑتا ہے - بعض دفعہ غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں- اُن کو ذاتی غلطیاں (Personal Errors) کہتے ہیں - صحیح طریقے پر مشاہدہ کرنے سے بھی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں - اُس کے بعد بیانات کو جمع کیا جاتا ہے اور غور و خوض کی ضرورت پڑتی ہے - دوسرے اشخاص کا جمع کیا ہوا مواد بھی استعمال کیا جا سکتا ہے - وہی واقعات اور مشاہدات چن لیے جاتے ہیں جن پر اعتبار کیا جا سکے -

اِس سلسلے میں اگر بہت سے لوگ کام کریں تو بہتر ہے - ایک ہی واقعے کا مشاہدہ الگ الگ کیا جائے اور اُس کو ملایا جائے تو بہت عمدہ ہے - جو غلطیاں مشاہدہ کرنے میں ہوتی ہوں یا ہو رہی ہوں اُن کا صحیح اندازہ ہونا چاہیے - ہم اپنے حس کی کمزوریوں سے واقف ہیں - اگر سائنٹفک آلات استعمال کریں تو بہتر ہے - جہاں ضرورت ہو عکس بھی لیا جائے اور اُس سے مشاہدات کی تصدیق کی جائے -

پیمائش

سائنس کے لیے مواد جمع کرنے میں اکثر پیمائش کرنی پڑتی ہے - پیمائش کرتے وقت یہ معلوم ہونا چاہیے کہ پیمائش میں کس قدر غلطی ہو سکتی ہے یا کس قدر غلطی ہے - دوسری طرف یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ پیمائش کس طرح سے بہتر کی جا سکتی ہے - طبیعیات کو لیجیے یا ہیئت کو یا کسی دوسرے سائنس کو؛ سب میں پیمائش کی ضرورت پڑتی ہے - اُس میں بہت وقت صرف کرنا پڑتا ہے - یہ کام بہت ہی صبر طلب ہے اور بادی‌النظر میں بہت بھدا معلوم ہوتا ہے - ہر ہر قدم پر صعوبتیں ہیں - آنکھیں دُکھتی ہیں - کان پریشان ہو جاتے ہیں - دماغ تھک جاتا ہے - حواس بجا نہیں رہتے - لیکن اِس کے سوا کوئی طریقۂ کار ہمارے سامنے نہیں - جب تک ہمارے پاس مکمل طور پر پیمائش کے اعداد موجود نہ ہوں، ہم ایک قدم بھی آگے نہیں چل سکتے - اِس سلسلے میں آپ کے سامنے ہزاروں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں - اگر پیمائش میں اِس قدر وقت صرف نہ کیا گیا ہوتا تو آج ہم بہت سے انکشافات سے نا آشنا رہتے -

آرگن اور دوسرے کمیاب گیس (Rare gases) کے دریافت کا قصہ لیجیے - اُن گیسوں کا پتا ہوا سے نائٹروجن (Nitrogen) اور آکسیجن (Oxygen) علیحدہ کرنے سے ہوا - اُن کی مقدار اِس قدر قلیل ہے کہ ہزاروں بوتل ہوا میں ایک چٹکی گیس کی نکلتی ہے - بہت سے علما نے اپنی زندگی پیمائش کرنے میں گزاردی - اُن کے بعد دوسری نسلوں نے اُن کی پیمائش سے فائدہ اُٹھایا - پیمائش کرنے سے سائنس کی خدمت ہوتی ہے - ساتھ ساتھ مشاہدہ کرنے والے کی تربیت بھی ہو جاتی ہے - پیمائش کرتے وقت حواس خمسہ سے کام لینا پڑتا ہے - اور اُس میں کافی بار پڑتا ہے؛ جس کی وجہ سے وہ چھپی ہوئی قوتیں اُبھر آتی ہیں

جنھیں لوگ عموماً استعمال نہیں کرتے اور ناواقف رہتے ہیں -

مواد کی ترتیب

بسا اوقات واقعات جمع کرنے کے بعد بہت سخت محنت درکار ہوتی ہے - مشاہدات کو ہر طرح سے جوڑ جوڑ کر دیکھنا پڑتا ہے کہ کس طرح ایک کڑی میں منسلک ہو جاتے ہیں - اِس کام میں تعصب استعمال نہیں کرنا پڑتا - یہ امر دشوار ہے - واقعات کو جوڑنے کے بعد کوشش کی جاتی ہے کہ اُن کو ایک نظریے کی صورت میں پیش کیا جائے - غلط مشاہدات کو پہلے ہی سے چھانٹ لیتے ہیں اور اُن کے وجوہ دریافت کرتے ہیں -

کوشش یہ بھی کی جاتی ہے کہ مشاہدات کو ریاضی کے ایک "formula" میں پیش کیا جائے، جو سارے کے سارے مشاہدات پر حاوی ہو -

تجزیہ اور تشکّل

سائنس کے مشاہدات کرتے وقت یہ ضروری ہوتا ہے کہ اُن کی اصل وجہ دریافت کی جائے - روزمرہ یا معمولی واقعات کے اندر کیا کیا علل کام کر رہے ہیں، اُن کی توضیح کی جائے - واقعات کے وجوہ تلاش کیے جاتے ہیں - مشاہدے کو پہلے سہل تر محاورات میں توڑا جاتا ہے - مختلف قسم کا تجزیہ اور تشکل ہوتا ہے ؛ مثلاً حیوانیات کا عالم جانوروں کے بدن سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر خوردبین کے نیچے رکھتا ہے ؛ ریاضیات کا ماہر پہاڑ کے ٹکڑوں کو استعمال کرتا ہے -

مفروضہ (Hypothesis)

سائنس میں "مفروضہ" کے معنے عارضی ضوابط کے ہیں - سائنٹفک طریقۂ‌کار کا فرض ہے کہ مفروضے کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد اُس کو ایک "حقیقت" کی صورت میں پیش کرے - اکثر و بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ مفروضہ آہستہ آہستہ بنتا ہے - آپ کو بعض مثالیں ایسی بھی ملیں گی کہ یکایک ایک عالم نے وجدانی طور پر

ایک مکمل مفروضہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور آئندہ نسلوں نے جب مشاہدات کیے تو اُس مفروضے کو صحیح پایا۔

سائنس داں غور و خوض کرکے ممکن وجوہ تلاش کرتا ہے۔ اُس کے سامنے ہر ممکن حل ہوتا ہے۔ وہ اُن سب میں سے ایک کو چن لیتا ہے اور مشاہدہ کر کے اُس حل کو صحیح حل ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

امتحانی یا آزمایشی تجربہ (Test Experiment) قابو کا تجربہ (Control Experiment)

مفروضہ بن جانے کے بعد، چند تجربات ایسے کیے جاتے ہیں جن سے اُس مفروضے کے صحیح یا غلط ہونے کا پتا چلے۔ اِس سلسلے میں آپ کے سامنے بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مشاہدے اور تجربے میں فرق ہے۔ مشاہدے میں ہمیں اُن واقعات عالم سے دو چار ہونا پڑتا ہے جو خود سے آشکارا ہیں؛ مثلاً اگر کوئی چاند یا سیاروں کی رفتار کو دوربین سے ناپے تو یہ مشاہدہ ہوا۔ تجربوں میں ہم خاص خاص اثرات دیکھتے ہیں؛ مثلاً اگر آپ جستے پر گندھک کے تیزاب کا اثر دیکھنا چاہتے ہوں اور ایک برتن میں گندھک کے تیزاب اور جستے کو جمع کریں تو یہ تجربہ کہلائے گا۔ اگر ہم اِس کا انتظار کریں کہ دنیا میں کسی وقت کسی جگہ اتفاق سے جستہ اور گندھک کا تیزاب جمع ہو جائے اور ہم اُس کے تأثرات دیکھیں تو اِس میں بہت دیر لگے گی۔

معمل کے اندر بہت سے واقعات جو عالم میں پیش آتے ہیں، ہم اُن کا مشاہدہ بآسانی کر سکتے ہیں۔ نئے واقعات معلوم کرنے کے علاوہ تجربہ کرتے وقت دیگر فوائد بھی ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ تجربے کی بنا پر مفروضے کی تصدیق ہوتی ہے۔ سائنس داں کی تعریف اِس میں ہے کہ وہ تجربوں کے متعلق نئے طریقے نکالے اور اُن کو عملی جامہ پہنا کر مشاہدہ کرے اور مواد جمع کرے۔

ہم ایک مثال آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں :— جب پاسچر (Pasteur) نے بیماریوں کے علاج کے متعلق تحقیقات کر کے ٹیکے (Vaccination) کا علاج نکالا تو اُس نے بہت دنوں تک غور و خوض کیا۔ اُس کے بعد کہیں کامیابی حاصل کی -

اتفاقی ایجادات

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ غلطیوں کی وجہ سے نئے انکشافات ہو جاتے ہیں -

ایک دفعہ معمل میں ایک پارہ بھرا ہوا مقیاس‌الحرارت ٹوٹ گیا۔ جس برتن میں ٹوٹا اُس میں رنگ بن گیا - اِس کی وجہ سے ہندوستان سے نیل کی کاشت جاتی رہی اور جرمنی میں رنگ سازی اعلیٰ پیمانے پر شروع ہوگئی -

ایسا شیشہ جو ٹوٹ کر بدن میں نہ چُبھے، اِسی طریقے پر ایجاد ہوا - پیرس میں ایک کیمیاگر تجربہ کر رہا تھا - اُس کی بوتل میز پر سے گر پڑی، مگر اُس میں صرف بال پڑے؛ چوْر چوْر نہ ہوئی - اُس نے اِس واقعے کو اپنی کاپی میں قلمبند کر لیا - کچھ دنوں بعد اُس کے سامنے دو موٹر لڑ گئیں - موٹر چلانے والی لڑکی شیشے سے سخت زخمی ہوئی - اُس کیمیاگر نے آ کر نئے طرح کے شیشے کے متعلق سوچنا شروع کیا اور بازار میں اِس قسم کے شیشے اُسی کی تیز نظری کا نتیجہ ہیں -

———

باب ششم

سائنس کو منظم کرنا

سائنس کی تحقیقات میں ترتیب اہم منزل ہے۔
جو باتیں ہمیں مشاہدے سے معلوم ہوتی ہیں اُن کو سہل طریقے پر پیش کرنا ہوتا ہے - نظریے اور کلیے کو پورا کرنا پڑتا ہے - پرانے علم کے ساتھ ساتھ نئے نئے واقعات کو جوڑ دیا جاتا ہے - نظریے اور واقعات میں مطابقت کرنا پڑتی ہے اور یکسانی کے ساتھ اُسے بیان کرنا پڑتا ہے -

کلیے کی تصدیق تجربوں کی مدد سے ہوسکے یا کم از کم ممکن ہو۔ کاسل پیرسن (Pearson) جو ایک بہت بڑا عالم گزرا ہے لکھتا ہے :—

"Final touchstone is equal validity for all normally constituted minds".

پہلے جن باتوں کو صحیح مان لیا جاتا ہے اُن سے کلیے کی جانچ کرلینا چاہیے - اگر نئے مشاہدات اور پرانے تسلیم‌شدہ واقعات میں کوئی فرق ہو تو یہ کوشش کی جاتی ہے کہ پرانے اور نئے واقعات کی چھان بین کی جائے تاکہ غلطی معلوم ہو جائے -

لارڈ کیلون (Lord Kelvin) نے لکھا ہے کہ سائنس کی ترقی کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں :—

(۱) فطری تاریخ (Natural History)

(۲) فطری فلسفہ (Natural Philosophy)

ابتدا میں جب لوگ واقعات عالم کا مشاهدہ کرتے هیں تو مشاهدہ کرنے کے بعد اُن واقعات کو ایک مسلسل صورت میں پیش کیا جاتا ھے - اُس کے بعد تعمیم (Inductive generalisation) کی جاتی ھے - اُس وقت قوانین فطرت کو معلوم کرنا تحقیقات کا مقصد هوتا ھے - ایک وقت ایسا هوتا ھے جب کہ مشاهدات کا سلسلہ جاری رهتا ھے اور بیانات لیے جاتے هیں- دوسرے وقت تعمیم (generalisation) اور نظم (formulation) کیا جاتا ھے -

سائنس اور تخیل

سائنس کو صحیح تخیل سے بہت مدد ملتی ھے - تخیل کی مدد سے واقعات کی کڑیاں پوری کی جاتی هیں - تخیل کے استعمال میں ضروری شرط یہ ھے کہ واقعات کی بنا پر نظریہ پیش کیا جائے - اگر واقعات اور مشاهدات کو اپنی نظر کے سامنے رکھ کر قدم بڑھایا جائے تو تخیل همارے لیے بہت اچھا آلہ ھے - اُس کی مدد سے بہت سے کام نکل آتے هیں -

انسان کے ادراک میں خدائے تعالیٰ نے پڑھنے کی صلاحیت دی ھے - انسان میں نئی نئی اپچ کا مادہ بھی هوتا ھے - گہری نظر ڈالنے سے پراگندہ اشیاء کے اندر ایک نظام نظر آنے لگتا ھے -

زندگی میں اپچ کی طاقت اکثر بروےکار رهتی ھے - اُس طاقت کی وجہ سے آرٹ ' فنون لطیفہ ' سائنس وغیرہ میں محیرالعقول ترقی هوتی ھے -

بہت سے لوگ ایسے پیدا هوتے رهے هیں جن کی اَن تھک کوششوں نے علم میں اضافہ کیا - اگر ایسے غیرمعمولی اشخاص پیدا نہ هوتے تو آج همارا علم تشنہ رهتا اور هم جہالت کے قعر مذلتّ میں گرفتار رهتے -

اگر آپ سائنس کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم هوگا کہ بعض

افراد ایسے پیدا ہوئے ہیں جن کو سائنٹفک طریقۂ کار سیکھنے کی ضرورت نہیں پڑی - بلکہ اُن کا دماغ فطری طور پر وجدانی تھا اور ہمیشہ صحیح طریقے پر سوچنے کا عادی - اِس گروہ میں نیوٹن (Newton) ' لارڈ رتھرفورڈ (Lord Rutherford) اور دیگر علما آتے ہیں - اِس حیرت انگیز طاقت کے ساتھ ساتھ اُن کو بھی مشاہدے اور تجربے کی ضرورت ہوتی ہے - اِس کے بغیر اُن کو بھی چارہ نہیں -

سائنس کا اصل دعویٰ

سائنس کا اصل دعویٰ (Postulate) یہ ہے کہ فطرت میں یگانگی موجود ہے - تحقیقات سے اُس کی تصدیق ہوتی ہے - یہ البتہ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ جن جن حالات کی بنا پر کسی ایک ماحول میں ایک خاص واقعہ پیش آیا ہے وہ دوسرے حالات میں بھی ممکن ہے یا نہیں - اگر آپ اِس کو سہل طریقے پر سمجھنا چاہیں تو یہ اِس کے مترادف ہے کہ ہمارے کام کے لیے خواص اشیاء میں ایک استحکام (Stability) موجود ہے - وہی ماحول کئی دفعہ پیش آ سکتا ہے - فطرت میں ایک دستور ہے اور اُس دستور سے جو واقعہ ہوتا ہے' اُس واقعے میں اور اُس سے قبل جو واقعہ ہوا ہے اُس میں تعلق ہے - سائنس کی ہر شاخ اِسی اصول پر قائم ہے -

---

باب ھفتم

سائنس کی تقسیم

سائنس کی تقسیم کرنے میں بہت سی دقتیں پیش آتی ھیں - تقسیم اس لیے ضروری ھے کہ علم کے صحیح طور پر پیش کرنے میں سہولت ھوتی ھے - سائنس سارے کائنات سے بحث کرتا ھے اور چوں‌کہ کائنات بہت وسیع ھے اور اُس میں ھزاروں قسم کے علوم انسان نے جمع کیے ھیں اس لیے ضروری ھے کہ اُن کے لیے ایک سہل اور آسان طریقۂ تقسیم معلوم کیا جائے اور اُسی پر عمل در آمد ھو -

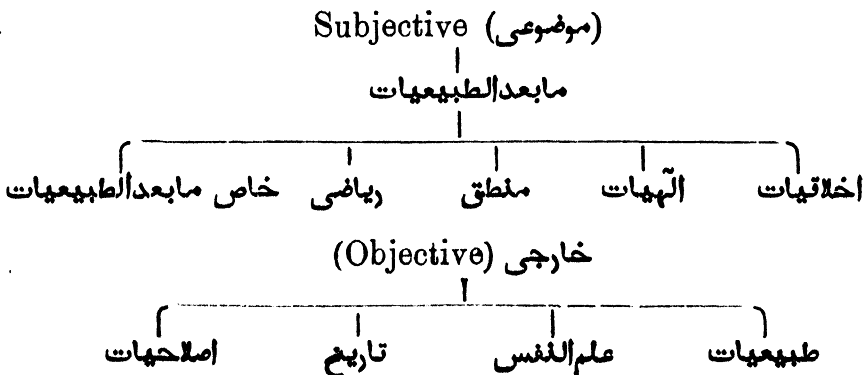
چوں‌کہ مختلف قسم کے مذاق اِس دنیا میں پائے جاتے ھیں اس لیے اِس کی بھی ضرورت پڑی کہ علما ایک دفعہ اِس کے متعلق طے کر لیں اور سائنس کی تقسیم کرنے کے بعد اِسی پر عمل در آمد کریں - معمولی انسانوں کے لیے سارا علم اِس قدر دشوار نظر آتا ھے کہ وہ ڈر کر الگ ھو جاتے ھیں - حالانکہ کوئی بات اِس قسم کے خوف کی نہیں -

علم کی تقسیم سے (۱) عملی، (۲) ذھنی فوائد ھوتے ھیں - اِس تقسیم میں بڑی دقت پیش آتی ھے - بہت سے سوالات اِس سلسلے میں پیدا ھوتے ھیں - اگر اُن کو بہت ھی مفصل کر دیا جائے تو اِس بات کا اندیشہ رھتا ھے کہ علم کی وحدت پر اثر پڑے گا اور اگر اُس کو بہت ھی عام کر دیا جائے تو خاص خاص علوم کے حدود پر اثر پڑے گا - اُن دونوں میں مصالحت کرنی پڑتی ھے - مثلاً علم نباتات اور علم حیوانات دو علوم

ہیں، لیکن اُن کو علیحدہ کرنا مناسب نہیں - اُن کو ایک ہی زمرے میں لایا جا سکتا ہے اور اُس نئے علم کو حیاتیات (Biology) کہتے ہیں - ساتھ ساتھ یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ طبیعیات اور کیمیا کو حیاتیات سے ایک قسم کا تعلق ہے -

اِسی طرح پڑھنے پڑھانے میں دقتیں پیش آتی ہیں - بہت زیادہ تخصیص کی وجہ سے ادعاے فضیلت پیدا ہو جاتا ہے - اگر تخصیص نہ کی جائے تو اُس سے علم پر اثر پڑتا ہے - اگر ہم سائنٹفک طریقۂ کار استعمال کرنا چاہیں تو بہتر یہ ہوگا کہ کسی خاص علم کو لے کر کائنات کا جائزہ لیں - اگر ہم نیا نقطۂ نگاہ لے کر کھڑے ہوں اور نیا تخیل پیش کریں تو اُس وقت ہماری نظر کافی وسیع ہونی چاہیے -

اکثر علما نے اِس بات کی کوشش کی ہے کہ سائنس کی تقسیم کریں- پہلے ارسطو نے اِس پر قلم اُٹھایا - عربوں نے اِس میں بہت ترقی کی- ہکسلے (Huxley) جب سترہ سال کا تھا تو اُس نے کوشش کی کہ علوم کو دو حصوں میں تقسیم کر دے (۱) خارجی (Objective) علوم، جن میں انسان باہر کی دنیا سے دوچار ہوتا ہے - (۲) موضوعی (Subjective) علوم، جہاں اندرونی تجربہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور انسان غور و خوض کر کے نتائج اخذ کرتا ہے -



سائنس کی کئی درجن تقاسیم موجود ھیں - پروفیسر فلنٹ (Flint) اور کئی علما نے بھی اِس موضوع پر طبع آزمائی فرمائی ھے -

ھم یہاں چند تقاسیم کا ذکر کرتے ھیں :—

چوں‌کہ علم کی ابتدا بیکن (Bacon) سے یورپ میں ھوئی؛ لہذا ھم اُسی سے تقاسیم کا ذکر شروع کرتے ھیں -

فرانسس بیکن (Francis Bacon) نے علم کو کئی شعبوں میں تقسیم کیا :—

(۱) تاریخ (۲) شاعری (۳) فلسفہ (۴) سائنس -

(۱) تاریخ جس کی بنا حافظے پر ھو اُس کو فطری (Natural) کہتے ھیں، دوسرے کو مدنی (Civil) -

(۲) شاعری کی بنا تخیل پر قرار دی گئی -

(۳) و (۴) فلسفہ یا سائنس دلائل پر قائم ھیں - اِن میں الٰہیات اور دینیات شامل ھیں - یہ وحی سے تعلق رکھتے ھیں - نیچرل فلسفہ وہ ھے جو فطرت اور انسان اور خدا سے بحث کرے - نیچر کے ماتحت ریاضی، طبیعیات، مادی اور ثانوی وجود، مابعدالطبیعیات، ظاھری صورت اور آخری وجوہ آتے ھیں -

پروفیسر کارل پیرسن کی تقسیم

پروفیسر کارل پیرسن (Karl Pearson) کا خیال ھے کہ سب علوم مل جل کر ایک بڑے تنے والے درخت کی طرح بن جاتے ھیں - اِس قسم کی تقسیم سے وحدت ھوتی ھے اور علوم کی ابتدا سمجھ میں آ جاتی ھے -

چوں‌کہ مختلف سائنس ملکر ایک تنے کی حیثیت رکھتے ھیں، ھم پہلے اُس سائنس کی تعریف کریں گے جس سے دوسرے سائنس پیدا ھوئے ھوں - اِس عام سائنس کی جہت یہ ھے کہ یہ خلاصہ یا اول فلسفہ

ہے اور اُس کا مبحث فوق تجربی (Transcendental) ہے - بیکن (Bacon) کی تقسیم کی رو سے ذہن ' تخیل اور علم کو الگ الگ دکھایا گیا تھا اور سائنس کو تاریخ اور فطرت سے علیحدہ دکھایا گیا تھا -

کامٹے (Comte) کی تقسیم

کامٹے نے سائنس کو سات گروہوں میں تقسیم کیا ہے : (۱) ریاضی (۲) عمرانیات (۳) طبیعیات (۴) کیمیا (۵) حیاتیات (۶) اخلاقیات -

اُس نے لکھا ہےکہ یہ ایک ہی کڑی میں منسلک ہیں - پہلے آسان اور سہل سائنس پیدا ہوئے - اُس کے بعد مشکل علوم نکلے اور آخر میں مشکل ترین علوم بنے - اُس کے خیال سے اخلاقیات میں انسان کے علم کی انتہا ہے - سائنس کو وہ زندگی سے متعلق ایک آرٹ کی صورت میں پیش کرتا ہے - پیچیدہ اور سہل واقعات سے سائنس بحث کرتا ہے - ہمیں آج بدن کی کیمیاوی ترکیب کا صحیح علم نہیں مگر اُس کے ہونے کے بعد ممکن ہے انسان زندگی کے معاملات کو کیمیاوی ترکیب سے روک سکے یا بدل سکے -

حیات کا علم کیمیا سے پیدا نہیں ہوا - حیات کا علم طبیعیات سے نکلا ہے - اگرچہ ہم آج ہیئت ' طبیعیات اور کیمیا کو مشکل سے الگ بند کوٹھری میں رکھ سکتے ہیں - ریاضی سب سے اصولی علم کہلانے کا مستحق ضرور ہے' لیکن یہ ذہنی علم اور کیمیاوی طبیعیات ' حیاتیات سے متعلق ہے -

سپینسر (Spencer) کی تقسیم

(۱) ذہنی (Abstract) مثلاً منطق اور ریاضی جو بیان کرنے کا طریقہ پیش کریں -

(۲) حقیقی (Concrete) جو بیان کرتے ہوں- اِس تقسیم کی رو سے سائنس ایک ذہنی علم ہے جو ہر شے پر حاوی ہے - لیکن جن چیزوں سے

اُس میں بحث کی جاتی ہے اُن کی حقیقت سے اُس کو واسطہ نہیں ہوتا۔

(۱) علوم ذہنی (Abstract Sciences) - ریاضی، منطق -

(۲) ذہنی مگر حقیقی علوم (Abstract Concrete) - علم حرکت و سکون ، طبیعیات ، کیمیا -

(۳) علوم حقیقی (Concrete Sciences) - ہیئت، ارضیات ، نباتات ، علم النفس، عمرانیات -

بین (Bain) کی تقسیم

(۱) اصولی (Fundamental) علوم -

(۲) متعلقات (Dependent) یا حقیقی (Concrete) علوم - اِس تقسیم سے بہت فائدہ ہوا -

(۳) عملی سائنس -

متعلق (Dependent) -

استخراج کیا ہوا (Derivative) -

پیچیدہ (Complex) -

مشرح (Particulate) -

اِس کے مقابلے میں طبیعیات (اصولی علم) عام اور سہل ہے -

(۱) کے تحت میں منطق ، ریاضی، علم حرکت و سکون ، میکانکی علوم، سالموں کی طبیعیات ، طبیعیات، کیمیا ، حیاتیات ، علم النفس، آتے ہیں۔ اُن میں ہر ایک، مظاہر سے بحث کرتا ہے۔ اُن میں سہل سے مشکل کا بیان ہوتا ہے اور متعلقات سے آزاد تک پہونچتے ہیں - کائنات کے قوانین سے بحث کرتے ہیں - دماغ اور مادہ اُن کے تحت میں آتے ہیں -

(۲) میں جغرافیہ، علم الجوّ (Meteorology) ، معدنیات، نباتات، حیوانیات ، لسانیات ، عمرانیات آتے ہیں -

(۳) عملی سائنس میں استعمال شدہ سائنس (Applied Science)

معماری، جمالیات (Aesthetics) ، الٰہیات ، معاشیات آتے ہیں -

کارل پیرسن (Karl Pearson) کی دوسری تقسیم

کارل پیرسن کی کتاب گرامر آف سائنس (Grammar of Science) ایک مدت تک اہم کتاب رہی ہے - اُس کے تقاسیم حسب ذیل ہیں :—

(a) ذہنی سائنس (Abstract Science) - تمیز کرنے کے طریقے -

(b) خارجی سائنس (Concrete Science) - ادراک کے مضامین-

اِس بحث میں منطق اور دوسرے علوم جن سے دماغی تربیت ہو ' آتے ہیں - ریاضی اِس میں شامل ہے - فن اعداد و شمار (Statistics) جو آج کل بہت ضروری علم ہے اِس گروہ میں آتا ہے -

خارجی سائنس میں علم طبیعیات شامل ہے جو غیر مادی اشیا سے بحث کرتا ہے - حیاتیات، حیات سے بحث کرتا ہے -

اخراجی سائنس کو پیرسن (Pearson) نے دو گروہ میں تقسیم کیا ہے -

(a) صحیح (Precise) -

(b) ملخص (Synoptic) -

علم ہیئت کا زیادہ حصہ صحیح (Precise) ہے -

علم الجوّ (جس میں موسم سے بحث ہوتی ہے) کا زیادہ حصہ ملخص (Synoptic) علم سے ملا ہوا ہے -

علوم طبیعی وہ ہیں جو غیر مادی اشیا سے تعلق رکھتے ہیں -

صحیح (Precise) علوم طبیعی

(a) ایتھر کی طبیعیات، حدت، روشنی، بجلی، مقناطیسی قوت سے جس کی بحث ہو -

(b) طبیعیات جوہر، نظریاتی کیمیا ، کا علم -

(c) سالموں کی طبیعیات جو کہ آواز ' لچک ' علم سکون و حرکت ' سیالیات (Hydro-Mechanics) ' قلمیات کا علم (Crystallography) یا مد و جزر یا سالموں کی رفتار کے علم (Kinetic Theory of Gases) سے بحث کرتا ہے -

(d) سالمی طبیعیات ' علم حرکت و سکون ' چاند کا نظریہ ' ستاروں کا نظریہ -

(Synoptic) ملخص علوم طبیعی | یہ وہ علوم ہیں جو حرکت میں لائے نہ جاسکیں- کیمیا ' ارضیات ' معدنیات ' جغرافیہ -

علم‌الجوّ - غیر مادی ارتقا جو زمین اور سیاروں سے بحث کرتا ہے -

فرض ملخص علوم طبیعی وہ صحیح علوم طبیعی ہیں جو ابھی بن رہے ہیں -

حیاتیات | حیاتیات کی تقسیم حسب ذیل ہے :—

(۱) وہ حصہ جس میں زندوں کی تقسیم سے بحث کرتے ہوں - واقعہ نگاری (Chronology) اور جس میں ماحول سے زندہ اجسام کے تعلق کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں - علم معیشت حیوانات (Ecology) -

اِس کے تحت میں تاریخ طبیعی (Natural History) آتی ہے - تاریخ کے تحت میں (Non recurring growth) اور حیات کے تحت میں (recurring growth) آتا ہے -

اِس کے علاوہ تین اور تقسیمیں اِن علوم کی کی گئی ہیں :—

(۱) علم اشکال‌الاعضاء (Morphology) -

علم نسیجیات (Histology) -

علم تشریح جسمانی (Anatomy) -

(۲) جنسی ارتقا (Evolution of Sex) -

علم الجنین (Embryology) -

علم الوراثت (Heredity) -

(۳) علمِ عضویات (Physiology) -

علم النفس (Psychology) -

علم الاخلاق (Morals) -

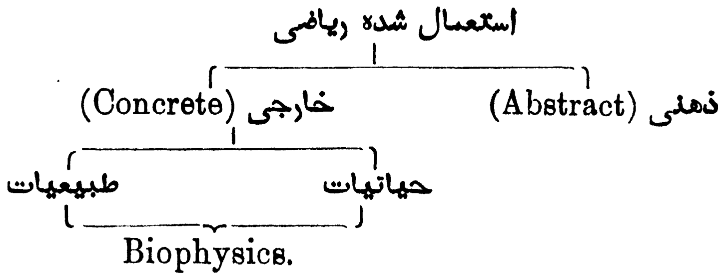
علم سیاسیات (Politics) -

علم معاشیات (Economy) -

علم قانون (Jurisprudence) -

(Biophysics) کے تحت میں حیاتیات اور طبیعیات آتی ھیں' جس میں کیمیا شامل ھے -

(Etecology) کی تعریف یہ ھے کہ اُس میں حیاتیات اور طبیعیات کے اصول شامل ھیں- بہتر ھو اگر اُس کو ھم (Biophysics) کے نام سے پکاریں -



تامسن (Thomson) کی تقسیم

اب ھم تامسن کی تقسیم پیش کرتے ھیں :—

۱—(الف) ذھنی' ظاھری' ترتیب کے ساتھ -

(ب) فن اعداد و شمار (Statistics) ' ریاضی -

(ج) منطق -

(د) مابعدالطبیعیات -

۲—حقیقی، تشریحی، یا تجربہ کرنے کا -

عمرانیات و علم النفس } حیوان کی قسم -

حیاتیات -

طبیعیات و کیمیا } طبیعی قسم -

عمرانیات	عمرانیات، سائنس کے ارتقا اور اُس کے قوانین سے بحث کرتا ہے -
علم النفس	انسان اور جانور کی دماغی ساخت سے بحث کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ دماغ کس طرح سے کام کرتا ہے -
حیاتیات	جو حیات سے بحث کرے -
طبیعیات	جو خواص مادہ سے بحث کرے -
کیمیا	جو مادہ کے اجزا کی ترکیب سے بحث کرے -
کیمیاوی طبیعیات	جو علم کیمیا اور طبیعیات سے مل کر پیدا ہو -

اُسی کے ساتھ طبیعیاتی کیمیا (Physical Chemistry) بھی ہے -

حیاتیات کے تحت میں صوریات (Morphalogy) آتا ہے -

علم النفس میں عادت کی تشریح ہوتی ہے -

علم النسل میں نسل سے بحث ہوتی ہے -

علم الجنین میں پیدا ہونے کی تاریخ ہوتی ہے - یا اُس کی دوسری شاخ ہے جس کو (Paleotology) کہتے ہیں اُس میں قوم (race) کی تاریخ سے بحث کی جاتی ہے -

علم الاسباب (Aetiology) قوم کی ارتقا سے بحث کرتا ہے -

استعمال شدہ سائنس (Applied Science) کے دو حصے ہیں (۱) تعلیم - (۲) انجینیرنگ -

تامسن (Thomson) کی تقسیم

ذہنی سائنس	عام سائنس	چند مخصوص سائنس	چند ملے ہوئے سائنس	چند استعمال شدہ سائنس
۱—مابعدالطبیعیات -	۱—عمرانیات -	۱—علم انسان -	۱—علم تاریخ -	۱—معاشیات -
۲—منطق -	۲—نفسیات -	۲—جمالیات -	۲—بشریات -	۲—تعلیم -
۳—علم عدد و شمار اور ترسیمی طریقے -	۳—حیاتیات -	۳—حیوانیات، نباتات	۳—عالم حیات کی تاریخ -	۳—طب -
۴—ریاضی -	۴—طبیعیات -	۴—علم ہیئت، علم ابعاد	۴—ارضیات، جغرافیہ	۴—انجینیرنگ -
	۵—کیمیا -	۵—معدنیات -	۵—نظام شمسی کی تاریخ -	۵—خام دھات کا علم
				۶—زراعت -

باب ہشتم

سائنس کی مختلف شاخ کا تعلق مابین

علوم اِس قدر سرعت کے ساتھ ترقی کر رہے ہیں کہ اُن کو محدود نہیں کہا جا سکتا - علوم کا مقصد کائنات کا ایک صحیح نقشہ پیش کرنا ہے' جس کی مدد لےکر انسان حقیقت کو سمجھ سکے - اور آئندہ کے متعلق پیشین‌گوئی بھی کرسکے -

مختلف علوم انسان کی کوشش سے پیدا ہوئے ہیں - اُن پر ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں - بدنصیبی سے دنیا میں ایک زبان نہیں بولی جاتی - مختلف زبانوں میں مختلف مضامین پر بےشمار کتابیں' مقالے اور مضامین شائع ہوئے ہیں - خدا کا شکر ہے کہ اِس صدی میں پریس کے ہو جانے سے کتابیں سستے داموں بک سکتی ہیں -

سائنس اور اسلام

سائنس' اسلام کی مخالفت نہیں کرتا - علامہ جمال‌الدین افغانی اور اُن کے شاگرد رشید محمد عبدہ وغیرہ نے اِس موضوع پر بہت سی کتابیں اور مقالات شائع کیے ہیں - جمال‌الدین افغانی فرانس تشریف لے گئے تھے اور اِس مسئلے پر اُنہوں نے فرانس کے مشہور فلسفی رینان (Renan) سے بحث بھی کی - اُن کے خیال میں اسلام سائنس کے متضاد نہیں - اسلام کے اصولوں کی پابندی کر کے سائنس سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے

ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم سائنس سے ناآشنا ہیں اور سائنس کی تعلیم کے بعد ہمارے نوجوانوں کا دماغ پھر جاتا ہے - حالانکہ یہ کل کی بات ہے کہ یورپ جہالت میں مبتلا تھا اور ہمارے آباء و اجداد بغداد سے لے کر قرطبہ تک سائنس کی تحقیقات کر رہے تھے - آج تک اُن کی تصانیف اور کارنامے ہمارے لیے باعث فخر ہیں[1] -

سائنس صرف سائنس کے لیے

علم کا شوق انسان کے لیے کوئی نئی چیز نہیں- آپ اگر راستے پر اِس طرح کھڑے ہو جائیں کہ معلوم ہو کہ آپ کسی چیز کو دیکھ رہے ہیں' تو آپ کے پاس بہت سے لوگ آ کر جمع ہو جائیں گے اور اِس بات کے جاننے کی کوشش کریں گے کہ آپ کیا دیکھ رہے ہیں - انسان کی فطرت ہے کہ پوشیدہ چیزوں کا پتا چلائے - بہت سے لوگ تحقیقات' صرف علم میں اضافہ کرنے کے خیال سے کرتے ہیں - اُس میں اُن کو کیف ملتا ہے - یہ مسرت' معمولی خوشی سے بالاتر ہے -

سائنس' آج زندگی کے کئی شعبوں میں استعمال کیا جا رہا ہے - اُس سے مختلف مقامات پر مدد حاصل کی جا رہی ہے اور آپ اُس کا اثر حکمت پر دیکھ رہے ہیں - صنعت و حرفت اُس سے بدل رہی ہے - آج آسانی کے ساتھ ایسا ریلڈی کا تیل بننے لگا ہے جو شہد کی طرح میٹھا

1—حال میں میرے شفیق بزرگ جناب نواب بہادریارجنگ صاحب نے میری توجہ تفسیر جواہر کی طرف مبذول کرائی ہے - یہ تفسیر مصر میں متعدد جلدوں میں شائع ہوئی - اِس کی پہلی جلد کا ترجمہ اردو میں ہو گیا ہے - مدراس کے دارالعلوم عربیہ کے عالم پرنسپل نے اُس کا ترجمہ کیا ہے اور دارالمصنفین سے طبع کرائی گئی ہے -

اُس میں مذکور ہے کہ قرآن مجید میں دو سو سے کم آئتیں فقہ کے متعلق نازل ہوئیں - اُس پر اسلامی علوم کے علما نے اِس قدر دماغ سوزی کی مگر ساڑھے سات سو سے اوپر آئتیں ایسی موجود ہیں جن میں خداوند کریم نے غور و خوض کرنے کو فرمایا ہے - یعنی سائنس کی طرف انسان کو رجوع کیا ہے - مگر اپنی بدقسمتی سے ہم قوانین فطرت سے اِس قدر دور ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِس سے ہمیں کوئی تعلق ہی نہیں -

ہوتا ہے ۔ ربڑ معمل میں بنایا جاتا ہے ۔ لاکھوں روپے کا کاروبار اُس پر چل رہا ہے ۔ جہاز بن رہے ہیں ۔ اِن جہازوں کے بنانے میں ارشمیدس کا اصول استعمال کیا جا رہا ہے ۔ اگر یہ اصول معلوم نہ ہوتا تو آج جہاز کیسے بنتے ؟

اگر ہم اُن باتوں کا ذکر کریں جو سائنس کے عملی پہلو سے تعلق رکھتی ہیں، تو اُس کے لیے ایک ضخیم جلد درکار ہے ۔ اِس جگہ ہم اُن مباحث سے پرہیز کرتے ہیں ۔

شروع میں سائنس صرف علم کی خاطر شروع ہوا ، مگر آپ کو معلوم ہوگا کہ آج بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اُس سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں اور جن کی آمدنی کا سائنس پر دارومدار ہے ۔

کہتے ہیں کہ بادشاہ احمس کے زمانے میں (۱۷۰۰ ق م) زمین ناپنے کی ضرورت پڑی جس کی وجہ سے اقلیدس کا علم مصر میں شروع ہوا ۔ انسان کی ضروریات کی وجہ سے بھی اکثر علوم پیدا ہوئے ہیں اور اُن کی نشو و نما ہوئی ہے ۔

سائنس اور پیشہ

اِس سرخی کے تحت میں ہمارے سامنے وہ پیشے آتے ہیں جن سے سائنسداں کا تعلق ہے ۔ مثال کے طور پر طبیعیات کو لیجیے ۔ طبیعیات کا عالم مختلف کام کر سکتا ہے : (۱) تحقیقات (۲) درس و تدریس (۳) علم الجوّ (۴) صنعت و حرفت (۵) انجینرنگ (۶) بجلی کا کام (۷) پانی کا کام (۸) لاسلکی (۹) ریڈیو (۱۰) ٹیلی وزن (Television) وغیرہ میں حصہ لے سکتا ہے ۔

ایسا سائنس‌داں جو حیاتیات سے واقف ہو ، زراعت میں مدد دے سکتا ہے ۔ کیمیا کا عالم زمین کی کیمیاوی ترکیب ، صنعت و حرفت ، اجزا کی ترکیب ، رنگ سازی ، صابون سازی وغیرہ میں ہاتھ بٹا سکتا ہے ۔

انسانی معیار کے خطرات

اگر ہم سائنس کی تحقیقات صرف اس لیے کریں کہ اُس سے فائدہ ہو تو یہ صحیح نہیں ہے - انسان اِس سے تنگ نظر اور خود غرض ہو جاتا ہے - بیکن (Bacon) نے دو طرح کے نتائج کا ' جو سائنس سے اخذ کیے ہیں' ذکر کیا ہے -

(۱) جو صرف علم سے آشنا کرتے ہیں -

(۲) جو کام میں لائے جاتے ہیں -

دونوں کی اہمیت برابر ہے - ایک کے بغیر دوسرا ایک قدم نہیں چل سکتا - جو علم ہمیں نظریے کی تعمیر میں مدد کرتا ہے اُس سے دماغ کی پرورش ہوتی ہے- اُس کے بعد کہیں انسان اُس نظریے کو یا اُس نظریے کے استعمال تک پہنچتا ہے -

سائنس کا فلسفہ

سائنس کا فلسفہ کیا ہے ؟ سائنس دنیا پر اِس قدر کیوں حاوی ہے ؟ کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے سائنس ہم میں اور ہمارے ارد گرد انقلاب عظیم پیدا کرنے میں کامیاب ہوا ؟ یہ ہیں وہ بنیادی سوالات جو اُس کے ہر ایک طالب علم کے دماغ میں آتے ہیں -

سائنس کا فلسفہ قبولیت (acceptance) کا ہے - سائنس‌داں' کائنات اور اپنے درمیان جو تعلق ہے' اُس کو سمجھنا چاہتا ہے - وہ اُس سے پریشان نہیں ہوتا - واقعات کو تسلیم کرتا ہے - نئے واقعات کے اکتشاف میں کوشاں رہتا ہے - کائنات کے تناسب اور حسن سے لطف اندوز ہوتا ہے - کائنات کے مطالعے سے اُسے ایک سکون حاصل ہوتا ہے - سائنس "آخری مقاصد" اور "مدعا" سے بحث نہیں کرتا -

مستقبل پر ایک نظر

عمل کی دنیا میں شاعری خطرناک ہے- سائنس کا انجام کیا ہوگا؟ سائنس کا حشر کیا ہے؟ اِس قسم کے

سوالات کی اِس مضمون میں گنجائش نہیں -

سائنس کا رجحان دیکھ کر یہ البتہ کہا جا سکتا ہے کہ آئندہ چل کر کس قسم کی شکل پیدا ہو جائے گی - مثلاً طبیعیات کو لے لیجیے- اگر کوئی ایسا زمانہ آ جائے جب طبیعیات کے متعلق ہمارا علم مکمل ہو اور معمل میں تجربوں کی ضرورت نہ رہے تو اُس وقت اِس طرح کی کتابیں طبیعیات پر لکھی جائیں گی- ایک تاریخی نقطۂ نظر پیش کرنا پڑے گا کہ کس طرح انسان انکشاف تک پہنچا - کس طرح ایک خیال نے دوسرے خیال کی جگہ لی یا دوسرے تخیل کو جگہ دی - اِس کتاب میں اُن آلام و مصائب کا ذکر کرنا پڑے گا جن سے علما کو دو چار ہونا پڑا -

دوسرے' کتاب میں استدلال استخراجی ہوگا - اُس میں مادے اور توانائی کے تعلق کا ذکر ہوگا اور اُس کو ایک ضابطے (equation) کی صورت میں پیش کیا جائے گا - اُس سے قوانین اخذ کیے جائیں گے - کائنات کی ہر شے کو اُن قوانین کے تحت میں آنا ہوگا - ستاروں کی چمک' تاریکی کا وجود' آگ کی گرمی' برف کی سردی' دھویں کا پیدا ہونا' لطیف مادے کے خواص' سب کے سب ایک ہی کڑی میں منسلک ہوں گے -

افسوس ہے کہ جہاں ہزاروں انسان نئے خیالات کو پیدا کرنے میں لگے ہوئے ہیں' کروروں انسان ایسے ہیں جن کے لیے حقیقت کی ایک جھلک زہر ہے؛ اور جن کے لیے واقعات کا اظہار مصیبت - وہ کوشش کرتے ہیں کہ انسان واقعات سے دوچار نہ ہو - وہ اِس دھن میں ہیں کہ عالم کو جہالت کی تاریکی میں رکھا جائے- اس لیے نہیں کہ اُن کو انسان سے کد ہے- وہ (خود سڑے ہوئے جانور سے بدتر' حیوان اور دوسروں سے ذلیل) اُن حقائق کے ظاہر ہونے کا انجام یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی روٹی پر اثر پڑے گا - اُن کے پڑے رہنے میں فرق آئے گا - اُن کی حکومت' دبدبہ' وقار

اُن حقائق کی وجہ سے گر کر زمین پر آ رہے گا - تف ہے اِس بدبخت گروہ پر جو آج بھی ہمارے چاروں طرف اِسی کوشش میں سرگرداں ہے کہ جہاں تک ممکن ہو' خیالات کی مخالفت کرے - اُن کے دماغ واقعات کے جاننے سے قاصر ہیں- اُن کی روحیں مردہ ' آنکھیں اندھی' کان بہرے' قوت لامسہ معطل ہو چکی ہے- وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ چند دیوانوں کی بڑ ہے - چند پاگلوں اور مجذوبوں کی بکواس ہے - اور ایک دن دنیا پر پھر جہل کی حکومت ہوگی -

قبل اِس کے کہ میں اِس مضمون کو ختم کروں میرا فرض ہے کہ اُس گروہ کو مبارکباد دوں اور آفرین کہوں جس کی ہمت مردانہ سے آج فضاے بسیط میں طیارے اُڑتے نظر آتے ہیں - جو سمندروں کی تہ میں' پہاڑ کی چوٹیوں پر' معمل کے اندر' افریقہ کے تپتے ہوئے صحرا اور بحر زخار میں علم کی تلاش میں سرگرداں ہیں - جن کو نہ بھوک کی فکر ہوتی ہے اور نہ پیاس کی- نہ اُن کو اِس پریشانی کا کوئی فائدہ ہی پہنچتا ہے - وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ خدا کی بنائی ہوئی دنیا کا علم بنی نوع انسان پر ظاہر ہو جائے - یہی ہیں وہ لوگ جن کے لیے سلامتی ہے اور جن کے وجود سے انسان' انسان کہلانے کے مستحق ہیں -

———

نوٹ :—اِس مضمون کے تالیف کرنے میں میں نے پروفیسر تامسن کی کتابوں سے مدد لی ہے - بہت سے مقامات پر تامسن کی پہلی کتاب کا آزاد ترجمہ شامل ہے - یہاں کوشش کی گئی ہے کہ ایک عام فہم مضمون تالیف کیا جائے -

Bibliography:—

1. Introduction to Science, J. A. Thomson.
2. Outline of Science, J. A. Thomson, 2 volumes.
3. Novum Organum, F. Bacon, 1620.
4. Principles of Science, W. S. Jevons, 1879.
5. Grammar of Science, Karl Pearson, 1892 and 1937 Edition.
6. Research, H. Boyd, 1936.
7. Social Functions of Science, Bernal, 1938.

ماہ نو

(مصنفۂ شاعر اعظم ڈاکٹر رابندرا ناتھ ٹیگور -
مترجمۂ سید اصغر علی، سکندرآباد ضلع بلند شہر)

کب اور کیوں

جب میں تمہارے لیے رنگین کھلونے لاتا ہوں - میرے بچے - تو میں سمجھتا ہوں کہ بادلوں اور پانی پر رنگوں کا ایسا مظاہرہ کیوں ہوتا ہے اور پھول ہلکے رنگوں میں کیوں رنگے ہوتے ہیں —— جب میں تمہیں رنگین کھلونے دیتا ہوں - میرے بچے -

جب میں تمہیں نچانے کے لیے گاتا ہوں تو میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ پتوں میں راگ کیوں ہوتا ہے اور لہریں غور سے سننے والی زمین کے دل کو ہم‌آہنگ آوازیں کیوں سناتی ہیں —— جب میں تمہیں نچانے کے لیے گاتا ہوں -

جب میں تمہارے لالچی ہاتھوں میں میٹھی چیزیں لا کر دیتا ہوں تو میں جانتا ہوں کہ پھول کے پیالے میں شہد کیوں ہوتا ہے اور پھل پوشیدہ طریقے سے کیوں میٹھے رس سے بھرے ہوئے ہیں —— جب میں تمہارے لالچی ہاتھوں میں میٹھی چیزیں لا کر دیتا ہوں -

میرے پیارے - جب میں تمہیں ہنسانے کے لیے تمہاری پیشانی کو چومتا ہوں، میں یقینی طور سے جانتا ہوں کہ آسمان سے صبح کی روشنی میں کیسی خوشبو آتی ہے اور میرے جسم کے لیے موسم گرما کی ٹھنڈی ہوا کیسی مسرت لاتی ہے —— جب میں تمہیں ہنسانے کے لیے تمہاری پیشانی کو چومتا ہوں -

تہمت

تیری آنکھوں میں یہ آنسو کیوں ہیں - میرے بچے ؟

تمہیں بغیر کسی بات کے ہمیشہ برا بھلا کہنے کی لوگوں کی حرکت کیسی نامعقول ہے -

تم نے لکھتے وقت اپنی انگلیوں اور چہرے پر سیاہی سے دھبے لگا لیے ہیں —— کیا یہی وجہ ہے کہ وہ تمہیں گندہ کہتے ہیں ؟

افسوس! کیا وہ ماہ کامل کو گندہ کہنے کی جرأت کریں گے کیوں کہ اُس نے اپنے چہرے پر سیاہی سے دھبے لگا لیے ہیں ؟

ہر معمولی بات پر وہ تمہیں الزام دیتے ہیں - میرے بچے - وہ بلا کسی وجہ کے قصوروار ٹھہرانے پر آمادہ رہتے ہیں -

جب تم کھیل رہے تھے تو تم نے اپنے کپڑے پھاڑ لیے —— کیا یہی وجہ ہے کہ وہ تمہیں بدسلیقہ کہتے ہیں ؟

افسوس ! وہ موسم خزاں کی اُس صبح کو کیا کہیں گے جو اپنے پھٹتے ہوئے بادلوں پر مسکراتی ہے ؟

جو کچھ وہ تم سے کہتے ہیں اُس پر دھیان نہ دو - میرے بچے -

وہ تمہاری برائیوں کی ایک لمبی چوڑی فہرست بناتے ہیں -

ہر شخص جانتا ہے کہ تم اچھی چیزوں سے کس قدر رغبت رکھتے ہو —— کیا یہی وجہ ہے کہ وہ تمہیں لالچی کہتے ہیں ؟

افسوس ! تب وہ ہمیں کیا کہیں گے جو تم سے رغبت رکھتے ہیں ؟

منصف

اُس کے متعلق تم جو چاہو کہو لیکن میں اپنے بچے کی کمزوریاں جانتی ہوں -

میں اُس سے اس لیے محبت نہیں کرتی کہ وہ اچھا ہے بلکہ اس لیے کہ وہ میرا چھوٹا بچہ ہے -

تمھیں کیسے معلوم ہو کہ وہ اُس وقت کتنا پیارا ہوسکتا ہے جب کہ تم اُس کی اچھائیوں کو اُس کی برائیوں کے مقابلے میں تول لو ؟

جب مجھے اُس کو پیٹنا چاہیے تو وہ اور بھی زیادہ میری ہستی کا ایک جزو بن جاتا ہے -

جب میری وجہ سے اُس کے آنسو آتے ہیں تو میرا دل اُس کے ساتھ روتا ہے -

صرف مجھ اکیلی کو اُسے الزام دینے اور پیٹنے کا اختیار ہے کیوں کہ صرف وہی سرزنش کرسکتا ہے جو محبت کرتا ہے -

کھلونے

بچے تم ریت میں بیٹھے ہوئے تمام صبح ٹوٹی ہوئی ٹہنی سے کھیل کر کتنے خوش ہو !

میں تمھارے ٹوٹی ہوئی ٹہنی کے چھوٹے سے ٹکڑے سے کھیل کر مسکراتی ہوں -

میں اپنے حساب میں مشغول ہوں اور گھنٹے بھر سے اعداد جوڑ رہی ہوں -

شاید تم میری طرف نظر ڈالو اور سوچو ''اپنی صبح برباد کرنے کے لیے کیسا بھدا کھیل ہے'' -

بچے میں لکڑیوں اور مٹی کے سموسوں کے فن میں مشغول ہونا بھول گئی ہوں -

میں قیمتی کھلونے ڈھونڈتی ہوں اور سونے چاندی کے ڈھیر جمع کرتی ہوں -

تم جو چیز پاتے ہو اُس سے اپنے خوش‌کن کھیل پیدا کر لیتے ہو - میں اُن چیزوں پر جنھیں میں کبھی حاصل نہیں کرسکتی اپنا وقت اور اپنی طاقت دونوں صرف کرتی ہوں -

میں اپنی کمزور کشتی سے خواہش کے سمندر کو عبور کرنے کی

جد و جہد کرتی ہوں اور بھول جاتی ہوں کہ میں بھی ایک کھیل کھیل رہی ہوں -

ہئیت داں

میں نے صرف یہ کہا "جب شام کو اُس کادم کے درخت کی ڈالیوں میں ماہ کامل الجھ جاتا ہے تو کیا کوئی شخص اُسے پکڑ نہیں سکتا ؟

لیکن بڑے بھائی نے میرا مذاق اُڑایا اور کہا "بچے - میں نے اب تک جتنے بچے دیکھے ہیں تم اُن میں سب سے زیادہ بیوقوف ہو - چاند ہم سے اِتنے زیادہ فاصلہ پر ہے - کوئی کس طرح اُسے پکڑ سکتا ہے ؟"

میں نے کہا "بڑے بھائی تم کتنے بیوقوف ہو! جب امّاں اپنی کھڑکی میں سے جھانکتی ہیں اور ہمیں کھیلتا دیکھ کر مسکراتی ہیں تو کیا تم اُنھیں دور کہو گے ؟"

بڑے بھائی نے پھر بھی کہا "تم ایک احمق بچے ہو! لیکن بچے تمھیں چاند کے پکڑنے کے لیے کافی بڑا جال کہاں سے مل سکتا ہے ؟"

میں نے کہا "یقیناً تم اُسے اپنے ہاتھوں سے پکڑ سکتے ہو"-

لیکن بڑے بھائی نے قہقہہ لگایا اور کہا "میں نے جتنے بچے دیکھے ہیں تم اُن میں سب سے زیادہ بیوقوف ہو - اگر چاند زیادہ قریب آ جائے تو تم دیکھو گے کہ وہ کتنا بڑا ہے"-

میں نے کہا "بڑے بھائی - وہ تمھیں اسکول میں کیسی بیہودہ باتیں پڑھاتے ہیں! جب امّاں ہمارا منہ چومنے کے لیے اپنا چہرہ جھکاتی ہیں تو کیا اُن کا چہرا بہت بڑا معلوم ہوتا ہے ؟"

لیکن اب بھی بڑے بھائی کہتے ہیں "تم ایک احمق بچے ہو"-

بادل اور لہریں

امّاں - اُن لوگوں نے جو اوپر بادلوں میں رہتے ہیں مجھ سے کہا :-

''ہم اُس وقت سے جب کہ ہم جاگتے ہیں دن کے ختم ہونے تک کھیلتے ہیں - ہم سنہری شفق سے کھیلتے ہیں- ہم روپہلے چاند سے کھیلتے ہیں''-

میں نے پوچھا ''لیکن میں تمہارے پاس اوپر کس طرح سے آسکتا ہوں؟''

اُنھوں نے جواب دیا ''زمین کے کنارے پر آو - اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اوپر اُٹھاؤ اور تم بادلوں میں اوپر اُٹھا لیے جاؤ گے''-

''میری ماں گھر پر میرا انتظار کر رہی ہے'' میں نے کہا ''میں اُسے چھوڑ کر کیسے آ سکتا ہوں ؟''

تب وہ مسکرائے اور اُڑتے ہوئے چلے گئے -

لیکن امّاں میں اِس سے بھی عمدہ کھیل جانتا ہوں -

میں بادل بنوں گا اور تم چاند -

میں تمھیں اپنے دونوں ہاتھوں سے ڈھانک دوں گا اور ہمارے مکان کی چھت نیلا آسمان ہوگی -

اُن لوگوں نے جو لہروں میں رہتے ہیں مجھ سے کہا ——

''ہم صبح سے شام تک گاتے ہیں - ہم آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ کہاں سے گزرتے ہیں''-

میں نے پوچھا ''لیکن میں تم میں کس طرح شامل ہوسکتا ہوں؟''

اُنھوں نے مجھ سے کہا ''سمندر کے کنارے پر آؤ اور اپنی آنکھیں زور سے بند کرکے کھڑے ہو جاؤ اور تم لہروں کے اوپر لے لیے جاؤ گے''-

میں نے کہا ''میری ماں شام کو ہمیشہ مجھ سے گھر پر رہنے کو کہتی ہے —— میں اُسے چھوڑ کر کیوں کر جا سکتا ہوں؟''

تب وہ مسکرائے ' ناچے اور چلے گئے -

لیکن میں اِس سے اچھا کھیل جانتا ہوں -

میں لہریں بنوں گا اور تم عجیب کنارا -

میں ٹکراؤں گا ، ٹکراؤں گا ، ٹکراؤں گا اور قہقہہ مار کر تمہاری گود میں آ جاؤں گا - اور دنیا میں کوئی نہیں جانے گا کہ ہم دونوں کہاں ہیں -

چمپا کا پھول

صرف تفریح کے لیے یہ فرض کرلو کہ میں چمپا کا پھول بن گیا اور اِس درخت کی ایک اونچی ٹہنی پر لگا اور ہوا میں زور زور سے ہلا اور کونپلوں کے اوپر لہرایا - تو کیا امّاں تم مجھے پہچان جاؤ گی ؟

تم آواز دوگی "بچے- تم کہاں ہو ؟" اور میں اپنے دل میں ہنسوں گا اور بالکل خاموش رہوں گا -

میں رفتہ رفتہ اپنی پنکھڑیاں کھولوں گا اور تمہیں اپنے کام میں مشغول دیکھوں گا -

جب تم اپنے غسل سے فارغ ہو کر اپنے بھیگے ہوئے بال کندھوں پر ڈالے چمپا کے پیڑ کے سایے کے نیچے اُس چھوٹے صحن میں جاؤگی جہاں تم پوجا کرتی ہو تو تم پھول کی خوشبو محسوس کروگی لیکن یہ نہ جانوگی کہ یہ مجھ میں سے آ رہی ہے -

جب دو پہر کے کھانے کے بعد تم کھڑکی میں بیٹھ کر رامائن پڑھو گی اور درختوں کے سایے تمہارے بالوں اور تمہاری گود میں پڑیں گے تو میں تمہاری کتاب کے صفحے پر اپنا ننّھا منّا سایہ ڈالوں گا - بالکل اُس جگہ جہاں تم پڑھ رہی ہوگی -

لیکن کیا تم خیال کروگی کہ یہ زرا سا سایہ تمہارے چھوٹے بچے کا تھا؟

جب شام کو تم اپنے ہاتھ میں جلا ہوا چراغ لے کر گاے والے احاطے میں جاؤگی تو میں پھر یکایک زمین پر گرپڑوں گا اور ایک مرتبہ پھر تمہارا بچہ بن جاؤں گا اور تم سے ایک کہانی سنانے کو کہوں گا -

"تم کہاں تھے - اے شریر لڑکے ؟"

"میں تمھیں نہیں بتاؤں گا - اماں" یہ ہوگا جو میں اور تم اُس وقت کہیں گے -

پرستان

اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میرے بادشاہ کا محل کہاں ہے تو وہ ہَوا میں غائب ہو جائے گا -

دیواریں سفید چاندی کی ہیں اور چھت چمکدار سونے کی -

ملکہ اُس محل میں رہتی ہے جس میں سات صحن ہیں اور وہ ایک ہیرا پہنے ہوئے ہے جس کی قیمت' ہفت اقلیم کی دولت کے برابر ہے-

لیکن اماں میں کان میں کہدوں کہ ہمارے بادشاہ کا محل کہاں ہے-

وہ ہمارے چبوترے کے اُس کونے پر ہے جہاں تلسی کے پودے کا گملا رکھا ہوا ہے -

شہزادی سات ناقابل عبور سمندروں کے دور دراز کنارے پر پڑی سو رہی ہے-

دنیا میں سوائے میرے کوئی نہیں جو اُسے ڈھونڈھ سکے -

اُس کے ہاتھوں میں کنگن ہیں اور کانوں میں موتیوں کے بُندے - اُس کے بال فرش پر گھسٹتے ہیں -

وہ اُس وقت جاگے گی جب میں اُسے اپنے جادو کے ڈنڈے سے چھوؤں گا اور جب وہ مسکراتی ہے تو اُس کے ہونٹوں سے موتی جھڑتے ہیں -

لیکن اماں میں کان میں کہدوں کہ وہ ہمارے چبوترے کے اُس کونے میں ہے جہاں تلسی کے پودے کا گملا رکھا ہوا ہے -

جب غسل کے واسطے دریا پر جانے کے لیے تمھارا وقت ہو تو اِس چبوترے پر قدم رکھنا -

میں اُس کونے میں بیٹھتا ہوں جہاں دونوں دیواروں کے سایے آپس میں ملتے ہیں -

صرف بلّی کو میرے ساتھ آنے کی اجازت ہے، کیوں کہ وہ جانتی ہے کہ کہانی والا نائی کہاں رہتا ہے -

لیکن امّاں میں کان میں بتادوں کہ کہانی والا نائی کہاں رہتا ہے - وہ ہمارے چھوترے کے اُس کونے میں رہتا ہے جہاں تلسی کے پودے کا گملا رکھا ہوا ہے -

جلا وطن کا ملک

امّاں - آسمان میں روشنی دھندلی پڑگئی ہے - مجھے معلوم نہیں کہ وقت کیا ہے -

میرے کھیل میں کوئی دلچسپی نہیں ہے - لہذا میں تمہارے پاس آیا ہوں - آج سنیچر ہے - ہماری چھٹی کا دن -

امّاں - اپنا کام چھوڑ دو - یہاں جنگلے کے قریب بیٹھو اور مجھے بتاؤ کہ پریوں کی کہانی والا تیپانتار کا ریگستان کہاں ہے -

بارش کے آثار نے دن کو بالکل ڈھک لیا ہے -

تند و تیز بجلی اپنے ناخنوں سے آسمان کو کھرونچ رہی ہے -

جب بادل گرجتے ہیں اور بجلی کڑکتی ہے تو میں اپنے دل میں خوفزدہ ہونا اور تم سے چمٹنا پسند کرتا ہوں -

جب زور کا مینھ بانس کی پتوں پر گھنٹوں تپ تپ کرتا ہے اور ہَوا کے جھونکوں سے ہماری کھڑکیاں ہلتی ہیں اور آواز کرتی ہیں تو امّاں میں کمرے میں تمہارے ساتھ تنہا بیٹھنا پسند کرتا ہوں اور تم سے پریوں کی کہانی والے تیپانتار کے ریگستان کا ذکر سننا چاہتا ہوں -

امّاں - وہ کہاں ہے - کس سمندر کے کنارے - کون سی پہاڑی کے دامن میں اور کس بادشاہ کی سلطنت میں -

وہاں کھیتوں کی پہچان کرنے کے لیے باڑیں نہیں ہیں - شام کے

وقت دیہاتیوں کے گھر پہنچنے یا عورتوں کے لیے جو جنگل میں خشک لکڑیاں اکٹھا کرتی ہیں اپنا بوجھ بازار میں لانے کے لیے پگڈنڈیاں نہیں ہیں - تیپانتار کا ریگستان اُس جگہ واقع ہے جہاں ریت میں زرد گھاس کے قطعے ہیں اور صرف ایک درخت ہے جہاں پرانے عقلمند پرندوں کا گھونسلا ہے -

میں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ آج جیسے ابر آلودہ دن میں، بادشاہ کا نوجوان لڑکا، ریگستان میں، اکیلا، بھورے گھوڑے پر سوار، کس طرح شہزادی کی تلاش میں، جو نامعلوم سمندر کے پار دیو کے محل میں قید پڑی ہے، بھٹکتا پھر رہا ہے -

جب بارش کا دھندلکا آسمان سے نیچے اُتر آتا ہے اور بجلی یکا یک اُٹھ آنے والے درد کی طرح چمکتی ہے تو کیا وہ اپنی غمگین ماں کو بھی یاد کرتا ہے جسے بادشاہ نے چھوڑ دیا ہے اور جو گائے کے احاطے کو صاف کر رہی ہے اور اپنی آنکھوں کو پونچھ رہی ہے، جب کہ وہ پریوں کی کہانی والے تیپانتار کے ریگستان میں سے گزر رہا ہے ؟

امّاں دیکھو - دن ختم ہونے سے پہلے ہی تقریباً اندھیرا ہوگیا ہے اور سامنے گانو کی سڑک پر کوئی مسافر نہیں ہے -

گڈریے کا لڑکا چراگاہ سے جلد ہی گھر چلا گیا ہے اور لوگ کھیتوں کو چھوڑ کر، اپنی جھونپڑیوں کے چھجّے کے نیچے، چٹائی پر، غضب ناک بادلوں کو دیکھنے کے لیے آ گئے ہیں -

امّاں - میں نے اپنی تمام کتابیں الماری پر چھوڑ دی ہیں ——— مجھ سے اِس وقت سبق یاد کرنے کو مت کہو -

جب میں بڑا ہو جاؤں گا اور ابّا کے برابر ہو جاؤں گا تو میں وہ سب یاد کر لوں گا جو یاد کرنا چاہیے -

لیکن امّاں - آج تو یہ بتا دو کہ پریوں کی کہانی والا تیپانتار کا ریگستان کہاں ہے -

برسات کا دن

جنگل کے تیرہ و تار کنارے پر کالے کالے بادل تیزی سے اکٹھے ہو رہے ہیں -

اے بچے - باہر مت جاؤ !

جھیل کے کنارے، ایک قطار میں، کھجور کے درخت، اپنے سر، تاریک آسمان پر مار رہے ہیں - بھیگے ہوے پروں والے کوّے املی کی شاخوں پر خاموش بیٹھے ہیں اور دریا کے مشرقی کنارے پر بہت زیادہ تاریکی ہے -

ہماری گاے، احاطے میں بندھی ہوئی زور زور سے ڈکرا[1] رہی ہے -

او بچے - جب تک میں اُسے سائبان میں لاؤں تم یہاں رہو -

آدمی مچھلیاں پکڑنے کے لیے پانی بھرے ہوئے کھیتوں میں جمع ہو گئے ہیں کیونکہ وہ لبالب بھرے ہوئے تالابوں میں سے بچ کر نکل آئی ہیں - مینھ کا پانی تنگ گلیوں میں سے گزر کر نالوں میں اُس ہنستے ہوئے بچے کی طرح بہ رہا ہے جو اپنی ماں کو چِڑھانے کے لیے اُس کے پاس سے بھاگ آیا ہو -

سنو - گھاٹ پر کوئی ملاح کو پکار رہا ہے -

اے بچے - دن کی روشنی مدھم ہے اور کشتی سے پار اُترنا بند ہوگیا ہے -

آسمان زور سے برستے ہوئے مینھ پر سختی سے مسلط معلوم ہوتا ہے - دریا میں پانی پر شور اور بےتاب ہے - عورتیں سویرے ہی گنگا سے اپنے گھڑے بھر کر جلدی سے اپنے گھر آگئی ہیں -

شام کے چراغ اب روشن کر لینا چاہئیں -

اے بچے - باہر مت جاؤ !

1— چِلّانا - (مدیر)

بازار کو جانے والی سڑک سنسان ہے اور دریا کو جانے والی پگڈنڈی پھسلواں - ہوا بانسوں کی ٹہنیوں میں اُس جنگلی درندے کی طرح دھاڑ رہی ہے ' اور نکلنے کی کوشش کر رہی ہے ' جو جال میں پھنس گیا ہو -

کاغذ کی کشتیاں

میں روزانہ بہتے ہوئے چشمے میں اپنی کاغذ کی کشتیاں بہایا کرتا ہوں -

بڑے بڑے کالے حروف میں اُن پر اپنا اور اُس گانو کا نام جہاں مَیں رہتا ہوں لکھ دیتا ہوں -

میں امید کرتا ہوں کہ کوئی اُنھیں کسی عجیب سرزمین میں پائے گا اور جان جائےگا کہ میں کون ہوں -

میں اپنے باغ کے شیولی کے پھول اپنی چھوٹی کشتی پر لاد دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ یہ دن کے پھول احتیاط سے رات میں زمین پر پہنچ جائیں گے -

میں اپنی کاغذ کی کشتیاں تیراتا ہوں اور اوپر آسمان کی طرف دیکھتا ہوں اور چھوٹے بادلوں کو ' اپنے ہَوا بھرے ہوئے بانوں کو پھیلاتے ہوئے دیکھتا ہوں -

میں نہیں جانتا کہ آسمان پر میرا کون سا دوست میری کشتیوں کا دوڑ میں مقابلہ کرنے کے لیے اُنھیں آسمان سے نیچے بھیجتا ہے !

جب رات ہوتی ہے تو میں اپنا منہ اپنی بانہوں میں چھپا لیتا ہوں اور خواب دیکھتا ہوں کہ میری کاغذ کی کشتیاں آدھی رات کے تاروں کے نیچے' آگے تیرتی چلی جاتی ہیں -

نیند کی پریاں اُن میں تیر رہی ہیں اور اسباب اُن کی نیند سے بھری ہوئی ڈلیاں ہیں -

ملاح

مادھو ملاح کی کشتی راج گنج کے گھاٹ پر بندھی ہوئی ہے -

یہ سَن سے فضول لدی ہوئی ہے اور وھاں اِتنے دن سے بیکار کھڑی ہوئی ہے -

اگر وہ مجھے اپنی کشتی عاریتاً دے دے تو میں اُس پر ایک سو ملاح ملازم رکھوں اور پانچ چھ یا سات بادبان لہراؤں -

میں اُسے بھدے بازاروں میں کبھی نہ لے جاؤں -

میں پرستان کے سات سمندروں اور تیرہ دریاؤں کا سفر کروں گا -

لیکن امّاں - تم میرے لیے ایک کونے میں بیٹھ کر مت رونا -

میں رامچندر جی کی طرح، جنگل میں، صرف چودہ سال بعد واپس آجانے کے لیے نہیں جا رہا ہوں -

میں کہانی کا شہزادہ بنوں گا اور اپنی کشتی کو جس چیز سے، چاہوں گا بھروں گا -

میں اپنے دوست اشو کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا - ہم خوشی خوشی پرستان کے سات سمندر اور تیرہ دریاؤں کو عبور کریں گے -

ہم صبح صادق کی روشنی میں سفر پر روانہ ہوںگے -

جب دوپہر کو تم تالاب میں نہا رہی ہوگی تو ہم ایک عجیب بادشاہ کی زمین میں ہوں گے -

ہم ترپورنی کے گھاٹ کو عبور کریں گے اور تیپانتار کے ریگستان کو اپنے پیچھے چھوڑ آئیں گے -

جب ہم واپس آئیں گے تو اُس وقت اندھیرا ہوتا جا رہا ہوگا اور میں تمھیں وہ تمام باتیں بتاؤں گا جو ہم نے دیکھی ہوں گی -

میں پرستان کے سات سمندر اور تیرہ دریاؤں کو عبور کروں گا -

تذکرۂ کتب

گذشتہ سہ‌ماہی (اپریل—جون سنہ ۱۹۴۰ع) میں

پنجاب سے قانون پر کوئی کتاب نہیں شائع ہوئی - بقیہ علوم میں سے زبان، تاریخ و جغرافیہ ، ریاضیات ، مذہب ، متفرقات اور افسانے پر زیادہ کتابیں چھپیں -

اِن کتابوں کی تعداد (۳۳۶) ہے - حسب تفصیل ذیل :—

آرٹ	۲	فلسفہ	۳
سوانح	۱۰	شاعری	۶
ڈراما	۱	سیاست	۵
افسانہ	۲۴	مذہب	۵۱
تاریخ و جغرافیہ	۶۰	ریاضیات	۵۴
زبان	۸۳	طبیعیات وغیرہ	۲
طب	۵	سفر نامہ	۱
متفرقات	۲۹		

ہندی مطبوعات کی تعداد (۶۹) ہے - اُن میں افسانہ ، فلسفہ ، سیاست ، طبیعیات وغیرہ اور سفرنامے پر کوئی کتاب نہیں ہے -

یو ، پی میں آرٹ ، فلسفہ ، اور سفرنامے پر کوئی کتاب نہیں نکلی - باقی عنوانات میں شاعری پر سب سے زیادہ ، پھر زبان ، مذہب اور تاریخ و جغرافیہ ، اور اُن کے بعد اور علوم کی کتابیں چھپیں -

اِن کتابوں کی تعداد (۶۱) ہے - اور فن‌وار تفصیل یہ ہے :

سوانح	۲	متفرقات	۳
ڈراما	۱	شاعری	۱۹
افسانہ	۱	سیاست	۳
تاریخ و جغرافیہ	۵	مذہب	۷
زبان	۱۱	ریاضیات	۲
قانون	۳	طبیعیات وغیرہ	۱
طب	۳		

ہندی مطبوعات کی تعداد (۳۸۴) ہے - وہ سفر نامے کے علاوہ تمام عنوانات پر ہیں -

دونوں صوبوں کی اہم اردو مطبوعات یہ ہیں :—

''آرٹ''

۱—اونی دستکاری—از مس امۃ اللّٰہ - صفحات ۸۸ - مسلم پرنٹنگ پریس، لاہور -

۲—موسیقی حصۂ اول—از پنڈت چرنجی لال - صفحات ۷۲ - پرنٹرس لمیٹیڈ، امبالا چھاونی -

''سوانح''

۳—مجدد اعظم حصۂ اول—از ڈاکٹر بشارت احمد - سوانح مرزا غلام احمد قادیانی - صفحات ۷۳۶ - تعلیمی پرنٹنگ پریس، لاہور -

۴—رضا شاہ پہلوی—از کے . اے . حامد - صفحات ۲۳۰ - برانچ کواپریٹیو کیپیٹل پرنٹنگ پریس، لاہور -

۵—اقبال نامہ—از چراغ حسن حسرت- صفحات ۱۵۱- دین‌محمدی الکٹرک پریس، لاہور -

۶ — مسولینی کی آپ بیتی — از شیخ اکرام قمر - سائنور مسولینی کی ''خودنوشت سوانح'' کا ترجمہ - صفحات ۳۲۸ - برانچ کواپریٹیو کیپٹیل پرنٹنگ پریس' لاهور -

۷ — نپولین بونا پارٹ — از سبط عباس عباسی' ایم اے - ال ال بی- صفحات ۴۰۲' ۲ - عثمانی پریس' بدایوں -

''افسانہ''

۸ — گل نو — از ایم ۰ اسلم - مختصر افسانوں کا ایک مجموعہ - صفحات ۳۵۲ - دین محمدی الکٹرک پریس' لاهور -

۹ — جلا وطن — از محمد اشرف خاں ' عطا - ترکوں کے کارناموں پر ایک تاریخی ناول - صفحات ۲۵۶ - آر' حجازی پریس' لاهور -

۱۰ — تحفے اور دوسرے شگفتہ افسانے - از حجاب امتیاز علی - مختصر افسانوں کا مجموعہ - صفحات ۲۹۶ - امرت الکٹرک پریس' لاهور -

۱۱ — فیروزہ نگار — از خان احمد حسین خاں بی اے - مختصر افسانے - صفحات ۱۹۵ - علمی پرنٹنگ پریس' لاهور -

''تاریخ و جغرافیہ''

۱۲ — اسلام زندہ باد — از عبدالمجید قرشی - صفحات ۲۰۸ - تعلیمی پرنٹنگ پریس' لاهور -

۱۳ — امیرالعروض — از بزمی انصاری' بی اے - صفحات ۲۰۷ - محمد پریس' لاهور -

۱۴ — حقیقت رامپور — از محمد اکرام عالم - ریاست رامپور کی مفصل تاریخ - صفحات ۱۱' ۳' ۱۹۸' ۳۵' ۸' ۳ - نظامی پریس' بدایوں-

۱۵ — حیات القلوب جلد ۱ ' حصہ ۱ - مترجمہ و مرتبہ ایس ' بشارت حسین - صفحات ۵۴۹ - نظامی پریس' لکھنٔو -

"زبان"

۱۶—ادب اور زندگی—از احمد صدیق مجنوں - صفحات ا، ا، ۲، ۱۳۶ - آسی پریس، گورکھپور -

۱۷—آدم خور—از عظیم‌بیگ چغتائی - آسٹریلیا اور دنیا کے بہت سے غیر دریافت شدہ حصوں کے آدم خوروں کا تذکرہ - صفحات ا، ۱۳۶ - نظامی پریس، بدایوں -

۱۸—ہندو ادیب—از ناظر کاکوروی - اردو کے ہندو ادبا اور شعرا - صفحات، ا، ۷، ا، ۲، ۱۴، ۲، ۱۴، ۲۳۸ - یونائیٹڈ انڈیا پریس، لکھنؤ -

۱۹—انتخابات شبلی—از (مولانا) سید سلیمان ندوی - صفحات ۲، ۲، ۲۲۰ - معارف پریس، اعظم‌گڈھ -

"قانون"

۲۰—جدید مسودہ جات یعنی آئین کارروائی عدالت—از کرشنا چندر نیلم—جدید یو پی قانون اراضی سنہ ۱۹۳۹ع و قانون مالگذاری نمبر ۳، سنہ ۱۹۰۱ع، و قانون رجسٹری و سول لا کی کتاب - صفحات ۱۳، ۱۴۷ - بھاسکر پریس، میرٹھ -

۲۱—قانون قبضۂ اراضی صوبجات متحدہ—از بلودے بہاری لال بی اے، ال ال بی - صفحات ا، ۲، ۱۵۶ - آگرہ اخبار پریس، آگرہ -

"طب"

۲۲—مخزن المفردات، ہومیوپیتھی، حصۂ دوم—از کانشی رام ہومیوپیتھ - صفحات ۱۰، ۱۰۲۹، ۳ - طبع دوم - نامی پریس، لکھنؤ -

۲۳—مخزن المفردات، حصۂ سوم - صفحات ۱۲، ۱۲۸۵ - طبع دوم - نامی پریس، لکھنؤ -

"متفرقات"

۲۴—دیہاتی سقراط—F. L. Brayne کی کتاب "Socrates in an Indian Village" کا ترجمہ - صفحات ۱۹۵ - طبع سوم - امرت الکٹرک پریس' لاهور -

۲۵—چار فن—از علم‌الدین احمد - صفحات ۱۰۴ - دین محمدی پریس' لاهور -

۲۶—مہاتما گاندھی کا پیغام طالبعلموں کے نام—ترجمۂ اُردو ' از پریتم سنگھ ایم - اے - صفحات ۲۶۴ - امرت الکٹرک پریس' لاهور -

۲۷—کامل جدید ریڈیو گائیڈ—از محمد لطیف - صفحات ۶۴۰ - حجازی پریس' لاهور -

۲۸—نظم و نسق مدرسه—از ایس· ایم· شاہ ولی یمینی - صفحات ۱۶۷ - دین محمدی الکٹرک پریس' لاهور -

"شاعری"

۲۹—پیام کیف—از مرزا احسان احمد بی اے - ال ال بی - دیوان اشعار - صفحات ا' ۷' ا' ۱۴' ۲۰۰ - معارف پریس' اعظم‌گڈھ -

۳۰—نغمہ‌هاے صدا ' حصۂ دوم—از عیسیٰ چرن ' صدا - صفحات ا' ۱ ' ۴۰۰ - ابراهیمی پریس' لکھنٔو -

"مذهب"

۳۱—سلسلۂ احمدیه—از مرزا بشیر احمد - صفحات ۴۴۲ - الله‌بخش اسٹیم پریس' قادیان -

۳۲—تجلیات—از غلام عباس شاہ ' حلمی - صفحات ۲۹۵ - پرتاب الکٹرک پریس لائل‌پور -

۳۳—مخزن اخلاق—از مولوی رحمت‌اللّٰه - بزرگوں کے اخلاقی مقولے - صفحات ۴۰۰ - فیروز پرنٹنگ ورکس' لاهور -

۳۴—کاشف القلب—از "شاهنشاہ" - ہندو مذہب پر وعظ - صفحات ۴۲۴ - آٹھواں ایڈیشن - گرو نانک پریس، گجرانوالہ -

۳۵—مواعظ حسنہ—از شیخ عبدالعلی و مرتبۂ سید محمد سبطین - صفحات ۴۱۲ - طبع سوم - ہندا الکٹرک پریس، جالندھر -

۳۶—آیات صریح فی ولادت مسیح—از شمس الدین - قرآن مجید اور احادیث سے اِس کا ثبوت کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی باپ تھا - صفحات ۱۲۰ - برانچ کواپریٹیو کیپیٹل پرنٹنگ پریس، لاہور -

---

ہندستانی اکیڈیمی صوبہ متحدہ الہ آباد

کے مطبوعات

۱—از منۂ وسطیٰ میں ہندستان کے معاشرتی اور اقتصادی حالات۔ از علامہ عبداللہ بن یوسف علی ، ایم - اے ، ایل ایل ایم ، سی - بی - اے ، مجلد ۱ روپیہ ۴ آنہ - غیر مجلد ۱ روپیہ -

۲—اُردو سروے رپورٹ - از مولوی سید محمد ضامن علی صاحب ایم - اے - ۱ روپیہ -

۳—عرب و ہند کے تعلقات - از مولانا سید سلیمان ندوی- ۴ روپیہ -

۴—ناتن (جرمن ڈراما) مترجمۂ مولانا محمد نعیم الرحمان صاحب ، ایم-اے ، ایم-آر ، اے-ایس - ۲ روپیہ ۸ آنہ -

۵—فریبِ عمل (ڈراما) مترجمۂ بابو جگت موہن لال صاحب ، رواں- ۲ روپیہ -

۶—کبیر صاحب- مرتبۂ پنڈت منوہر لال زتشی- ۲ روپیہ -

۷—قرونِ وسطیٰ کا ہندستانی تمدن - از رائے بہادر مہا مہو اُپادھیا پنڈت گوری شنکر ہیرا چند اوجھا ، مترجمۂ منشی پریم چند - قیمت ۴ روپیہ -

۸—ہندی شاعری - از ڈاکٹر اعظم کریوی - قیمت ۲ روپیہ -

۹—ترقیِ زراعت - از خانصاحب مولوی محمد عبدالقیوم صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت - قیمت ۴ روپیہ -

۱۰—عالمِ حیوانی - از بابو برجیش بہادر ، بی-اے ، ایل ایل بی - ۶ روپیہ ۸ آنہ -

۱۱—معاشیات پر لکچر - از ڈاکٹر ذاکر حسین ، ایم-اے ، پی ایچ ڈی- مجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ ، غیر مجلد ۱ روپیہ -

۱۲—فلسفۂ نفس - از سید ضامن حسین نقوی - قیمت مجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ ، غیر مجلد ۱ روپیہ -

۱۳—مہاراجہ رنجیت سنگھ - از پروفیسر سیتارام کوہلی ، ایم-اے- قیمت مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ ، غیر مجلد ۴ روپیہ -

۱۴— جواہرِ سخن - مرتبۂ مولانا کیفی چریا کوٹی جلد اول - قیمت مجلد ۵ روپیہ ، غیر مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ - جلد دوم- قیمت مجلد ۸ روپیہ ۸ آنہ ، غیر مجلد ۸ روپیہ - جلد سوم- قیمت مجلد ۹ روپیہ ۸ آنہ ، غیر مجلد ۹ روپیہ - جلد چہارم- قیمت مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ ، غیر مجلد ۲ روپیہ -

۱۵—علم باغبانی - از مسٹر وصی اللہ خاں - ایل - اے - جی
قیمت مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۲ روپیہ -

۱۶—انقلابِ روس - از کشن پرشاد کول - ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ - قیمت مجلد ۳ روپیہ ' غیر مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ -

۱۷—چند دکھنی پہیلیاں - از محمد نعیم الرحمان ' ایم - اے ' استاد عربی و فارسی ' الہ آباد یونیورسٹی - قیمت ۱ روپیہ ۴ آنہ -

۱۸—تاریخِ فلسفۂ سیاسیات - از محمد مجیب ' بی-اے (آکسن) جامعۂ ملیۂ اسلامیہ - دهلی - قیمت مجلد ۴ روپیہ ۸ آنہ غیر مجلد ۴ روپیہ -

۱۹—انگریزی عہد میں هندوستان کے تمدن کی تاریخ - از علامہ عبداللہ یوسف علی صاحب - قیمت مجلد ۴ روپیہ ' غیر مجلد ۳ روپیہ ۸ آنہ -

۲۰—فلسفۂ جمال - از ریاض الحسن صاحب ' ایم - اے - قیمت ۱ روپیہ -

۲۱—دیوانِ بیدار - از جلیل احمد قدوائی صاحب - ایم-اے قیمت مجلد ۲ روپیہ ' غیر مجلد ۱ روپیہ ۸ آنہ -

۲۲—نفسیاتِ فاسدہ - از معتمد ولی الرحمان صاحب ' ایم - اے - قیمت مجلد ۸ روپیہ ۸ آنہ ' غیر مجلد ۸ روپیہ -

۲۳—سلطان الہند محمد شاہ بن تغلق - از پروفیسر آغا مہدی حسین ' ایم - اے ' پی - ایچ - ڈی ' ڈی-لٹ - قیمت مجلد ۳ روپیہ ' غیر مجلد ۲ روپیہ ۸ آنہ -

۲۴—نظام شمسی - مترجمۂ شیخ جگو ' بی - اے ' ایل - ٹی ' قیمت ۹ روپیہ -

۲۵—سلطان محمود غزنوی - مترجمۂ سید جمیل حسین- ایم - اے (علیگ) - قیمت ۱ روپیہ -

(زیر طبع)

۲۶—خطوط غالب - مرتبۂ مولوی مہیش پرشاد صاحب -

هندستانی اکیڈیمی ' یو - پی ' الہ آباد -